بسم اللہ الرحمان الرحیم

حرف اوّل!

حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفۂ برحق کے مقابل پر خوارج نے آیت قرآنی اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کا نعرہ لگا کر جب فتنہ پیدا کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کَلِمَةُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِهَا الْبَاطِلُ کہ لفظ تو حق ہیں، یہ فی الواقع کلامِ خدا ہیں مگر آج خوارج جن معنوں میں اور جس مقصد کے لئے یہ الفاظ سنا رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے۔

سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خاتم النبیین قرار دیا ہے اور ہر مسلمان آپؐ کی ختم نبوت پر ایمان لاتا ہے۔ جماعت احمدیہ لاالٰہ الا اللہ محمد رّسول اللہ پر ایمان رکھتی ہے اور قرآن مجید کو زندہ اور ابدی قانون مانتی ہے۔ وہ رسول مقبول ﷺ کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ کوئی شخص سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک یہ اقرار نہ کرے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین یقین کرتا ہے۔

اندریں حالات جناب مودودی صاحب کا اپنی سیاسی اغراض کے لئے جماعت احمدیہ کے خلاف نعرۂ ''ختم نبوت'' اس نعرہ سے کسی طرح مختلف نہیں جو سیدنا حضرت علیؓ کے خلاف بلند کیا گیا تھا۔ مودودی صاحب نے مارچ ۶۲ء میں نیا فتنہ پیدا کرنے کے لئے چونسٹھ ۶۴ صفحات کا ایک کتابچہ شائع کیا۔ اس کتابچہ کے جواب میں ماہنامہ الفرقان ربوہ کا ایک خاص نمبر القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین کے عنوان سے مئی ۶۲ء میں شائع کیا گیا جسے بعد ازاں نظارت اصلاح وارشاد نے بھی دوبارہ طبع کرایا۔ اس رسالہ میں جناب مودودی صاحب کی ایک ایک بات اور ان کے ایک ایک اعتراض کا مدلل، معقول اور باحوالہ جواب درج کیا گیا۔ نتیجہ یہ تھا کہ جناب مودودی صاحب بالکل لاجواب ہو گئے حالانکہ ہمارے جواب کو پڑھنے والے متعدد غیر احمدی دوستوں نے بھی مودودی صاحب سے جواب کا مطالبہ کیا۔ ہمیں معلوم نہیں ہوسکا کہ ان مطالبات پر لوگوں کو مودودی صاحب کیا کچھ لکھتے رہے۔ ہمارے سامنے ان کے صرف دو دستخطی مکتوب (مؤرخہ ۶۲/۷/۲۱ و ۶۳/۶/۱۴) موجود ہیں۔ معزز قارئین کے ازدیاد علم کے لئے ہم انہیں حرف بہ حرف درج کر رہے ہیں۔ جناب مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

(۱) ''مکرمی محترمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا۔ جواب تو دنیا میں ہر چیز کا دیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً قادیانی تو ہر وقت جواب لکھنے کے لئے تیار رہتے ہیں مگر میں صرف انہی باتوں کو قابل التفات سمجھتا ہوں جن میں کوئی وزن ہو۔ مجھے الفرقان کے مضمون میں کوئی وزنی بات نظر نہیں آئی۔ چند وضاحت طلب امور کی توضیح ختم نبوت کے تازہ ایڈیشن میں کر دی گئی ہے۔

خاکسار ابوالاعلیٰ ۶۲/۷/۲۱ ''

(۲) ''محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا عنایت نامہ ملا۔ میری تفسیر سورہ احزاب کا ضمیمہ پڑھ لیں۔ اس میں قادیانیوں کی ہر ایسی بات کا جو کسی حد تک قابل التفات تھی جواب دیدیا گیا ہے۔ باقی رہی ہر وہ فضول بات جو انہوں نے کہی ہے تو ظاہر ہے کہ میں اس کا جواب دینے میں وقت ضائع نہیں کر سکتا۔ خاکسار ابوالاعلیٰ'' جواب نمبر ۱۹۲۷۔ ۶۳/۶/۱۴

معزز قارئین! آپ جناب مودودی صاحب کے انداز تحریر کا اندازہ فرمائیں کیا لاجواب اور درماندہ انسان از راہ تکبر یہی انداز اختیار نہیں کیا کرتا؟ ہم الفرقان کے خاص نمبر یعنی 'القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین' کو کتابی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔ آپ خود موازنہ فرما سکتے ہیں۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

اس کتاب میں مودودی صاحب کے کتابچہ مطبوعہ اپریل ۶۲ء کے مطابق صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے مودودی صاحب کے کتابچہ کا ۶۳ء کا آخری ایڈیشن (پنجم ایڈیشن) پڑا ہے۔ اس میں مودودی صاحب نے چند مقامات پر تبدیلی کر دی ہے یا بعض جگہ جواب دینے کی بھونڈی کوشش فرمائی ہے۔ قارئین کرام ہماری اس کتاب کے اسی ایڈیشن کے آخر پر یعنی تتمہ کے زیر عنوان جناب مودودی صاحب کی مزعومہ ''توضیحات'' پر ہمارا تبصرہ بھی ملاحظہ فرمائیں!

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب یہ رسالہ ختم نبوت کے مسئلہ پر مودودی صاحب اور ان کے ساتھی علماء کے اعتراضات کا کافی وشافی جواب ہے۔ خدائے ارحم الراحمین سے التجا ہے کہ وہ اسے نافع الناس بنائے اور بہتوں کے سینوں کو اس کے ذریعہ حق قبول کرنے کے لئے کھول دے۔ اللھم آمین یا ارحم الراحمین۔

ربوہ خاکسار خادم
۲۳ دسمبر ۱۹۶۳ ابوالعطاء جالندھری

بسم اللہ الرحمان الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خاتم النبیین کے حقیقی معنے اور صحیح تفسیر

جناب مودودی صاحب کے تازہ رسالہ ''ختم نبوت'' کا مکمل جواب

دیباچہ

پانچ ابتدائی ضروری باتیں

(۱) خاتم النبیین کے متعلق دو نظریے:۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو سب جہانوں، سب زمانوں اور ساری قوموں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور آپؐ کو وہ مقام بخشا جو انسانیت کا انتہائی نقطہ اور نبوت کا آخری کمال ہے۔ انبیاء انسانوں میں بہترین وجود ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں میں سب سے بہتر، افضل اور اکمل فرد ہیں۔ آپؐ کے اس مقام کو قرآن مجید میں لفظ **خاتم النبیین** سے بیان کیا گیا ہے

قرآن مجید کو کلام الٰہی ماننے والے سب مسلمان آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔ اس مقدس کلمہ اور اعلیٰ ترین لقب کی تفسیر وتشریح میں اختلاف ہوسکتا ہے مگر اس بارے میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں کہ سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ یہ امر قرآن مجید کی صریح نص میں مذکور ہے۔

خاتمیت محمدیہؐ یا آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین ماننے والوں کے دو مختلف نظریے ہیں (۱) پہلا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خاتمیت نے دیگر انبیاء کے فیوض کو بند کر کے فیضان محمدیؐ کا وسیع دروازہ کھول دیا ہے۔ آپؐ کی امت کے لئے آپؐ کی پیروی کے طفیل وہ تمام انعامات ممکن الحصول ہیں جو پہلے منعم علیھم لوگوں کو ملتے رہے ہیں۔ (۲) دوسرا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خاتمیت فیضان محمدیؐ کے بند ہونے کے مترادف ہے۔ آپؐ کی امت ان تمام اعلیٰ انعامات سے محروم ہوگئی ہے جو بنی اسرائیل یا پہلی امتوں کو ملتے رہے ہیں۔

(۲) منکرین فیضان محمدیؐ کے دو گروہ: ۔ اس دوسرے نظریے کے قائلین کے پھر دو گروہ ہیں۔

اوّل جو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جس روحانی اصلاح کی ضرورت پیش آنے والی ہے اس کے لئے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمانوں سے نزول فرمائیں گے۔

دوم جن کا عقیدہ ہے کہ مسیح و مہدی کی آمد کا خیال غیر اسلامی ہے اور یہ مجوسیّت سے اسلام میں آیا ہے۔ نہ مسیح آسمانوں پر زندہ ہیں اور نہ وہ آئیں گے۔ یہ محض خام خیال ہے۔

یہ دوسرا گروہ علامہ اقبال اور ان کے ہمنوا تعلیم یافتہ لوگوں کا ہے۔ منکرین فیضان محمدیؐ میں سے پہلا گروہ جناب مودودی صاحب اور ان کے ساتھیوں کا ہے۔ جماعت احمدیہ اور بہت سے علماء محققین کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا فیضان ہمیشہ جاری ہے اور آپؐ کی امت کے لئے جملہ انعامات الٰہیہ کا حاصل کرنا ممکن ہے۔

جناب مودودی صاحب منکرین فیضان محمدیؐ کے جس مکتبہ فکر کی نمائندگی کے مدعی ہیں ان میں سے جمہور محققین کو ان سے سخت اختلاف ہے۔ مودودی صاحب نے حال میں (مارچ ۱۹۶۲ء میں) جو رسالہ ''ختم نبوت'' کے عنوان سے شائع کیا اس میں آپ نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو جسمانی طور پر زندہ مانتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہی آخری زمانہ میں جسمانی طور پر نزول فرمائیں گے مگر وہ اپنی اس بعثت میں نبی نہ ہوں گے۔ مسیح ابن مریم کی جسمانی آمد کے عقیدہ سے جہاں تعلیم یافتہ مسلمانوں کو تعجب ہو رہا ہے وہاں ان کے ''مسلوب النبوۃ'' ہو کر آنے کے نظریہ کو امت کے اکابر علماء سراسر غلط ٹھہرا رہے ہیں۔

مقام تعجب ہے کہ مودودی صاحب حضرت مسیحؑ ایسی معیاری شخصیت کے جو رَسُوْلاً اِلیٰ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (آل عمران:۵۰) کے مصداق ہیں آنحضرت ﷺ کے بعد آنے کے قائل ہیں مگر امت محمدیہ میں سے کسی معیاری شخصیت کے آنے کے قائل نہیں۔ جناب شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:۔

> ''مودودی صاحب تو رسول خداؐ کے بعد کسی بھی انسان کو معیار حق ماننے کے لئے تیار نہیں لیکن کتاب و سنت کا فیصلہ یہ ہے کہ رسول خداؐ کے بعد قیامت تک معیاری شخصیتیں آتی رہیں گی''

(رسالہ مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت صفحہ ۲۱ مکتبہ نور سادات سٹریٹ میکلوڈ روڈ لاہور)

(۳) علامہ اقبال کی طرف سے احمدیہ نظریہ کی معقولیت کا اعتراف

علامہ اقبال اور دوسرے جدید تعلیم یافتہ لوگ حضرت مسیحؑ کی جسمانی آمد کے خیال کو مجوسیّت کا نظریہ ٹھہراتے ہیں اور مودودی صاحب احادیث کی بناء پر مسیحؑ کے جسمانی طور پر آسمانوں سے اترنے کے قائل ہیں۔ یہ دو متضاد نظریے ہیں اور افراط و تفریط کی دو متقابل راہیں۔ ظاہر ہے کہ جب تک پہلے از روئے قرآن مجید حضرت مسیحؑ کا آسمان پر جانا اور زندہ ہونا ثابت نہ کیا جائے تب تک ان کے جسمانی نزول کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ و دونہ خرط القتاد۔ کیونکہ قرآن مجید سے ان کی وفات ثابت ہے۔ اگر ایسی کوئی حدیث ہو جس میں مسیح کے اترنے کا ذکر آئے تو نصوص قرآنیہ کے مقابلہ پر ہونے کی وجہ سے اس کی تاویل کرنی پڑے گی۔ ابھی کل کی بات ہے کہ شیخ الازہر مفتی الدیار المصریہ جناب علامہ محمود شلتوت نے کھلے طور پر فتوٰی دے دیا ہے کہ قرآن مجید سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات روز روشن کی طرح ثابت ہے

(کتاب الفتاوٰی مطبوعہ دسمبر ۵۹ء صفحہ ۵۶ تا ۵۸)

ان سے پہلے شیخ الازہر الاستاد المراغی المرحوم بھی فرما چکے ہیں:۔

''الظاھر منہ انّہ توفاہ و اماتہ ثم رفعہ و الظاھر من الرفع بعد الوفاۃ انہ رفع درجات عنداللہ کما قال فی ادریس علیہ السلام و رفعناہ مکاناً علیاً'' (کتاب الفتاوٰی مطبوعہ قاہرہ صفحہ ۶۹۔۷۰)

کہ آیت سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو وفات دے کر پھر رفع فرمایا اور وفات کے بعد رفع سے یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے درجات بلند ہوئے جیسا کہ حضرت ادریسؑ کے متعلق آیت و رفعناہ مکاناً علیاً میں مراد ہے

قارئین کرام غور فرمائیں کہ اس صورت میں جناب مودودی صاحب کا اپنے مزعومہ دعویٰ پر اصرار کہ حضرت مسیحؑ ضرور جسم سمیت آسمان سے اتریں گے کس طرح درست اور معقول قرار دیا جا سکتا ہے؟

علامہ اقبال نے احمدیت کی مخالفت کرتے ہوئے بھی اعتراف کیا ہے کہ:۔

''جہاں تک میں نے اس تحریک کے منشاء کو سمجھا ہے احمدیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیحؑ کی موت ایک عام فانی انسان کی موت تھی اور رجعت مسیحؑ گویا ایسے شخص کی آمد ہے جو روحانی حیثیت سے اس کا مشابہ ہے۔ اس خیال سے اس تحریک پر ایک طرح کا عقلی رنگ چڑھ جاتا ہے'' (رسالہ علامہ اقبال کا پیغام ملّت اسلامیہ کے نام صفحہ۲۲۔۲۳)

گویا علامہ اقبال بھی آمد مسیحؑ کے متعلق جماعت احمدیہ کے نظریہ کو معقول قرار دیتے ہیں۔ پس مودودی صاحب کو اگر حضرت مسیحؑ کے جسمانی نزول پر اصرار ہو تو انہیں پہلے حضرت مسیحؑ کی جسمانی آسمانی زندگی از روئے قرآن مجید ثابت کرنی چاہئے جو محال ہے۔

(۴) آنے والا مسیح بہرحال نبی ہے:۔ مودودی صاحب اس ضمن میں دوسری صریح غلطی یہ کر رہے ہیں کہ وہ مسیحؑ کی آمد ثانی پر اسے مسلوب النبوۃ قرار دیتے ہیں حالانکہ نبی کبھی بھی منصب نبوت سے معزول نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے ؎

وانّ الانبیاء لفی امان
عن العصیان عمداً واعتزال

عہدۂ نبوت کے لئے حکومتوں کے پریزیڈنٹوں کی طرح پانچ یا دس سال کی مدّت مقرر نہیں ہوتی جس کے بعد نبی ''سابق صدر'' کی اصطلاح کے مطابق ''سابق نبی'' کہلانے لگ جائے۔ نبی ہمیشہ نبی ہوتا ہے اور ہر جگہ نبی ہوتا ہے۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں وَجَعَلَنِیْ نَبِیاً وَجَعَلَنِیْ مُبَارَکاً اَیْنَمَا کُنْتُ وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکوٰۃِ مَادُمْتُ حَیاً (مریم:۳۱۔۳۲) کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا اور بابرکت بنایا خواہ میں کسی جگہ ہوں اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے اس نے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی وصیت کی ہے''

آنے والے مسیح کو النواس بن سمعانؓ کی روایت میں آنحضرت ﷺ نے چار مرتبہ نبی اللہ قرار دیا ہے (صحیح مسلم) نواب صدیق حسن خان صاحب آف بھوپال لکھتے ہیں:۔

''من قال بسلب نبوته فقد کفر حقاً کما صرح به السیوطی فانه نبی لایذهب عنه وصف النبوۃ فی حیاته ولا بعد وفاته''

کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت مسیحؑ نبوت سے علیحدہ ہو کر آئیں گے۔ وہ کھلا کافر ہے جیسا کہ امام سیوطیؒ نے تصریح کی ہے۔ حضرت مسیحؑ بہرحال نبی ہیں۔ وصف نبوت ان سے نہ زندگی میں الگ ہو سکتا ہے اور نہ ان کی وفات کے بعد''

(حجج الکرامہ ص۴۳۱ مطبع شاہ جہان بھوپال)

اس موضوع پر تفصیلی بحث اگلے صفحات میں بھی درج ہوگی مگر یہ تو عیاں ہے کہ مودودی صاحب اپنے خیالات میں جہاں قرآن وسنت کے خلاف چل رہے ہیں وہاں وہ سلف صالحین کے اصولی نظریات کی مخالفت کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کے ایسے ہی غلط نظریات کا تفصیلی تجزیہ کرنے کے بعد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کو لکھنا پڑا تھا کہ:۔

''مودودی صاحب کا کتاب وسنت کا بار بار ذکر فرمانا محض ڈھونگ ہے۔ وہ نہ کتاب کو مانتے ہیں اور نہ سنت کو مانتے ہیں بلکہ وہ خلاف سلف صالحین ایک نیا مذہب بنا رہے ہیں اور اسی پر لوگوں کو چلا کر دوزخ میں دھکیلنا چاہتے ہیں''

(کتاب مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت ص۴۶ مکتبہ نور سادات سٹریٹ میکلوڈ روڈ لاہور)

(۵) عجیب مشابہت اور مودودی صاحب کے لئے لمحہ فکریہ:۔

مودودی صاحب اپنے رسالہ کے آخر میں لکھتے ہیں:۔

’’حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل پے درپے تنزل کی حالت میں مبتلا ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ آخرکار بابل اور اسیریا کی سلطنتوں نے ان کو غلام بنا کر زمین میں تتر بتر کر دیا تو انبیائے بنی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی طرف سے ایک مسیح آنے والا ہے جو ان کو اس ذلت سے نجات دلائے گا۔ ان پیشگوئیوں کی بناء پر یہودی ایک ایسے مسیح کی آمد کے متوقع تھے جو بادشاہ ہو، لڑ کر ملک فتح کرے۔ بنی اسرائیل کو ملک ملک سے لا کر فلسطین میں جمع کر دے اور ان کی ایک زبردست سلطنت قائم کر دے لیکن ان کی ان توقعات کے خلاف جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آئے تو یہودیوں نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ان کو ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے‘‘ (رسالہ ختم نبوت ص ۵۷۔۵۸)

ہم نے مودودی صاحب کی عبارت کے آخری حصہ کو خاص طور پر نمایاں کر دیا ہے۔ اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ یہودی قوم کو بھی ایک مسیح کی خبر دی گئی تھی۔ یہود نے اس کے بارے میں کچھ توقعات قائم کر لی تھیں مگر حضرت مسیحؑ کا ظہور یہود کی توقعات کے خلاف ہوا جس پر بقول مودودی صاحب ’’یہودیوں نے اُن کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ان کو ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے‘‘ میں عرض کرتا ہوں کہ مودودی صاحب اور دوسرے مسلمان علماء بھی آنے والے مسیح موعود کے متعلق کچھ توقعات رکھتے تھے لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان علماء کی توقعات کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہو کر آئے تو ان علماء نے آپؑ کی مسیحیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے جس پر مودودی صاحب کا زیر نظر تازہ رسالہ زندہ گواہ ہے۔ جناب مودودی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو آنحضرت ﷺ کی اس حدیث پر غور کرنا چاہئے۔

فرمایا: ۔**لیأ تین علی امتی کما أتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتیٰ ان کان منهم من أتی امه علانیة لکان فی امتی من یصنع ذلک**‘‘ (مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۳۰)

ترجمہ۔ میری امت پر وہ تمام حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آ چکے ہیں۔ اسی طرح جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی کے مشابہ ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسا کرنے والے بدبخت ہوں گے‘‘

کیا مسلمانوں کے حالات اور اپنے بیان کے مندرجہ بالا اقتباس کو مدنظر رکھ کر مودودی صاحب اور ان کے رفقاء کے لئے لمحۂ فکریہ پیدا نہیں ہوتا؟

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ.

فصل اوّل

جماعت احمدیہ اور عقیدۂ ختم نبوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے تیس اقتباسات

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے احمدیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:۔

''تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدمزادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ ﷺ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کیساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ'' (کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۱۳۔۱۴)

اس بنیادی ہدایت کی روشنی میں جماعت احمدیہ قرآن مجید پر نہایت محکم ایمان رکھتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیا ہے اس لئے ہر احمدی اس پر ایمان رکھتا ہے۔ احمدیوں کو منکر ختم نبوت قرار دینا گویا انہیں احمدیت سے خارج قرار دینا ہے جو سراسر غلط اور غیر صحیح ہے۔ حیرت ہے کہ علماء محض عداوت کی وجہ سے یہ غیر معقول پوزیشن اختیار کئے ہوئے ہیں۔

اب ہم ذیل میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی تحریرات سے تیس اقتباس درج کرتے ہیں۔ یہ تحریرات آپؑ کی ابتدائی کتاب براہین احمدیہ سے لے کر آپؑ کے آخری مکتوب مطبوعہ اخبار عام لاہور مؤرخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء تک پھیلی ہوئی ہے۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء ہی آپؑ کی تاریخ وفات ہے۔ ان اقتباسات سے ہر شخص کو معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اور احمدی کس محبت، کس خلوص، کس عقیدت اور کس یقین و وثوق سے سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ ان تحریرات کی روشنی میں ہر پڑھنے والا اندازہ لگا سکتا ہے کہ غیر احمدی علماء احمدیوں کو ''منکرین ختم نبوت'' قرار دینے میں سراسر بے انصافی اور ظلم کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ اقتباسات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ''سبحان اللہ ثم سبحان اللہ حضرت خاتم لانبیاء ﷺ کس شان کے نبی ہیں۔ اللہ اللہ کیا عظیم الشان نور ہے جس کے ناچیز خادم، جس کی ادنیٰ سے ادنیٰ امت، جس کے احقر سے احقر چاکر مراتب مذکورہ بالا تک پہنچ جاتے ہیں۔ **اللھم صل علی نبیک وحبیبک سیّد الانبیاء وافضل الرسل وخیر المرسلین وخاتم النبیین محمد والہ واصحابہ وبارک وسلم**''

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد ۱ حاشیہ ص ۲۷۲۔۲۷۳)

(۲) ''ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں، جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیّٖن و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا۔ اور وہ نعمت بمرتبۂ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے'' (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ ص ۱۶۹۔۱۷۰)

(۳) ''میں جناب خاتم الانبیاء ﷺ کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں'' (مجموعہ اشتہارات جلد ۱ ص ۲۵۵۔ اشتہار نمبر ۶۳) (۴) ''اور ہمارا اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول (سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) تمام رسولوں سے بہتر اور سب رسولوں سے افضل اور خاتم النبیین ہیں اور افضل ہیں ہر ایسے انسان سے جو آئندہ آئے یا جو گزر چکا ہو''

(ترجمہ از عربی آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ ص ۳۸۷)

(۵) ''تمام تعریفیں خدا کے لئے ثابت ہیں جو تمام عالموں کا پروردگار ہے اور درود اور سلام اس کے نبیوں کے سردار پر جو اس کے دوستوں میں سے

برگزیدہ اور اس کی مخلوقات اور ہر ایک پیدائش میں سے پسندیدہ اور خاتم الانبیاء اور فخر اولیاء ہے۔ ہمارا سیّد، ہمارا امام، ہمارا نبی محمد مصطفیٰؐ جو زمین کے باشندوں کے دل روشن کرنے کے لئے خدا کا آفتاب ہے'' (ترجمہ از عربی نور الحق روحانی خزائن جلد۸ ص۲)

(۶) ''وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین جناب محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبیؐ پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو'' (اتمام الحجۃ روحانی خزائن جلد۸ ص۳۰۸) (۷) ''مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پر میرا عقیدہ ہے اور **ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین** پر آنحضرت ﷺ کی نسبت میرا ایمان ہے'' (ترجمہ از عربی کرامات الصادقین روحانی خزائن جلد۷ ص۶۷) (۸) ''مجھ کو خدا کی عزت و جلال کی قسم کہ میں مسلمان ہوں اور ایمان رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی کتابوں پر اور تمام رسولوں اور تمام فرشتوں اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے پر اور میں ایمان رکھتا ہوں اس پر کہ ہمارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ تمام رسولوں سے افضل اور خاتم الانبیاء ہیں'' (ترجمہ از عربی حمامۃ البشریٰ روحانی خزائن جلد۷ ص۱۸۴)

(۹) ''درود و سلام تمام رسولوں سے بہتر اور تمام برگزیدوں سے افضل محمد ﷺ پر کہ خاتم الانبیاء اور شفیع المذنبین اور تمام اوّلین و آخرین کے سردار ہیں اور آپؐ کی آل پر کہ طاہر و مطہر ہیں اور آپؐ کی اصحاب پر کہ حق کا نشان اور اللہ کی حجت ہیں اہل جہان کے لئے'' (ترجمہ از عربی انجام آتھم روحانی خزائن جلد۱۱ ص۷۳) (۱۰) ''اگر دل سخت نہیں ہو گئے تو اس قدر کیوں دلیری ہے کہ خواہ نخواہ ایسے شخص کو کافر بنایا جاتا ہے جو آنحضرت ﷺ کو حقیقی معنوں کی رو سے خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور قرآن کو خاتم الکتب تسلیم کرتا ہے۔ تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے اور اہل قبلہ ہے اور شریعت کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے'' (سراج منیر روحانی خزائن جلد۱۲ ص۶)

(۱۱) ''ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہل سنت کے قائل ہیں''

(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد۱۳ حاشیہ ص۲۱۵۔۲۱۶)

(۱۲) ''قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کا نام **خاتم النبیین** رکھ کر اور حدیث میں خود آنحضرتؐ نے **لا نبی بعدی** فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے آنحضرت ﷺ کے بعد نہیں آ سکتا''

(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد۱۳ حاشیہ ص۲۱۸)

(۱۳) ''قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ مگر ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم الانبیاء ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے وہاں حقیقی نبوت مراد ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب وہ اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئے تو ہمارے نبی ﷺ کیونکر خاتم الانبیاء ٹھہر سکتے ہیں؟'' (کتاب البریہ روحانی خزائن جلد۱۳ حاشیہ ص۲۲۴) (۱۴) ''ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں''

(ایام صلح روحانی خزائن جلد۱۴ ص۳۲۳)

(۱۵) ''قرآن میں آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا ہے''

(اربعین نمبر۲ روحانی خزائن جلد۱۷ ص۳۷۴)

(۱۶) ''ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ **ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین**'' (ایک غلطی کا ازالہ روحانی خزائن جلد۱۸ ص۲۰۷) (۱۷) ''عقیدے کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد ﷺ اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد۱۹ ص۱۵۔۱۶) (۱۸) ایک وہ زمانہ تھا کہ انجیل کے واعظ بازاروں اور گلیوں اور کوچوں میں نہایت دریدہ دہانی سے اور سراسر افتراء سے ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیاء اور افضل الرسل والاصفیاء اور سید المعصومین والاتقیاء حضرت محبوب جناب احدیت محمد مصطفیٰ

ﷺ کی نسبت یہ قابل شرم جھوٹ بولا کرتے تھے کہ گویا آنجنابؐ سے کوئی پیشگوئی یا معجزہ ظہور میں نہیں آیا۔ اور اب یہ زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے علاوہ ان ہزار ہا معجزات کے جو ہمارے سرور و مولیٰ شفیع المذنبین ﷺ سے قرآن شریف اور احادیث میں اس کثرت سے مذکور ہیں جو اعلیٰ درجہ کے تواتر پر ہیں، تازہ بتازہ صدہا نشان ایسے ظاہر فرمائے ہیں کہ کسی مخالف اور منکر کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں'' (تریاق القلوب روحانی خزائن جلد۱۵ ص۱۳۷۔۱۳۸)

(۱۹) ''آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپؐ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوت صرف اسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباع نبویؐ کی مہر رکھتا ہوگا اور اس طرح پر وہ آنحضرت ﷺ کا بیٹا اور آپؐ کا وارث ہوگا'' (ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی روحانی خزائن جلد۱۹ ص۲۱۳۔۲۱۴)

(۲۰) ''صرف اس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکام شریعت جدیدہ ساتھ رکھتی ہو۔ یا ایسا دعویٰ ہو جو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے الگ ہو کر دعویٰ کیا جائے۔ لیکن ایسا شخص جو ایک طرف اس کو خدا تعالیٰ اس کی وحی میں امتی بھی قرار دیتا ہے پھر دوسری طرف اس کا نام نبی بھی رکھتا ہے، یہ دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ نبوت بباعث امتی ہونے کے دراصل آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ایک ظل ہے، کوئی مستقل نبوت نہیں'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد۲۱ ص۳۵۲)

(۲۱) ''ہم مسلمان ہیں، ایمان رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کی کتاب فرقان حمید پر۔ اور ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے سردار محمد ﷺ خدا کے نبی اور اس کے رسول ہیں اور وہ سب دینوں سے بہتر دین لائے۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ آپؐ خاتم الانبیاء ہیں''

(ترجمہ از عربی مواہب الرحمٰن روحانی خزائن جلد۱۹ ص۲۸۵)

(۲۲) ''پانچواں ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا یہی وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سید و مولیٰ ختمی پناہ حضرت محمد ﷺ دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے'' (لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد۲۰ ص۱۸۵)

(۲۳) ''آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب''

(لیکچر لدھیانہ روحانی خزائن جلد۲۰ ص۲۸۵)

(۲۴) ''مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افتراء عظیم ہے۔ ہم جس قوت، یقین و معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ لوگ نہیں مانتے'' (الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء نمبر ۹ جلد ۹)

(۲۵) ''اب بجز محمدیؐ نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو''

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد۲۰ ص۴۱۲)

(۲۶) ''ہمارے رسول ﷺ خاتم النبیین ہیں''

(حقیقۃ الوحی ص۶۴ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

(۲۷) ''**وان نبینا خاتم الانبیاء ولا نبی بعدہ الا الذی ینور بنورہ ویکون ظہورہ ظلّ ظہورہٖ**''

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ ص۶۴۳)

(۲۸) ''اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپؐ کو افاضۂ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپؐ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپؐ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ حاشیہ ص۱۰۰)

(۲۹) ''خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے'' (چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد۲۳ ص۳۴۰)

(۳۰) ’’یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت ﷺ کے اقتداء اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔۔۔۔ اور جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔۔۔۔ ان معنوں سے میں نبی بھی ہوں اور امتی بھی تا کہ ہمارے سید و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح امتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔ ورنہ وہ حضرت عیسیٰ جن کے دوبارہ آنے کے بارے میں ایک جھوٹی امید اور جھوٹی طمع لوگوں کو دامنگیر ہے وہ امتی کیونکر بن سکتے ہیں۔ کیا آسمان سے اتر کر نئے سرے وہ مسلمان ہوں گے اور کیا اس وقت ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء نہیں رہیں گے؟‘‘

(مکتوب نوشتہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء مطبوعہ اخبار عام لاہور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

فصل دوم

آیت خاتم النبیین کا سیاق وسباق

مودودی صاحب کا دعویٰ ہے کہ ’’جہاں تک سیاق وسباق کا تعلق ہے وہ قطعی طور پر اس امر کا تقاضہ کرتا ہے کہ یہاں خاتم النبیین کے معنے سلسلۂ نبوت کو ختم کر دینے والے ہی کے لئے جاویں اور یہ سمجھا جائے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں‘‘

(کتابچہ ختم نبوت ص ۱۰)

یاد رہے کہ لفظ خاتم النبیین سورۂ احزاب کی آیت ۴۱ میں وارد ہوا ہے۔ ساری آیت یوں ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْماً۔ اس کا لفظی ترجمہ یوں ہے ’’حضرت محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے‘‘

آیئے اب ہم مودودی صاحب کے مذکورہ بالا دعویٰ کی صحت کا جائزہ لیں۔ مفسرین اور مؤرخین متفق ہیں کہ یہ آیت سنہ پانچ ہجری میں حضرت زیدؓ کے حضرت زینبؓ کو طلاق دینے اور پھر حضرت زینبؓ سے رسول مقبول ﷺ کے نکاح کر لینے کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔ خود مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

’’اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار و منافقین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے سیدنا محمد ﷺ کے نکاح پر طعن و تشنیع اور بہتان وافتراء کے طوفان اٹھا رہے تھے۔۔۔۔ ان کا اوّلین اعتراض یہ تھا کہ آپؐ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے حالانکہ آپؐ کی اپنی شریعت میں بھی بیٹے کی

منکوحہ باپ پر حرام ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا۔ **ماکان محمد ابا احد من رجالکم** ۔ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ یعنی جس شخص کی مطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے وہ بیٹا تھا کب کہ اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا؟ تم لوگ تو خود جانتے ہو کہ محمد ﷺ کا سرے سے کوئی بیٹا ہے ہی نہیں‘‘

(ص ۵۔۶)

ناظرین کرام جناب مودودی صاحب کے بیان کا یہ حصہ بالکل درست ہے۔ آیت کے اگلے حصہ کے متعلق مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

’’پہلے فقرہ کے بعد ولٰکن (مگر) کے لفظ سے دوسرا فقرہ شروع کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے فقرے میں مخاطب کی ایک بات کا جواب ہو جانے کے باوجود اس کا ایک سوال یا اعتراض باقی رہ گیا تھا جس کا جواب دوسرے فقرے میں دیا گیا ہے‘‘

(حاشیہ ص ۷)

اس حد تک درست نتیجہ پر پہنچنے کے بعد آگے مودودی صاحب کی ٹھوکر کا باعث یہ ہے کہ انہوں نے باقی رہ جانے والے ’’سوال یا اعتراض‘‘ کو قرآن مجید کی آیات سابقہ کی روشنی میں متعین نہیں کیا اور محض قیاسی ڈھکوسلے سے اگلے حصۂ آیت **ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین**، کو اپنے فرضی سوالوں کا جواب قرار دے دیا ہے کہ ’’آخر اس نکاح کا کرنا کیا ضرور تھا اور ایسا نہ کرنے میں کیا قباحت تھی؟‘‘

اگر مودودی صاحب قرآن پاک پر تدبر فرماتے تو اس تکلف اور تعصب کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ بات بالکل واضح تھی اور سیاق وسباق معین طور پر نمایاں تھا۔

یہ درست ہے کہ کلمہ لکن استدراک کے لئے آتا ہے (**دفع توھم ناشٍ عن کلامٍ سابقٍ**) یعنی گذشتہ کلام سے پیدا ہونے والے سوال یا اعتراض کا ازالہ کرنے کے لئے۔ اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ سابقہ قرآنی آیات کے مطابق کفار ومنافقین کے کس اعتراض کا جواب دوسرے حصۂ آیت **ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین** میں دیا گیا ہے اور وہ جواب کیا ہے؟ بات یوں ہے کہ مکی زندگی میں کفار آنحضرت ﷺ کو ابتر کہتے تھے۔ لکھا ہے:۔

’’کہتے تھے کافر اس شخص کے بیٹا نہیں۔ زندگی تک اس کا نام ہے پیچھے کون نام لے گا‘‘

(موضح القرآن)

اس پر آیت انّ **شانئک ھو الابتر** نازل ہوئی۔ کہ تیرا دشمن ہی ابتر رہے گا تجھے تو اللہ تعالیٰ اولاد کثیر عطا کرے گا۔ جلالین میں لکھا ہے:۔

’’نزلت فی العاص ابن وائل سمی النبی ﷺ ابتر عند موت ابنه القاسم‘‘

کہ یہ آیت عاص بن وائل کے متعلق اس وقت نازل ہوئی جب اس نے آنحضرت ﷺ کو آپؐ کے صاحبزادے قاسم کی وفات کے موقع پر ابتر کہا تھا۔

(جلالین زیر آیت **ان شانئک ھو الابتر**) اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھئے کہ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۷ میں اعلان کیا جاچکا تھا **النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم و ازوجۂ امھاتھم** کہ یہ پیغمبر مومنوں کا ان کی جانوں سے بھی زیادہ خیر خواہ ہے، اس کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں‘‘

ظاہر ہے کہ جب پیغمبر علیہ السلام کی بیویاں مومنوں کی مائیں ٹھہریں تو آپؐ
لامحالہ مومنوں کے باپ قرار پائے۔

اب آگے چل کر حضرت زیدؓ کی مطلقہ سے رسول مقبول ﷺ کے شادی کرنے پر کفار ومنافقین کے جواب میں فرما دیا کہ:۔

ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم

’’یعنی تم لوگ تو خود جانتے ہو کہ محمد ﷺ کا سرے سے کوئی بیٹا ہے ہی نہیں‘‘

اس بیان سے بہو سے شادی کر لینے کے اعتراض کا جواب تو بخوبی ہو گیا مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ دو سوال ابھر کر سامنے آ گئے:۔

(۱) شروع سورۂ احزاب کی آیت **وازواجہ امھاتھم** میں بوجہ نبی ہونے کے آپؐ کو مومنوں کا باپ قرار دیا گیا تھا۔ اب جب آپؐ کسی کے باپ نہیں تو کیا

پھر آپؐ کی نبوت ورسالت بھی جاتی رہی؟

(۲) مکہ میں دشمن آپؐ کو ابتر اور بے اولاد کہتے تھے قرآن مجید نے ان کی تردید کی تھی مگر اب خود ہی تسلیم کرلیا ہے کہ آپؐ کا کوئی بیٹا نہیں۔ کیا دشمنوں کا اعتراض درست ثابت ہوگیا؟

ان دو اعتراضوں کے جواب میں خداوند عزوجل فرماتے ہیں **ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین**۔ یعنی پہلے حصۂ آیت میں ہم نے آنحضرت ﷺ کی جسمانی ابوت کی نفی کی ہے اور یہ کہا ہے کہ جسمانی طور پر آپؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن روحانی ابوت بدستور قائم ہے اور اس کا دائرہ زمانی اور مکانی طور پر بھی اور بلحاظ رتبہ وشرف بھی بہت وسیع ہے۔ پہلے لفظ **رسول اللہ** میں **النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم** والی روحانی ابوت کو ثابت فرمایا ہے۔ کیونکہ ہر رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اور اس کی امت کے قائم رہنے سے اس کا نام باقی رہتا ہے۔ دوسرے لفظ خاتم النبیین میں اس بلند ترین روحانی ابوت کا اثبات فرمایا گیا ہے جو آیت **انا اعطینک الکوثر** اور آیت **انّ شانئک ھو الابتر** میں ذکر کی گئی تھی۔ گویا فرمایا کہ آنحضرت ﷺ صرف اپنی امت کے عام افراد کے ہی باپ نہیں بلکہ آپؐ نبیوں کے بھی باپ اور ان کو بھی روحانی زندگی بخشنے والے ہیں۔ پس اگر آپ کا جسمانی بیٹا کوئی نہیں تو کچھ حرج نہیں آپؐ کی روحانی اولاد بے شمار ہے، آپؐ کی روحانی اولاد بلند ترین مناصب کی وارث ہے۔ کیونکہ آپ رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

یہ تفسیر نہایت واضح اور سیاق وسباق کے عین مطابق ہے لیکن شائد اہل زیغ کے لئے اس لئے قابل تسلیم نہ ہو کہ اس کا بیان کرنے والا ایک احمدی ہے۔ اس لئے ہم ذیل میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کے الفاظ درج کرتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''حاصل مطلب آیۂ کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوت معروفہ تو رسول اللہ صلعم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں پر ابوت معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے۔ کیونکہ اوصاف معروض وموصوف بالعرض، موصوف بالذات کے فرع ہوتے ہیں۔ موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے اور وہ اس کی نسل۔ اور ظاہر ہے کہ والد کو والد اور اولاد کو اولاد اسی طرح سے کہتے ہیں کہ یہ اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ فاعل ہوتا ہے۔ چنانچہ والد کا اسم فاعل ہونا اس پر شاہد ہے اور یہ مفعول ہوتے ہیں۔ چنانچہ اولاد کو مولود کہنا اس کی دلیل ہے۔ سو جب ذات بابرکات محمدی صلعم موصوف بالذات بالنبوۃ ہوئی اور انبیاء باقی موصوف بالعرض۔ تو یہ بات اب ثابت ہوگئی کہ آپؐ والد معنوی ہیں اور انبیاء باقی آپؐ کے حق میں بمنزلہ اولاد معنوی''

(رسالہ تحذیر الناس ص۱۳ دارالاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی اس پاکیزہ اور معقول وضاحت کے بعد اب ذرا مودودی صاحب کی بے تکی تنقید بھی ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:۔

''آخر اس بات کا کیا تک ہے کہ اوپر سے تو نکاح زینبؓ پر معترضین کے اعتراضات اور ان کے پیدا کئے ہوئے شکوک وشبہات کا جواب دیا جارہا ہو اور یکا یک یہ بات کہہ ڈالی کہ محمدؐ نبیوں کی مہر ہیں آئندہ جو نبی بھی بنے گا ان کی مہر لگ کر بنے گا۔ اس سیاق وسباق میں یہ بات نہ صرف یہ کہ بالکل بے تکی ہے بلکہ اس سے وہ استدلال الٹا کمزور ہوا جاتا ہے جو اوپر سے معترضین کے جواب میں چلا آرہا ہے''

(رسالہ ختم نبوت ص۹)

افسوس کہ مودودی صاحب اتنی موٹی بات نہیں سمجھ سکے کہ کفار کے اس اعتراض کے جواب میں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کر لی ہے، جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ تو کسی مرد کے باپ نہیں تو آپ کی روحانی ابوت کے اثبات کا سوال فوراً پیدا ہوگیا تھا اور یہی موقعہ تھا کہ بتایا جاتا کہ گو جسمانی طور پر آپؐ کسی مرد کے باپ نہیں مگر مت سمجھو کہ اب آپ کا نام کون لے گا، آپؐ کی تعریف کون کرے گا، کیونکہ آپؐ کو روحانی ابوت کے لحاظ سے صاحب الکوثر ہونے کا مقام حاصل ہے۔ سب اہل ایمان آپؐ کے رسول ہونے کے لحاظ سے آپ کے فرزند ہیں اور سب انبیاء بھی آپؐ کے خاتم النبیین ہونے کے لحاظ سے آپؐ کی معنوی اولاد ہیں۔ اور یہ سلسلہ بند نہیں بلکہ آپ کی مہر اور روحانی توجہ اور قوت قدسیہ ہمیشہ نبی تراش ثابت ہوتی رہے گی۔ پس آپؐ کا محمد (قابل تعریف وجود) ہونا اس بات کا محتاج نہیں کہ آپؐ کا جسمانی بیٹا ہو آپؐ کی محمدیت کو اللہ تعالیٰ آپؐ کے رسول اللہ اور خاتم النبیین ہونے سے ثابت کرتا

رہے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاتم الانبیاء کے اسی مفہوم کے بارے میں فرمایا ہے کہ:۔

’’آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ آپؐ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوت صرف اسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہوگا اور اس طرح پر وہ آنحضرت ﷺ کا بیٹا اور آپؐ کا وارث ہوگا۔ غرض اس آیت میں ایک طور سے آنحضرت ﷺ کے باپ ہونے کی نفی کی گئی اور دوسرے طور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا تا وہ اعتراض جس کا ذکر آیت **ان شانئک ھو الابتر** میں ہے دور کیا جائے۔ ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو۔ یعنی ایسا صاحب کمال ایک جہت سے تو امتی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوار محمدیہ، نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو‘‘

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۲۱۴)

ہمارے نزدیک یہ مودودی صاحب کی کوتاہ فہمی ہے کہ وہ سورۂ احزاب کے خاتم النبیین والے رکوع کو صرف حضرت زینبؓ کے نکاح پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات تک محدود سمجھتے ہیں حالانکہ ان آیات میں دیگر معارف و حقائق کا بھی ایک بحرِ زخّار موجود ہے۔ مودودی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنے صرف آخری نبی لینے اس لئے لازمی ہیں کہ کیونکہ اسے متبنّیٰ کی رسم کے ابطال کے سلسلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے کہ چونکہ آپؐ کے بعد اور کوئی نبی آنے والا نہ تھا اسلئے آنحضرت ﷺ کے لئے لازم تھا کہ اپنے اعلان کے علاوہ اپنے عمل سے یعنی حضرت زینبؓ سے شادی کر کے بھی اس رسم کو باطل کریں اور ’’لوگوں کے دلوں سے کراہت کے ہر تصور کا قلع قمع کر دیں‘‘ میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اس تعبیر و تفسیر کو من و عن مان لینے سے بھی اتنا ہی ثابت ہوگا کہ آپؐ آخری صاحب شریعت نبی ہیں۔ کیونکہ نئے احکامات جاری کرنا صرف صاحب شریعت نبی کا کام ہے امتی نبی کا کام نہیں۔ پس خاتم النبیین کے معنے مودودی صاحب کے اختراعی سیاق و سباق کی رو سے یہی ہوں گے کہ آپؐ کے بعد کوئی شریعت والا نبی آنے والا نہ تھا۔ اس سے امتی نبی کی نفی لازم نہیں آتی۔ خاتم النبیین کا یہ مفہوم، یعنی شارع نبیوں میں سے آخری نبی، اگرچہ لفظ خاتم النبیین کے جامع معنوں پر حاوی ہونے کے لحاظ سے نا تمام ہے مگر ہمیں یہ بھی مسلم ہے۔ کیونکہ امت کے علماء محققین کا ایک عظیم گروہ ان معنوں کی تائید کرتا ہے جیسا کہ آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ جماعت احمدیہ کا اعتقاد ہے کہ آنحضرت ﷺ آخری شارع نبی ہیں، آپؐ کی شریعت ہمیشہ قائم رہے گی اور آپ کے بعد کوئی شارع یا مستقل نبی نہ آ سکتا ہے نہ پیدا ہو سکتا ہے۔ صرف ایسے نبی امت محمدیہؐ میں سے آ سکتے ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی پیروی کی۔ برکت سے یہ مقام حاصل کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی مودودی صاحب کا استدلال سراسر غلط ہے۔

فصل سوم

قرآن مجید کی دوسری آیات کی رو سے خاتم النبیین کی تفسیر

جناب مودودی صاحب کے کتابچہ 'ختم نبوت' کے پڑھنے والے ہر اس شخص کو سخت مایوسی ہوگی جو یقین رکھتا ہے کہ ''اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضاً'' کے مطابق لفظ خاتم النبیین کے معنی اور تفسیر کے لئے قرآن مجید کی دوسری آیات سے تائید پیش کی جانی چاہئے۔ مولوی صاحب موصوف نے اپنے مزعومہ دعویٰ کے لئے بعض احادیث اور اقوال اور حوالجات مفسرین تو پیش فرمائے ہیں مگر اپنے دعویٰ کی تائید میں قرآن مجید کی ایک آیت تک پیش نہیں کی۔ بات واضح ہے کہ لفظ خاتم النبیین کے معنوں اور تفسیر کے بارے میں جو اختلاف ہے اس کا بہترین حل یہ ہے کہ قرآن مجید کی دوسری آیات جس معنی اور تفسیر کی تائید کردیں وہی درست ہے۔

مودودی صاحب کے رویہ کے پیش نظر اب دو ہی صورتیں ہیں اوّل یا تو لفظ خاتم النبیین کے ان معنوں کی جو مودودی صاحب کرتے ہیں قرآن مجید کی کسی آیت سے تائید نہیں ہوتی اس لئے مودودی صاحب معذور ہیں۔ دوم یا مودودی صاحب کے خیال میں ایسی آیت یا آیات تو ہیں مگر مودودی صاحب نے انہیں اس کتابچہ میں جس کے رو سے جماعت احمدیہ ایسی تبلیغی اور اسلام کی فدائی جماعت کو کافر، مرتد اور واجب القتل قرار دینا مقصود ہے درج نہیں کیا۔ یہ دوسری صورت بھی انتہائی تغافل اور مجرمانہ سہل انگاری ہے لیکن پہلی صورت میں تو فیصلہ یقینی طور پر مودودی صاحب کے خلاف ہے۔

ہم اپنے قارئین کو یقین دلاتے ہیں کہ دراصل جناب مودودی صاحب معذور ہیں کیونکہ قرآن مجید کی رو سے ان کے بیان کردہ مفہوم کی کسی اور آیت سے ہرگز تائید نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس قرآن مجید سے صاف طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی آپؐ کی امت میں سے اصلاح خلائق کے لئے آپؐ کے امتی نبی آتے رہیں گے۔ آیات ذیل پر غور فرمایا جائے :۔

(۱) اللہ تعالیٰ اپنی سنت مستمرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلاً وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ (الحج:۷۶)

کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے بھی رسول منتخب کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ کیونکہ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں لفظ یصطفی مضارع ہے جو استمراری طور پر حال اور مستقبل کے لئے مستعمل ہوا ہے جیسے ایک شاعر کہتا ہے ؎

اَوَ كُلَّمَا وَرَدَتْ عُكَاظَ قَبِيْلَةٌ
بَعَثُوْا اِلَىَّ عَرِيْفَهُمْ يَتَوَسَّمُ

پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی سنت مذکور ہے کہ وہ فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول منتخب فرماتا رہتا ہے۔

دوسری جگہ فرماتا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً ۔ کہ خدا تعالیٰ کی سنت میں تبدیلی نہیں ہے۔ فرشتوں کا بھیجا جانا آج بھی سب مسلمانوں کو مسلّم ہے مگر تعجب ہے کہ وہ انسانوں میں سے کسی کے رسول بنائے جانے پر اعتراض کررہے ہیں۔

(۲) يَابَنِىْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِىْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (الاعراف:۳۶)

کہ اے آدمزادو! جب بھی تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں اور تم پر میری آیات پڑھیں تو یاد رکھو کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کریں گے اور اصلاح کریں گے ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے''

اس آیت میں یہ بشارت ہے کہ جب تک آدمزاد موجود ہیں اور صفحۂ زمین انسانوں سے آباد ہے ان میں نبی اور رسول آتے رہیں گے اور انسانوں کا فرض ہے کہ ان پر ایمان لائیں۔

یاد رہے کہ اسی سورۃ میں آیت نمبر ۲۷ اور نمبر ۲۸ اور نمبر ۳۲ میں لفظ بنی اٰدم استعمال ہوا ہے۔ اس سے ہر جگہ ساری نسلِ آدم مراد ہے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو درحقیقت اس سے وہی لوگ مراد ہیں جو نزول قرآن مجید کے وقت اور اس کے بعد موجود تھے یا ہونے والے تھے۔ ایک آیت میں فرمایا یَا بَنِیْ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتِکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلاَ تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۔ کہ اے آدمزادو! ہر مسجد میں اپنی زینت لے کر جاؤ، کھاؤ، پیؤ مگر اسراف نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس بنی اٰدم سے حضرت آدم کے وقت کی ان کی اولاد مخاطب تھی؟ پس آیت یا بنی اٰدم اما یأ تینکم رسلٌ منکم میں اصل خطاب آئندہ کے انسانوں سے ہے ہاں عمومی رنگ میں پہلے بھی شامل کئے جا سکتے ہیں مگر بہرحال اس کی تو ہرگز گنجائش نہیں کہ بنی اٰدم سے مراد صرف پہلے کے انسان ہوں۔ گویا بعد کے انسان آدمزاد ہی نہیں ؂

(۳) وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرَاهِیْمَ رَبُّهٗ بِکَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِ ی الظّٰلِمِیْنَ (البقرہ:۱۲۵)

؂ :۔ امام سیوطیؒ یا بنی اٰدم کے متعلق لکھتے ہیں فانهٗ خطاب لاهل ذالك الزمان ولکل من بعده کہ اس میں سب زمانے کے لوگوں سے خطاب کیا گیا ہے (اتقان جلد ۲)

یاد کرو جب حضرت ابراہیم کی اس کے رب نے چند اوامر کے ذریعہ آزمائش کی اور حضرت ابراہیم نے انہیں ٹھیک ٹھیک پورا کر دیا تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیمؑ! میں تجھے لوگوں کے لئے امام بناتا ہوں تو اب سے ہمارا نبی اور رسول ہے۔ حضرت ابراہیم نے عرض کی اے خداوند! میری اولاد میں بھی یہ سلسلہ امامت جاری رکھیو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں مگر ظالموں سے میرا یہ عہد نہیں ہے‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے حضرت ابراہیم کی نسل کے لئے اسی امامت کا وعدہ فرماتا ہے جو حضرت ابراہیم کو عطا ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ امامت سے

مراد نبوت ہی ہے۔ لغت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور قرآن مجید میں فرمایا ہے وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّۃَ (عنکبوت ۲۸) کہ ہم نے نسلِ ابراہیمؑ میں نبوت کو جاری کیا‘‘

اس آیت کے رو سے جب تک نسلِ ابراہیمؑ روئے زمین پر آباد ہے اور وہ ساری کی ساری الظالمین کے گروہ میں شامل نہیں ہوگئی ان میں سلسلہ انبیاء ورسل جاری رہنا ضروری ہے۔

اگر مسلمان غور کریں کہ آنحضرت ﷺ نے درود شریف میں کما صلیت علی ابراهیم وعلی اٰل ابراهیم اور کما بارکت علی ابراهیم وعلی اٰل ابراهیم کے لفظ خاص طور پر کیوں مقرر فرمائے ہیں، ان کی کیا حکمت ہے؟ تو وہ فوراً سمجھ سکتے ہیں کہ اب چونکہ جملہ ابراہیمی وعدوں اور برکات کی وارث امت محمدیہ ہی ہے اور ان سے باہر کے گروہ الظالمین میں شامل ہو گئے ہیں اس لئے اب یہ نعمت اور یہ امامت ابراہیمی صرف نبی پاک ﷺ کے متبعین کے لئے مخصوص ہے۔ باقی لوگ اس نعمت کے پانے سے محروم ہیں مگر حضرت خاتم النبیینؐ کے پیرو امامت ابراہیمی کے انعام کو پاتے رہیں گے۔

(۴) یٰٓاَ یُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِیْرًا وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجاً مُنِیْرًا. وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلاً کَبِیْراً. (احزاب:۴۶ تا ۴۸)

ترجمہ:۔ اے نبی! ہم نے تجھے شاہد بنا کر بھیجا ہے تو مبشر اور نذیر ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے اس کی طرف بلانے والا ہے اور تجھے روشن کرنے والا چراغ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ پس تو مومنوں کو بشارت دے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل کبیر مقدر ہے‘‘

خاتم النبیین کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ میں آنحضرت ﷺ اور آپؐ کی امت کے مقام کی وضاحت کرتے ہوئے آپؐ کو سراجاً منیراً ٹھہرایا ہے۔ آپؐ ایسے روشن چراغ ہیں جس سے تمام آفاق میں نور پھیلے گا اور آپؐ اپنے امتیوں کو منور کریں گے۔ لفظ سراجاً منیراً کے متعلق امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی لکھتے ہیں:۔

’’قال القاضی ابوبکر بن العربی قال علماؤنا سمی سراجاً لان السراج الواحد یوخذ منه السرج الکثیرۃ ولاینقص من ضوئه

شیء"

ترجمہ:۔ کہ قاضی ابوبکر بن العربی کہتے ہیں کہ ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو سراج (چراغ) اس لئے قرار دیا گیا کہ ایک چراغ سے صدہا دوسرے چراغ روشن کئے جاسکتے ہیں مگر اصل چراغ کی روشنی میں اس سے کوئی کمی نہیں آتی"

(زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد۳ ص ۱۷۱ مطبع ازھریہ مصریہ ۱۳۲۶ھ)

عام لوگ تو لفظ خاتم النبیین کو افضال ربانیہ کے انقطاع کے لئے بطور دلیل ذکر کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہی آنحضرت ﷺ کو سراجاً منیراً قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ فَضْلاً كَبِيْراً (احزاب:۴۸) کہ آپ اپنے امتی مومنوں کو بشارت دے دیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل کبیر (بڑا فضل) مقرر ہے۔

(۵) امت محمدیہ کے لئے جو فضل الٰہی مقرر ہے اس کی تشریح خود اللہ تعالیٰ نے فرمادی۔ فرمایا:۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُوْلٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُوْلٰئِكَ رَفِيْقاً. ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْماً (النساء:۷۰۔۷۱)

ترجمہ:۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (محمد ﷺ) کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے یعنی ان کے ہم پایہ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے پہلے انعام فرمایا ہے یعنی نبیوںؑ، صدیقوںؓ، شہیدوںؓ اور صالحینؓ کے ہم درجہ ہوں گے۔ یہ لوگ بہترین رفیق ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے"

اس آیت پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں امت محمدیہ کے درجات و مراتب کا بیان ہے۔ گویا سورۃ احزاب میں مسلمانوں کو جس فضل کی بشارت دی گئی ہے وہ یہی چار درجات ہیں جو سورۃ نساء میں بیان ہوئے ہیں۔ اسی لئے ان کے ذکر کے بعد فوراً فرمایا ہے **ذٰلک الفضل من الله**۔ کہ یہ وہی موعود فضل الٰہی ہے جس کا وعدہ مومنین امت خاتم النبیین محمد ﷺ کو سورۃ احزاب میں دیا گیا تھا۔ آیت خاتم النبیین کے آخر پر **وکان الله بکل شیء علیماً** لایا گیا ہے اور آیت **من یطع الله والرسول** کے آخر پر بھی اسی کے ہم معنی **کفیٰ بالله علیماً** ذکر ہوا ہے تا صاف دلالت ہو کہ اس آیت میں خاتمیت محمدیہ کی تشریح کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان انعامات اور افضال کا ذکر ہے جو آپ کی امت کے لئے علیٰ قدر مراتب مقدر ہیں۔

امام راغبؒ اپنی کتاب المفردات فی غریب القران میں لکھتے ہیں:۔

"مع یقتضی الاجتماع اما فی المکان نحوهما معاً فی الدار اوْفی الزمان نحو ولد معاً او فی المعنی کالمتضایفین نحو الاخ والاب فان احدهما صار اخاً للاخر فی حال ما صار الاخر اخاه واما فی الشرف والرتبة نحوهما معاًفی العلو"

(المفردات زیر لفظ مع)

کہ لفظ مع اجتماع کا متقاضی ہے اور یہ اجتماع چار طرح سے ہوسکتا ہے۔ (۱) دونوں ایک مکان میں اکٹھے ہوں (۲) دونوں ایک زمانہ میں اکٹھے ہوں (۳) دونوں ایک اضافی معنی میں شریک ہوں (۴) دونوں ایک درجہ اور مرتبہ میں یکساں ہوں"

ظاہر ہے کہ امت محمدیہ کے لئے سابق نبیوںؑ، صدیقوںؓ، شہیدوںؓ اور صالحینؓ کے ساتھ زمانی اور مکانی معیت حاصل نہیں تھی۔ سابق منعم علیھم لوگوں کے ساتھ امت محمدیہ کی معیت صرف درجہ اور مرتبہ میں یکسانیت والی ہی ہوسکتی ہے۔ اسی قسم کی معیت آیت قرآنی وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ (آل عمران:۱۹۴) میں بھی مراد ہے۔ کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمیں نیک ہونے کی صورت میں موت دیجیو۔ یہ معنے ہرگز نہیں کہ جب کوئی نیک مرنے لگے تو ہماری بھی روح قبض کر لیجیو۔ چونکہ آیت **ومن یطع الله والرسول** میں خیر امت کے مراتب اور مناقب کا ذکر ہے، اس فضل کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے مقرر فرمایا ہے اسلئے اس جگہ اشتراک رتبہ کے معنے ہی ہو سکتے ہیں۔ اگر کہو کہ نبی کوئی نہیں بن سکتا تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ امت میں سے کسی کے صالح، شہید اور صدیق بننے کا بھی امکان نہیں کیونکہ مع کا لفظ تو سب کے ساتھ ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مع کے موقع کے لحاظ سے مختلف معنے ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں بھی یہ لفظ مختلف معنوں میں

آیا ہے جس سے بعض لوگوں کو غلطی لگ جاتی ہے لیکن لفظ مع لغت اور آیات کے رو سے اشتراک فی الرتبہ کے معنی بھی رکھتا ہے اور آیت زیر نظر میں اس معنی کے سوا کوئی معنے چسپاں نہیں ہو سکتے۔ ہماری اس تشریح سے جناب مودودی صاحب ایسے لوگوں کی غلطی بالکل عیاں ہو جاتی ہے جو اس آیت کے جواب میں آیات ۔مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۔ ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُم پیش کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا قیاس مع الفارق ہے۔

(٦) اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ (سورۃ الفاتحہ)

اے اللہ! تو ہمیں صراط مستقیم کی طرف رہنمائی فرما اور ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تو نے انعام فرمایا ہے۔ ان کی راہ سے بچا جو مغضوب علیہم تھے یا گمراہ اور ضالین تھے‘‘

اس آیت میں امت محمدیہ کو مغضوب علیہم اور ضالین کی راہ سے بچنے اور منعم علیہم کی راہ پر چلنے کی دعا سکھلائی گئی ہے۔ احادیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مروی ہے کہ مغضوب علیہم سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ یعنی جب ان دونوں پر روحانی زوال آیا تو وہ مغضوب علیہم ضالین بن گئے ورنہ پہلے وہ انعام پانے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یَا قَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکاً (المائدہ:٢١) کہ موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو یاد کرو کہ اس نے تم میں انبیاء پیدا کئے اور اس نے تمہیں بادشاہت عطا کی‘‘

دونوں آیتوں پر یکجائی نظر کرنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صراط الذین انعمت علیہم کی خود تعلیم کردہ دعا میں دراصل مسلمانوں کو بشارت دی ہے کہ تم پر بھی بادشاہت اور نبوت کا انعام جاری رہے گا کیونکہ یہ دونوں قومی انعام ہیں اور اب تم کو اللہ تعالیٰ نے منعم علیہم بنانے کا فیصلہ فرمایا ہے تم خیر امت ہو اور حضرت خیر الرسل کے ماننے والے ہو اس لئے اب تم کو ہی یہ انعام ملتا رہے گا۔ البتہ دعا کرتے رہو کہ خدایا ہمیں منعم علیہم بننے کے بعد پھر کبھی یہود و نصاریٰ کی طرح مغضوب علیہم یا ضالین نہ بنائیو۔

(٧) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتَابٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ.

(آل عمران:٨٢)

ترجمہ:۔ یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ پختہ عہد لیا کہ میں نے ہی تم کو کتاب اور حکمت دی ہے۔ پس اگر کوئی رسول تمہاری تعلیمات کا مصدق تمہارے پاس آئے تو اس پر ضرور ایمان لانا اور اس کی ضرور نصرت کرنا۔ فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرے عہد کو قبول کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں‘‘

اس آیت میں نبیوں سے عہد لینے کا ذکر ہے۔ مراد یہی ہے کہ ہر نبی کے ذریعہ اس کی امت سے اقرار لیا گیا کہ آنے والے پیغمبر پر ایمان لائے اور اس کی تائید و نصرت کرے۔ اس آیت میں ’’**رسول مصدق لما معکم**‘‘ سے مطلق طور پر ہر آنے والا رسول مراد ہے اور اس طرح یہ آیت صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ ہر نبی کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے اور یہ سلسلہ رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔

ہاں اس آیت میں ’’**رسول مصدق لما معکم**‘‘ میں تنکیر کو تفخیم شان کے لئے بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور معنے یہ ہوں گے کہ اس میں سب سے بڑے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیشگوئی ہے سب امتیں آپ پر ایمان لانے کی مکلّف ہیں۔ آپ کے بعد کے انبیاء آپ کے اظلال ہیں وہ اس صورت میں آپؐ کے وجود با جود میں ہی شامل ہوں گے۔ اس صورت میں یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ آنحضرتؐ جملہ نبیوں کے مصدق ہیں جنہیں دوسری جگہ خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے۔ گویا قرآن مجید سے متعین ہو گیا کہ خاتم النبیین کے معنے مصدق النبیین کے ہیں وھو المراد۔

(٨) وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَاِبْرَاھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ وَاَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّیْثَاقاً غَلِیْظاً. لِیَسْئَلَ الصّٰدِقِیْنَ عَنْ صِدْقِھِمْ وَاَعَدَّ لِلْکَافِرِیْنَ عَذَاباً اَلِیْماً (احزاب:٨۔٩)

ترجمہ:۔ یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے ان کا پختہ عہد لیا اور تجھ سے بھی۔ نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ بن مریم علیہم السلام سے بھی۔ ہم نے سب سے مضبوط عہد لیا تا کہ اللہ تعالیٰ صادقوں سے ان کی سچائی کے بارے میں دریافت کرے۔ اس نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے‘‘

اس آیت میں صراحت سے فرمایا ہے کہ جن انبیاء سے میثاق لیا گیا ان میں آنحضرت ﷺ بھی شامل ہیں۔ سورہ آل عمران والی آیت کو ساتھ ملا کر تدبر کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کے ذریعہ بھی یہ عہد لیا گیا ہے کہ مسلمان آنے والے نبیوں پر ایمان لاتے رہیں۔ ورنہ سورہ احزاب کی آیت میں ’ومنک‘‘ کے الفاظ بے معنی قرار پاتے ہیں مشہور تفسیر حسینی میں اس کے معنے یوں لکھے ہیں:۔

’’واذاخذنا۔ یاد رکھو کہ لیا ہم نے من النبیین نبیوں سے میثاقھم عہد ان کا اس بات پر کہ خدا کی عبادت کریں اور خدا کی عبادت کی طرف بلائیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کریں۔ یا ہر ایک کو بشارت دیں اس پیغمبر کی کہ ان کے بعد ہوگا۔ اور یہ عہد پیغمبروں سے روز الست میں لیا گیا۔ ومنک اور لیا ہم نے تجھ سے بھی عہد اے محمدؐ ‘‘

(تفسیر حسینی اردو سورۃ احزاب زیر آیت ۷۔۸)

(۹) مَاكَانَ اللّٰـهُ لِيَذَرَ الْمُؤْ مِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ

(آل عمران:۱۸۰)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو۔ بلکہ وہ طیب وخبیث میں امتیاز کرتا رہے گا مگر وہ تم کو (براہ راست) غیب پر مطلع نہ کرے گا لیکن وہ جس کو چاہے گا اپنے رسولوں کے طور پر منتخب کرے گا۔ تم اے مسلمانو! اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اگر تم ایمان لاؤ گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہوگا‘‘

قارئین کرام! اس آیت میں خطاب صحابہ رضی اللہ عنہم اور ساری امت مسلمہ سے ہے۔ پہلی قوموں سے نہیں مسلمانوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ وہ خبیث اور طیب میں امتیاز کرے گا لیکن اس کے لئے یہ صورت نہ ہوگی کہ براہ راست ہر شخص کو یہ غیبی بات بتائی جائے کہ کون طیب ہے اور کون نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس امتیاز کے لئے یہ طریق اختیار فرمائے گا کہ وہ اپنے برگزیدہ رسول مبعوث کرتا رہے گا۔ اس وعدہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں پر ایمان لائیں۔ ایمان لانے اور تقویٰ اختیار کرنے کی صورت میں انہیں اجر عظیم ملے گا

یہ گویا آنحضرت ﷺ کے بعد کے امتی نبیوں پر ایمان لانے کا میثاق ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے بعد صرف آپ کی اطاعت کرنے والے اور آپؐ کی شریعت کا نفاذ کرنے والے انبیاء ہی آسکتے ہیں جیسا کہ دوسری نص وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ سے بالبداہت ثابت ہے۔

(۱۰) (الف) وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَاباً شَدِيْداً كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْراً

(بنی اسرائیل:۵۹)

(ب) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلاً (بنی اسرائیل:۱۶)

ترجمہ:۔ (الف) ’’قیامت سے پہلے پہلے ہم ہر بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں یا سخت عذاب دینے والے ہیں۔ یہ کتاب میں مقرر ہے‘‘

(ب) ’’ہم عذاب نہیں دیا کرتے جب تک رسول مبعوث نہ کرلیں‘‘

ان دونوں آیتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب اور ہلاکت سے پہلے بعثت رسول ضروری ہے تا منکرین یہ نہ کہہ سکیں رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلاً فَنَتَّبِعَ اٰيَاتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى. (طٰہٰ:۱۳۵) کہ اے خدا! اگر تو ہماری طرف کسی رسول کو مبعوث فرما دیتا تو ہم ذلیل ورسوا ہونے سے پیشتر تیری آیات کی پیروی کر لیتے‘‘

اب یہ مضمون واضح ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد آنے والے امتی رسولوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور منکرین اور معاندین اسلام پر ان کے ذریعہ

سے اتمام حجت ہوگی اور وہ مستحق عذاب قرار پائیں گے۔

ان دس آیات پر ادنیٰ تدبر سے یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ قرآن مجید کے رو سے من یطع اللہ والرسول کی قید کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے بعد امتی انبیاء کا آنا ممکن ہے۔ البتہ قرآنی شریعت کو منسوخ کرنے والے یا فیضان محمدیؐ کے منکر نبی نہیں آسکتے۔ پس اس حقیقت کی روشنی میں خاتم النبیین کی یہی تفسیر درست اور قابل قبول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نئی شریعت لانے والے انبیاء کا آنا ممتنع ہے مگر امتی نبیوں کی بعثت جاری ہے۔ اسی سے فیضان محمدیؐ کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔

آیات قرآنیہ کی شیعہ تفسیر۔ مسئلہ ختم نبوت پر آیات قرآنی کی رو سے روشنی ڈالی جاچکی ہے، اہلسنت کی روایات پر بھی تبصرہ موجود ہے۔ اب مختصر طور پر شیعہ کتب تفسیر وعقائد کے رو سے ختم نبوت کی حقیقت درج ذیل کی جاتی ہے تا شیعہ بھائیوں کو بھی سمجھنے میں سہولت رہے:۔

(۱) آیت اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظَّالِمِیْنَ. (سورہ البقرہ:۱۲۵)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم نبی اللہ سے کہا کہ میں تجھے لوگوں کے لئے امام بنانے والا ہوں تو انہوں نے عرض کی کہ میری اولاد میں سے بھی امام بنائیو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عہد ظالموں کو نہ ملے گا۔

اس آیت کے متعلق شیعہ تفسیر میں لکھا ہے:۔ "فابطلت ھذہ الایة امامة کل ظالم الیٰ یوم القیامة وصارت فی الصفوة (تفسیر صافی زیر آیہ مذکورہ) کہ اس آیت نے قیامت تک کیلئے ہر ظالم کی امامت کو باطل کر دیا۔ ہاں اس سے پاک لوگوں کی امامت قیامت تک ثابت ہوگئی۔ گویا امامت ابراہیمی کا سلسلہ جاری رہے گا۔

(۲) آیت ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدیٰ وَدِیْنِ الْحَقِّ میں رسول کے بھیجے جانے کا ذکر ہے۔ شیعہ صاحبان کے ہاں لکھا ہے:۔

(الف) "نزلت فی القائم من اٰل محمد" (بحار الانوار جلد ۱۲ ص ۱۲) کہ یہ آیت امام مہدی کے بارے میں نازل ہوئی۔ (ب) "مراد از رسول در اینجا امام مہدی موعود است" (غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۱۲۳ مطبع شمس الھند لاہور)

(۳) آیت یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ کے بارے میں شیعہ تفسیر میں لکھا ہے:۔

"قیل الروح الوحی.....وقیل ان الروح ھٰھنا النبوة عن السدی" (تفسیر مجمع البیان سورۃ المومن زیر آیت ۱۶)

کہ بعض نے اس آیت میں الروح سے مراد وحی لی ہے۔ سدّی کہتے ہیں کہ اس جگہ نبوت مراد ہے"

پس اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی نبوت کو جاری رکھے گا۔

(۴) آیت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین کے متعلق شیعہ صاحبان کا عقیدہ ہے کہ:۔

(الف) "ما بعث اللہ نبیاً من لدن اٰدم الا ویرجع الی الدنیا فینصر امیر المومنین" (تفسیر القمی ص ۲۳)

(ب) "فرمود کہ آں وقتے خواہد بود کہ حق تعالیٰ جمع کند در پیش روئے او پیغمبراں ومومناں را تا یاری کنند اورا" (حق الیقین ص ۱۵۶)

گویا شیعہ بھائیوں کے نزدیک امیر المومنین امام مہدی علیہ السلام کی نصرت کے لئے سب نبی تشریف لائیں گے۔ اس عقیدۂ رجعت کی رو سے جب سب نبی آسکتے ہیں تو ایک نبی کی بعثت پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟

(۵) آیت یا بنیٓ اٰدم اما یأتینکم رسل منکم کے متعلق شیعہ تفسیر میں لکھا ہے:۔

"فقال (یا بنی اٰدم) وھو خطاب یعم جمیع المکلفین من بنی اٰدم من جاءہ الرسول منھم ومن جاز ان یاتیه الرسول"

(مجمع البیان سورۃ اعراف زیر آیت ۳۵)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کا لفظ رکھا ہے جس سے تمام مکلّف انسان مراد ہیں۔ وہ بھی جن کے پاس رسول آچکے اور وہ بھی جن کے پاس رسولوں کا آنا ممکن ہے "

پس سب آدمزادوں کو نبیوں کے آنے کی خبر دی گئی ہے تو اس سلسلہ کا قیامت تک رہنا ضروری ہوا۔

(۶) آیت **فوهب لی ربی حکماً و جعلنی من المرسلین** کے متعلق لکھا ہے کہ امام مہدی یہ کہیں گے اور اس آیت کو اپنے اوپر چسپاں کریں گے۔ گویا امام مہدی مرسلین میں سے ہوں گے۔ (کتاب اکمال الدین ص ۱۸۹)

کیا اب ضرورت نبوت نہیں؟ شیعوں کی معتبر کتاب میں لکھا ہے کہ:۔

’’اگر کسی وقت میں نوع انسانی معلم روحانی کی محتاج تھی تو اب بھی ہے۔ الا یہ کہہ دیا جائے کہ انسان محتاج پیغمبر و امام و معلم روحانی نہ تھا اور بعثت معلمین الٰہی معاذ اللہ فضول اور لغو ہے۔ ورنہ جو اول ضرورت کو تسلیم کرتا ہے وہ اب بھی کریگا۔ جو پہلے انبیاء و اوصیاء و ائمہ کو مانتا ہے وہ اب بھی مانے گا اور وجود امام کو تسلیم کرے گا۔ وجود امام آخر الزمان کا منکر تمام انبیاء و اوصیاء کا منکر ہے اور یہی قول پیغمبرؐ سے بھی ثابت ہے‘‘

(الصراط السوی ص ۴۹۔۵۰ ناشر مینجر البرہان بکڈ پو اسلام پورہ لاہور)

امت محمدیہؐ میں نبوت:۔ حضرت امام ابو جعفرؒ ابراہیمی نسل کی نعمتوں ’’الرسل والانبیاء والائمۃ‘‘ کے ذکر پر فرماتے ہیں:۔

’’فکیف یقرون فی اٰل ابراهیم علیه السلام وینکرونه فی آل محمدٍ ﷺ‘‘

(الاصول من الجامع الکافی از ابو جعفر محمد بن یعقوب کتاب الحجه باب ان الائمة هم ولاة الامر)

کہ عجیب بات ہے کہ لوگ ان نعمتوں کا وجود آل ابراہیمؑ میں تو تسلیم کرتے ہیں لیکن آل محمدؐ میں ان کا انکار کرتے ہیں‘‘

پس امت محمدیہؐ میں تابع نبیوں کا آنا تعجب خیز نہیں بلکہ اس نعمت کا آل محمد ﷺ میں نہ پایا جانا حیرت کا موجب ہوگا۔

شیعوں کے لغوی حوالے:۔ (۱) شیعہ لغت مجمع البحرین میں لکھا ہے:۔

’’ومحمد خاتم النبیین یجوز فیه فتح التاء و کسرها فالفتح بمعنی الزینة ماخوذ من الخاتم الذی هو زینة للابسه‘‘ (زیر لفظ خَتَمَ)

کہ خاتم النبیین میں خاتَم اور خاتِم دونوں جائز ہیں اور خاتَم کے معنے زینت اور خوبصورتی کے ہوں گے۔ یہ انگوٹھی سے ماخوذ ہے جو کہ پہننے والے کے لئے موجب زینت ہوتی ہے‘‘

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شان ہے:۔ **’’الخاتم لما سبق و الفاتح لما انفلق‘‘** کہ آپؐ کے آنے سے پہلے دور ختم ہو گئے اور اب آپ نئے دور کے کھولنے والے ہیں‘‘

(نہج البلاغہ جلد ا ص ۱۴۳۔ دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر)

(۳) آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو خاتم الاولیاء قرار دیا۔

(تفسیر صافی از ملا محسن فیض کاشانی ص ۴۳۴ از انتشارات کتاب فروشے محمودی)

(۴) علامہ محمد سبطین نے اپنے رسالہ الصراط السوی میں آنحضرت ﷺ کو خاتم المعلمین قرار دیا ہے۔ (ص ۴۸ ناشر برہان بک ڈپو لاہور)

(۵) حضرت علیؓ نے اپنے آپ کو خاتم الوصیین کہا ہے۔

(منار الہدیٰ از علی بحرانی ص ۱۰۹۔۱۱۰ مطبع گلزار حسنی کائنہ بمبئی ۱۳۲۰ء)

(۶) مشہور شیعہ کتاب ’’من لا یحضرہ الفقیہ‘‘ کے ٹائٹل پیج پر الشیخ الصدوق کو خاتم المحدثین لکھا گیا ہے۔

کیا شیعہ صاحبان ماننے کے لئے تیار ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی معلم نہیں ہوا؟ حضرت علیؓ کے بعد کوئی ولی یا وصی نہیں ہوا؟ یا جناب الشیخ الصدوق کے بعد کوئی محدث نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا؟

تین فیصلہ کن حوالے:۔ اوّل۔ شیعہ تفسیر میں لکھا ہے:۔ **’’حشر الله الاولین والاٰخرین من النبیین والمرسلین‘‘** (تفسیر القمی جلد ۲ ص ۲۸۵ مطبع

النجف ۱۳۸۶ھ)

کہ اللہ تعالیٰ پہلے اور پیچھے آنے والے نبیوں کو اٹھائے گا“

قابل غور ہے کہ اگر کسی نبی کے آنے کا امکان ہی نہیں تو یہ پیچھے آنے والے نبی کون ہیں؟

دوم۔ شیعوں کی مستند کتاب اکمال الدین میں لکھا ہے:۔

”فالهداة من الانبياء والاوصياء لا يجوز انقطاعهم مادام التكليف من الله عز وجل لازماً للعباد“

(ازابی جعفر محمد بن علی القمی ص ۶۲۵ مطبع حیدریہ نجف)

ترجمہ:۔ جب تک بندے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مکلّف ہیں تب تک ہدایت دینے والے نبیوں اور وصیوں کا انقطاع جائز نہیں“

سوم۔ اللہ تعالیٰ کا قول تفسیر القمی میں لکھا ہے کہ اس نے **غرفة من الماء** کو ہاتھ میں لے کر کہا:۔

”منک اخلق النبيين والمرسلين وعبادی الصالحين والائمة المهتدين والدعاةالى الجنة واتباعهم الیٰ يوم القيامة ولا ابالی“

(جلد ا ص ۳۷ مطبع نجف)

ترجمہ:۔ (اے قطرہ پانی!) میں تجھ سے قیامت تک نبی، رسول، نیک بندے، ہدایت یافتہ امام، جنت کے داعی اور ان کے اتباع پیدا کرتا رہوں گا اور مجھے کسی کی پرواہ نہ ہوگی“

ان حوالہ جات سے بالبداہت ثابت ہے کہ شیعہ نقطہ نگاہ سے خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں کہ آپ کی امت کے لئے تمام ابواب نعمت مفتوح ہیں اور آپ ؐ سب سے افضل نبی ہیں۔ لفظ خاتم النبیین انقطاع نبوت غیر تشریعی پر دلیل نہیں ہے۔

فصل چہارم

احادیث نبویہؐ کی روشنی میں خاتم النبیین کا مفہوم

جناب مودودی صاحب نے چودہ احادیث پیش کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:۔

’’اب سوال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر قرآن کو سمجھنے والا اور اس کی تفسیر کا حقدار اور کون ہوسکتا ہے کہ وہ ختم نبوت کا کوئی دوسرا مفہوم بیان کرے اور ہم اسے قبول کرنا کیا معنی قابل التفات بھی سمجھیں‘‘ (ختم نبوت ص ۲۱)

بلاشبہ رسول مقبول ﷺ سب سے زیادہ قرآن مجید سمجھنے والے تھے اور بلاشبہ آپؐ کی تفسیر ہی اس بات کی حقدار ہے کہ اسے قبول کیا جائے اور اس کی مخالف کوئی اور بات قابل اعتناء نہ ہو۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے مگر مودودی صاحب کا اس موقعہ پر یہ ارشاد ’’**کلمة الحق ارید بها الباطل**‘‘ کا مصداق ہے۔

ہم جناب مودودی صاحب کی پیش کردہ چودہ روایات پر تفصیلی روشنی ڈالنے سے قبل لفظ خاتم النبیین کے معنوں کی تعیین از روئے حدیث کرنے کے لئے تین بنیادی مسائل ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں:۔

پہلا بنیادی مسئلہ:۔ قرآن مجید میں لفظ خاتم النبیین آنحضرت ﷺ کے لئے بطور مدح اور وصف وارد ہوا ہے۔ اس بارے میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ خاتم النبیین ہونا حضور ﷺ کی بلند ترین شان ہے اور یہ آپؐ کی ایسی فضیلت ہے جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں۔ خود جناب مودودی ساحب نے تیسرے نمبر پر جو حدیث پیش کی ہے اس میں حضورؐ نے فرمایا ’**فضلت علی الانبیاء بستٍ**‘ (ص ۱۴) کہ مجھے سب نبیوں پر چھ فضیلتیں حاصل ہیں جن میں سب سے بڑی اور آخری فضیلت یہ ہے **ختم بی النبیون** کہ مجھے خاتم النبیین بنایا گیا ہے۔ اس جگہ حدیث نبوی **انا سید الاولین و الاخرین من النبیین** (رواہ الدیلمی) بھی قابل توجہ ہے۔

پس جب یہ طے ہو گیا کہ خاتم النبیین آنحضرتؐ کی امتیازی فضیلت ہے تو اس کے معنوں کی تعیین کرتے وقت کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ ایسے معنے کئے جاویں جن سے آنحضرت ﷺ کی افضلیت ثابت ہو۔ اس مرحلہ پر ہم جناب مودودی صاحب اور ان کے سب ہمنواؤں سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ محض زمانے کے لحاظ سے پیچھے آنے اور آخری ہونے میں کیا وجہ فضیلت ہے؟ جواب دیتے وقت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی مندرجہ ذیل تصریح کو ضرور مد نظر رکھا جائے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

’’عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپکا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں **ولٰکن رسول الله و خاتم النبیین** فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی‘‘

(تحذیر الناس ص ۳)

ہمارے نزدیک خاتم النبیین کے معنوں کو حل کرنے کے لئے یہ مسئلہ ایک کلید ہے۔

دوسرا بنیادی مسئلہ:۔ اس جگہ دوسرا بنیادی مسئلہ حضرت مسیحؑ کی آمد کا عقیدہ ہے۔ مودودی صاحب نے اپنے کتابچہ میں اس بارے میں متعدد روایات درج فرمائی ہیں (جن پر ہم آگے چل کر اسی فصل میں بحث کر رہے ہیں) مودودی صاحب کو ان احادیث کے ظاہری معنوں پر اتنا اصرار ہے کہ آپ لکھتے ہیں کہ:۔

’’اس مقام پر یہ بحث چھیڑنا بالکل لاحاصل ہے کہ وہ (حضرت مسیحؑ) وفات پاچکے ہیں یا زندہ کہیں موجود ہیں بالفرض وہ وفات ہی پاچکے ہیں تو اللہ انہیں زندہ کرکے اٹھا لانے پر قادر ہے۔ وگرنہ یہ بات اللہ کی قدرت سے ہرگز بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو اپنی کائنات میں کہیں ہزارہا سال تک زندہ رکھے اور

جب چاہے دنیا میں واپس لے آئے‘‘ (ختم نبوت ص ۵۴)

اس عبارت کو پڑھ کر بار بار تعجب ہو رہا ہے کہ جناب مودودی صاحب کے نزدیک صرف یہ بات ہی اللہ کی قدرت سے بعید ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو محمد عربی ﷺ کے کسی امتی کو مسیح ناصری کے مقام پر کھڑا کر سکے باقی سب کچھ وہ خدا کی قدرت میں مانتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ہم چند اہل حدیث علماء کے ساتھ ریل کے ایک ڈبہ میں بدوملہی سے لاہور آ رہے تھے تو ایک خوش طبع مولوی صاحب نے مجھے فرمایا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کو ’’علیٰ کل شیءٍ قدیر ‘‘ مان لیں تو ہمارا آپ کا فوراً فیصلہ ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں تو یہ ایمان رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو وہ صاحب فرمانے لگے کہ کیا آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ حضرت مسیحؑ کو آسمان پر لے جانے پر بھی قادر ہے؟ میں نے کہا ہاں وہ ہر چیز پر قادر ہے‘ وہ مسیح کو آسمان پر لے جانے پر بھی قادر ہے۔ مولوی صاحب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ لو بھئی اب فیصلہ ہو گیا۔ میں نے عرض کیا کہ ابھی ادھورا فیصلہ ہوا ہے، ایک حصہ باقی ہے۔ میں نے کہا کہ وہ یہ کہ آپ بھی اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر مان لیں۔ مولوی صاحب نے فوراً کہا کہ ہم مسلمان تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو علیٰ کل شیءٍ قدیر مانتے ہیں۔ میں نے کہا اب پھر آپ میرے سوال کا جواب دیں اور وہ یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ حضرت میرزا غلام احمدؑ صاحبؑ کو مسیح موعود بنانے پر قادر ہے؟ مولوی صاحب کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ وہ ایسا تو نہیں کر سکتا۔ ڈبہ میں قہقہہ پڑ گیا اور میں نے کہا لیجیے آپ نے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا ہے ورنہ ابھی مکمل فیصلہ ہو جاتا۔

جناب مودودی صاحب کا دل وفات مسیح کے واضح دلائل کے سامنے ان کی وفات کو ’’فرض‘‘ کر لیتا ہے مگر پھر کہتا ہے کہ خدا انہیں دوبارہ زندہ کر کے لے آئے گا۔ غالباً محبت مسیح کے غلو میں یا اپنی ضد میں ان کو قرآن مجید کا صریح فیصلہ یاد نہیں رہا ورنہ وہ ایسی بات نہ کہتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ (الزمر:۴۳) کہ جس جان پر ایک دفعہ موت وارد ہو جائے اسے اللہ تعالیٰ دنیا میں دوبارہ بھیجنے کی بجائے عالم آخرت میں روک رکھتا ہے‘‘

خیر ہم اس جگہ وفات مسیحؑ پر بحث نہیں کر رہے، ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مودودی صاحب مسیحؑ کے دوبارہ آنے پر کتنے یقین کا اظہار کرتے ہیں اور ان کا آنا حدیثوں کے رو سے کتنا لازمی سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک وہ وفات بھی پا گئے ہوں تو دوبارہ زندہ کر کے بھیجے جائیں گے۔ مودودی صاحب کے اس عقیدہ سے مسئلہ ختم نبوت خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ مودودی صاحب ہزار تاویلیں کریں مگر وہ اپنے قلم سے اپنے رسالہ میں ایک فیصلہ کن حدیث نقل کر چکے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

لیس بینی وبینه نبی وانه نازل

کہ مسیح اور میرے درمیان اور کوئی نبی نہیں اور وہ آئندہ نازل ہونے والے ہیں۔ مودودی صاحب نے یہ حدیث اپنے کتابچہ کے صفحہ ۴۳ پر درج کی ہے۔ اس سے دو اہم مسئلے طے ہو جاتے ہیں:۔

(۱) آنے والا مسیح موعود بہر حال نبی ہے۔

(۲) آنحضرتؐ اور مسیح موعود کے درمیانی زمانہ میں کوئی نبی آنے والا نہیں۔

دوسرے واضح نتیجہ سے ان تمام احادیث کی تشریح ہو جاتی ہے جن میں لا نبی بعدی کے قسم کے الفاظ مروی ہیں۔ گویا یہ نفی اس زمانہ سے متعلق ہے جو آنحضرتؐ اور مسیح موعود کا درمیانی زمانہ ہے۔

پہلا نتیجہ بھی واضح ہے اگر مسیح موعود غیر نبی ہوتا تو لیس بینی وبینه نبی کہنا بے معنی ٹھہرتا ہے۔

خاتم النبیین کے معنوں کے سمجھنے کے لئے یہ دوسری کلید ہے۔

تیسرا بنیادی مسئلہ:۔ واقعات یوں ہیں کہ ۵ ہجری میں آیت خاتم النبیین کا نزول ہوا۔ ۹ ہجری میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا صاحبزادہ ابراہیم تولد ہوا اور فوت ہو گیا۔ اس کی وفات پر نبی پاک ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا لو عاش لکان صدیقاً نبیاً (ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الصلوۃ علی ابن رسول اللہ ﷺ وذکر وفاته)

کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ حضور کا یہ ارشاد آیت خاتم النبیین کے نزول کے بعد ہے اور درحقیقت یہ خاتم النبیین کی واضح تفسیر ہے۔

اس ارشاد نبویؐ سے واضح ہے کہ خاتم النبیین کا لفظ آپؐ کے نزدیک صدیق نبی یا امتی نبی بننے میں ہرگز روک نہیں۔ ورنہ اس موقعہ پر یوں ارشاد فرماتے کہ اگر یہ زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ بن سکتا کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ مگر حضورؐ نے جو ارشاد فرمایا اس سے عیاں ہے کہ حضورؐ کا خاتم النبیین ہونا تو صاحبزادہ ابراہیم کے نبی بننے میں روک نہ تھا محض اس کا وفات پا جانا روک تھا۔ جس سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کے باوجود امتی نبیوں کا دروازہ کھلا ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ کسی ہونہار طالب علم کے فوت ہو جانے پر کہا جائے کہ اگر یہ زندہ رہتا تو ایم۔ اے کر لیتا۔ ظاہر ہے کہ یہ فقرہ اسی صورت میں کہا جائے گا جب ایم اے پاس کرنا ممکن ہو۔ اسی طرح **لوعاش لکان صدیقاً نبیاً** کا تقاضہ ہے کہ امتی نبوت کو اپنی ذات میں ممکن مانا جائے۔

حدیث **لوعاش لکان صدیقاً نبیاً** کے متعلق لکھا ہے :۔

”**اما صحة الحدیث فلا شبهة فیها لانه رواه ابن ماجة وغیره کما ذکره ا بن حجر**“ (الشہاب علی البیضاوی جلد۷ ص ۱۷۵)

امام ملا علی قاریؒ اس حدیث کو تین طریقوں سے مروی اور قوی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

”**لو عاش ابراهیم وصار نبیاً وکذا لو صار عمر نبیاً لکانا من اتباعه علیه السلام کعیسیٰ والخضر والیاس علیهم السلام فلا یناقض قوله تعالیٰ خاتم النبیین اذ المعنی انه لا یاتی نبی بعده ینسخ ملتهٗ ولم یکن من امته ویقوی حدیث لو کان موسیٰ علیه السلام حیاً لما وسعهٗ الا اتباعی**“

یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی بن جاتے، اسی طرح حضرت عمرؓ نبی بن جاتے تو آنحضرت ﷺ کے متبع یا امتی نبی ہوتے جیسے عیسیٰ، خضر اور الیاس علیہم السلام ہیں۔ یہ صورت خاتم النبیین کے منافی نہیں۔ کیونکہ خاتم النبیین کے تو یہ معنے ہیں کہ اب آنحضرتؐ کے بعد ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ قرار دے اور آپؐ کا امتی نہ ہو۔ ان معنوں کی تائید حدیث **لو کان موسیٰ حیاً** سے بھی ہوتی ہے کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا“

(موضوعات کبیر ملا علی قاری ص ۵۸۔۵۹ مطبع مجتبائی دہلی)

پس حدیث نبوی **لو عاش لکان صدیقاً نبیاً** تیسری کلید ہے جس سے وہ تمام اشکال حل ہو جاتے ہیں جو احادیث کے غلط معنے کر کے مودودی صاحب نے پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

مودودی صاحب کی روایات کی پہلی حدیث:۔ آیئے اب ہم ان بنیادی مسائل کی روشنی میں جناب مودودی صاحب کی پیش کردہ احادیث کا تفصیلی جائزہ لیں۔

کانت بنو اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلک نبی خلفه نبی.....الخ

الجواب (۱) ”**سیکون فی امتی خلفاء**“ کے الفاظ جو حدیث میں آئے ہیں صاف بتا رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے بعد قریب کا زمانہ مراد لیا ہے۔ جیسا کہ لفظ ”س“ سے ظاہر ہے جو مستقبل قریب کے لئے آتا ہے۔ یعنی میرے معاً بعد خلفاء ہوں گے اور معاً بعد نبی کوئی نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس حدیث سے ہمیشہ کے لئے امتی نبوت کی نفی پر استدلال درست نہیں۔

(۲) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں معمول یہ تھا کہ ان میں نبی بادشاہ بھی ہوتا تھا۔ جب کوئی نبی مرتا تو اس کا جانشین بھی بادشاہ ہی ہوتا تھا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری امت میں بادشاہت اور نبوت جمع نہیں ہوں گی۔ چنانچہ دیکھ لو ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، بادشاہ (خلیفے) تو ہوئے نبی نہ تھے۔ اور جو نبی ہوا (مسیح موعودؑ) وہ بادشاہ نہ ہوا۔

(۳) اس حدیث سے یہ نکالنا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد مطلقاً کوئی نبی نہیں ہوگا قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے آنے والے مسیح موعود کو مسلم کی حدیث میں ”**نبی الله**“ کر کے پکارا ہے

(دیکھو مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال و مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال) (۴) یہ حدیث صرف آنحضرت ﷺ اور مسیح موعودؑ کے

درمیانی زمانہ کے لئے ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے **"لیس بینی وبینه نبی وانه نازل"**

(ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال)

کہ مسیح موعود اور میرے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا۔ بخاری میں بھی **"لیس بینی وبینه نبی"** کے الفاظ آئے ہیں۔ (بخاری جلد۲ ص ۱۵۸ مصری۔ کتاب بدء الخلق)

دوسری حدیث:۔ **"مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کقصرٍ"** الحدیث (قصر نبوت والی حدیث)

الجواب الاول:۔ یہ روایت قابل استناد نہیں کیونکہ بلحاظ روایت ضعیف ہے۔ یہ دو طریقوں سے مروی ہے۔ پہلے طریقہ میں زہیر بن محمد تمیمی ضعیف ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے:۔

"قال معاویة عن یحیٰ ضعیف وذکرهٗ ابو ذرعة فی اسامی الضعفاء قال عثمان الدارمی له اغالیط کثیرة قال النسائی ضعیف وفی موضع اٰخر ولیس بالقوی"

(تہذیب التہذیب جلد۳ ص ۳۰۱ زیر نام زھیر بن محمد تمیمی طبعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان)

کہ زہیر تمیمی۔ امام یحیٰی کے نزدیک اور ابوذرعہ کے نزدیک ضعیف ہے۔ عثمان الدارمی کہتے ہیں کہ اس کی غلط روایات کثرت سے ہیں۔ نسائی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے"

اس حدیث کے دوسرے طریقہ میں عبداللہ بن دینار، مولیٰ عمر، اور ابوصالح الخوزی ضعیف ہیں۔ عبداللہ بن دینار کی روایت کو عُقیلی نے مخدوش قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد۵ ص ۱۷۷ طبعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان) اور ابوصالح الخوزی کو ابن معین ضعیف قرار دیتے ہیں

(تہذیب التہذیب جلد۱۲ ص ۱۴۵ طبعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان و میزان الاعتدال جلد۳ ص ۳۶۵ مطبع حیدرآباد)

الجواب الثانی۔ باوجودیکہ اس روایت کے بعض راوی ضعیف ہیں۔ اگر بغرض بحث اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی بیان کردہ مفہوم غلط ہے بلکہ اس حدیث کا جو مطلب لیا جاتا ہے اس میں آنحضرت ﷺ کی ہتک ہے۔ کیونکہ علماء کی تشریح کے مطابق صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اور آنحضرت ﷺ نے آکر ایک اینٹ کی جگہ پُر کردی۔ گویا آنحضرت ﷺ تشریف نہ لاتے تو نبوت کے محل میں صرف ایک ہی اینٹ کی تھوڑی سی جگہ خالی رہ جاتی تھی۔ جیسے ایک بہت بڑے محل میں ایک معمولی سوراخ۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **لولاک لما خلقت الافلاک**۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں تمام جہان کو پیدا نہ کرتا۔

پس اس حدیث سے وہ مفہوم مراد نہیں ہے جو مولوی صاحبان بیان کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس حدیث میں شریعت کے محل کا ذکر ہے جس کو نبی تعمیر کرتے ہیں۔ انبیاء سابقین اپنے اپنے وقت میں ضرورت کے مطابق احکام شریعت لاتے رہے اور اس محل کے لئے مصالحہ جمع ہوتا رہا۔ چونکہ عقل انسانی ابھی ارتقاء کے بلند ترین مقام تک نہیں پہنچی تھی اس لئے وہ شریعتیں ناقص تھیں اور ان میں کمی باقی تھی۔ آنحضرت ﷺ جب تشریف لائے تو اس وقت تکمیل عقل انسانی ہو چکی تھی اور پورے احکام شریعت کو سمجھنے کی اہلیت پیدا ہو چکی تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بھیجا۔ آپؐ نے آکر پہلی شریعتوں کو بھی قرآن شریف میں شامل کر لیا اور جو کمی باقی تھی اس کو بھی پورا کر کے شریعت کے محل کو مکمل کر دیا۔ قرآن مجید میں ہے **"فیها کتب قیمة"** گویا اس میں سب پہلی شریعتیں بھی شامل ہیں۔ فتح الباری جلد۶ ص ۵۵۹ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور پر اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے **المراد ھٰھنا النظر الی الاکمل بالنسبة الی الشریعة المحمدیة مع ما مضیٰ من الشرائع الکاملة**۔ کہ اس جگہ سابقہ شریعتوں کے مقابلہ میں شریعت محمدیہؐ کے اعلیٰ کمال کا ذکر مراد ہے" پس یہ شریعت لانے والے نبیوں کی مثال ہے جن میں آخری شارع نبی آنحضرت ﷺ ہیں۔

الجواب الثالث:۔ اس حدیث میں **"الانبیاء من قبلی"** کا فقرہ بتاتا ہے کہ اس میں آنحضرت ﷺ نے صرف پہلے انبیاء ہی کا ذکر کیا ہے۔ بعد میں آنے والے انبیاء کا ذکر مقصود نہیں۔ اس قید سے ضمنی طور پر بعد کے غیر تشریعی انبیاء کے آنے کا ثبوت مترشح ہوتا ہے۔ چونکہ آنحضرتؐ کے بعد تشریعی نبی آنے والا نہ تھا، اس

لئے تشریعی نبیوں کے مدنظر من قبلی فرمایا گیا۔

الجواب الرابع: ۔ غیر احمدی علماء بتلائیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ اینٹ کہاں لگے گی؟ جہاں سے ان کے لئے گنجائش نکالو گے وہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے بھی گنجائش موجود ہے۔ اگر کہو عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں تو معلوم ہوا کہ ابھی عیسیٰ علیہ السلام والی اینٹ نہیں لگی۔ پھر آنخضرت ﷺ کو فرمانا چاہئے تھا کہ دو اینٹوں کی جگہ باقی ہے۔ ایک میں اور ایک عیسیٰ بن مریمؑ۔ بہر حال یہ حدیث بھی امتی نبی کے منافی نہیں۔

تیسری حدیث: ۔ اس نمبر پر مودودی صاحب نے حدیث **فضلت علی الانبیاء بستٍّ** درج فرمائی ہے جس پر ہم اسی فصل کے شروع میں زیر ''بنیادی مسئلہ نمبر ۱'' میں لکھ چکے ہیں، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

چوتھی حدیث: ۔ حدیث میں ہے **ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی''** (ترمذی مسند احمد عن انسؓ)

جواب نمبر ۱: ۔ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کے چاروں راوی (۱) حسن بن محمد عنبر (۲) عفان بن مسلم (۳) عبد الواحد بن زیاد (۴) المختار بن فلفل ضعیف ہیں۔ گویا سوائے حضرت انسؓ کے شروع سے لیکر آخر تک تمام سلسلہ اسناد ضعیف راویوں پر مشتمل ہے۔ حسن بن محمد عنبر کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں:۔

''ضعفه ابن قانع وقال الدار قطنی تکلموا فیه''

(میزان الاعتدال زیر نام الحسن بن محمد بن عنبر جلد ۲ ص ۴۳ دار الفکر العربی)

یعنی ابن قانع کہتے ہیں کہ حسن بن محمد ضعیف تھا۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک اس راوی کی صحت کے بارے میں کلام ہے''

اسی طرح دوسرے راوی عفان بن مسلم کے متعلق ابو خثیمہ کہتے ہیں ''**انکرنا عفان**'' (میزان الاعتدال زیر نام عفان بن مسلم جلد ۴ ص ۱-۲ دار الفکر العربی) کہ ہم اس راوی کو قابل قبول نہیں سمجھتے۔

تیسرے راوی عبد الواحد بن زیاد کے متعلق لکھا ہے ''**قال یحیٰ لیس بشیءٍ**'' (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۶۷۴ زیر نام عبد الواحد بن زیاد دار الفکر العربی) کہ یحیٰ کہتے ہیں کہ یہ راوی کسی کام کا نہیں ہے۔

اسی طرح چوتھے راوی مختار بن فلفل کے متعلق لکھا ہے '**یخطیء کثیراً تکلم فیه سلیمان فعدهٗ فی روایات المناکیر عن انسٍ**'' (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۶۲ زیر نام مختار بن فلفل طبعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان) کہ یہ راوی روایات میں اکثر غلطی کرتا تھا۔ سلیمان نے کہا ہے کہ یہ راوی حضرت انسؓ سے نا قابل قبول روایات بیان کرنے والوں میں سے ہے۔ چنانچہ روایت زیر بحث بھی اس راوی نے انسؓ سے ہی روایت کی ہے لہٰذا محدثین کے نزدیک یہ روایت قابل انکار ہے اور حجت نہیں۔

جواب نمبر ۲: ۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:۔

''ان النبوة التی انقطعت بوجود رسول الله ﷺ انما هی نبوة التشریع لا مقامها فلا شرع یکون ناسخاً لشرعه ﷺ ولا یزید فی شرعه حکماً اٰخر وهذا معنیٰ قوله ﷺ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لانبیٌ یکون علی شرعٍ یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی'' (فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۳ مطبع دار الکتب العربیہ مصر)

کہ ''وہ نبوت جو آنخضرت ﷺ پر منقطع ہوئی ہے وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت۔ اب آنخضرت ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہیں آسکتی۔ نہ اس میں کوئی حکم کم کرسکتی ہے نہ زیادہ۔ یہی معنی ہیں آنخضرت صلعم کے اس قول کے کہ ''**ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی** یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر ہو۔ بلکہ اگر نبی آسکتا ہے تو وہ میری شریعت کے ماتحت آئے گا''

پانچویں حدیث: ۔ ''**انا العاقب والعاقب الذی لیس بعده نبیٌ.**

(ترمذی جلد ۲ باب فضائل النبی صلعم)

جواب:۔ یہ روایت قابل حجت نہیں۔ کیونکہ اس کا ایک راوی سفیان بن عینیہ ہے جس نے یہ روایت زہری سے لی ہے۔ سفیان بن عینیہ کے متعلق لکھ ہے:۔

”کان یدلس قال احمد یخطئ فی نحو من عشرین حدیثاً عن الزھری عن یحیٰ بن سعید القطان قال اشھد ان سفیان بن عیینة اختلط سنة سبع و تسعین و مائة فمن سمع منه فیھا فسماعه لاشیء“

(میزان الاعتدال جلد۲ص۱۷۰ زیرنام سفیان بن عینیہ دارالفکر العربی)

یعنی یہ راوی تدلیس کیا کرتا تھا۔ امام احمد کہتے ہیں کہ زہری سے قریباً بیس روایات میں اس نے غلطی کی (یہ عاقب والی روایت بھی اس نے زہری سے لی ہے) یحیٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ سفیان بن عینیہ کے حواس ۱۹۷ھ میں بجا نہ رہے تھے۔ پس جس نے اس سال (یا اس کے بعد) اس سے روایت لی ہے وہ بے حقیقت ہے“

اس روایت کے دوسرے راوی زہری کے متعلق بھی لکھا ہے ”**کان یدلس فی النادر**“

(میزان الاعتدال جلد۴ زیرنام محمد بن مسلم الزہری دارالفکر العربی وانوار محمدی جلد۲ص۴۴۸)

کہ راوی کبھی کبھی تدلیس بھی کرلیا کرتا تھا۔ پس اس روایت میں بھی اسی راوی نے از راہ تدلیس ”**والعاقب الذی لیس بعده نبیٌ**“ کے الفاظ بڑھا دئے۔ کیونکہ شمائل ترمذی شریف مجتبائی میں جہاں یہ حدیث ہے وہاں ”**والعاقب الذی لیس بعدهٗ نبیٌ**“ کے الفاظ کے اوپر بین السطور لکھا ہے ”**ھذا قول الزھری**“ کہ یہ آنحضرت ﷺ کا قول نہیں بلکہ زہری کا اپنا قول ہے (شمائل ترمذی باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ)

جواب نمبر۲:۔ ”عاقبٌ“ عربی لفظ ہے اور صحابہ ؓ جن کے سامنے آنحضرت ﷺ کلام فرما رہے تھے وہ بھی عرب تھے پھر آنحضرت ﷺ کو ترجمہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ ترجمہ ہی صاف بتا رہا ہے کہ یہ ترجمہ کسی ایسے آدمی نے کیا ہے جو اس حدیث کو ایسے لوگوں کے سامنے بیان کر رہا ہے جو فصیح عرب نہ تھے۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاریؒ نے صاف فرما دیا ہے:۔

”الظاھر ان ھذا التفسیر للصحابی او من بعده و فی شرح مسلم قال ابن الاعرابی العاقب الذی یخلف فی الخیر من کان قبله“

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد۵ص۳۷۶ و برحاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی باب اسماء النبیؐ)

پس صاف ظاہر ہے کہ ”العاقب الذی لیس بعدہٗ نبیٌ“ کسی صحابی یا بعد میں آنے والے شخص نے بطور تشریح بڑھا دیا ہے۔ اور ابن اعرابی نے کہا ہے کہ عاقب وہ ہوتا ہے جو کسی اچھی بات میں اپنے سے پہلے کا قائم مقام ہو“

چھٹی حدیث:۔ ”**انا اٰخر الانبیاء و انتم اٰخر الامم**“

جواب نمبر۱:۔ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ ابن ماجہ نے جن راویوں سے اسے نقل کیا ہے ان میں سے عبدالرحمان بن محمد المحاربی اور اسمٰعیل بن رابع (ابو رافع) ضعیف ہیں۔ عبدالرحمان بن محمد کے متعلق لکھا ہے:۔

”قال ابن معین یروی المناکیر عن المجھولین قال عبد اللہ بن احمد بن حنبل عن ابیه انّ المحاربی کان یدلس ..... قال ابن سعید کان کثیر الغلط“ (میزان الاعتدال جلد۲ص۵۸۵ دارالفکر العربی وتہذیب التہذیب جلد۶ص۲۳۸ زیرنام عبدالرحمٰن محمد المحاربی عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

کہ ابن معین کہتے ہیں کہ یہ راوی مجہول راویوں سے نا قابل قبول روایات بیان کیا کرتا تھا۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ راوی تدلیس کیا کرتا تھا ۔۔۔۔۔ ابن سعید کہتے ہیں یہ راوی بہت غلط روایات کیا کرتا تھا“

اس حدیث کا دوسرا راوی ابو رافع اسمٰعیل بن رافع بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ لکھا ہے:۔

”ضعفهٗ احمد ویحیٰ وجماعةٌ قال الدارقطنی متروک الحدیث قال ابن عدی احادیثهٗ کلها فیها نظرٌ“

(میزان الاعتدال جلد۱ص۲۳۷ زیرنام اسمٰعیل بن رافع دارالفکر العربی)

یعنی امام احمد، یحیٰ اور ایک اور جماعت محدثین نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دارقطنی اسے متروک الحدیث کہتے ہیں اور ابن عدی کے نزدیک اس کی تمام کی تمام روایات مشکوک ہیں“

جواب نمبر۲: ۔حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اس میں ان انبیاء کا ذکر ہے جو آ کر نئی امت بناتے ہیں۔ پس جو نبی نئی شریعت لے کر آئیں اور آنحضرت ﷺ کی اقتداء اور متابعت سے باہر ہو کر دعویٰ نبوت کریں صرف ان کے انقطاع کا اس حدیث سے استدلال ہو سکتا ہے۔

ساتویں حدیث: ۔اس نمبر پر مودودی صاحب نے مسند احمد سے لانبی بعدی کو دہرایا ہے جس پر دسویں حدیث کے ذیل میں تفصیلی جواب درج کیا جا رہا ہے۔

آٹھویں حدیث: ۔لانبوة بعدی الّا المبشرات۔ میرے بعد کوئی نبوت نہیں صرف بشارت دینے والی باتیں ہیں“ (ختم نبوت ص۱۶)

لفظ بعد پر بحث لانبی بعدی حدیث نمبر۱۰ کے ضمن میں درج ہے۔ المبشرات خود نبوت کا حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ (انعام:۴۹) کہ ہم رسولوں کو مبشر اور منذر بنا کر ہی بھیجا کرتے ہیں۔ عام آدمی کے مبشرات محض خواب ہیں مگر صلحاء، اولیاء اور انبیاء کے مبشرات علی الترتیب کشف، الہام اور وحی غیر تشریعی کی صورت میں ہوتے ہیں۔ پس اس حدیث سے بھی نفی تشریعی نبوت کی ثابت ہے۔ علامہ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

”اللام فی النبوة للعهد والمراد نبوته والمعنی لم یبق بعد النبوة المختصة بی الا المبشرات

(فتح الباری جلد۱۲ص۳۷۵ دارنشر الکتب السلامیہ لاہور)

یعنی اس حدیث میں جو النبوة کا لفظ آیا ہے اس سے مخصوص طور پر آنحضرت ﷺ کی اپنی نبوت مراد ہے (نہ کہ عام نبوت) اور مطلب یہ ہے کہ میری مخصوص نبوت میں سے شریعت والا حصہ تو ختم ہو گیا ہے مگر مبشرات باقی ہیں“

نویں حدیث: ۔”لو کان بعدی نبی لکان عمر“ (ترمذی جلد۲ص۲۰۹) کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔

الجواب نمبر۱: ۔ترمذی میں یہ حدیث موجود ہے مگر اس حدیث کے آگے لکھا ہوا ہے۔ **هذا حدیث حسن غریب لا نعرفه الا من حدیث مشرح بن هاعان** (ترمذی ابواب المناقب باب مناقب عمر) کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ مشکوٰة المصابیح میں ہے **رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب** (باب مناقب عمرؓ) اور حدیث غریب وہ ہے جس کا ایک ہی راوی ہوتا ہے۔ وہ حجت نہیں ہوتی۔

امام ترمذی نے اس روایت کو غریب اس لئے کہا ہے کہ یہ روایت صرف ایک ہی راوی مشرح بن ھاعان سے مروی ہے جس کے متعلق لکھا ہے:۔

”قال ابن حیان فی الضعفاء لایتابع علیها فالصواب ترک ما انفرد به قال ابن داؤد انه کان فی جیش الحجاج الذین حاصروا ابن الزبیر ورموا الکعبة بالمنجنیق “ (تہذیب التہذیب جلد۱۰ص۱۴۱ عبدالتواب اکیڈمی ملتان و میزان الاعتدال جلد۴ص۱۱۷ زیرنام مشرح بن ھاعان مطبوعہ دارالفکر العربی)

یعنی مشرح بن ھاعان کو ابن حیان نے ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی روایات کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ جس روایت کا یہ اکیلا ہی راوی ہو وہ روایت درست تسلیم نہ کی جائے بلکہ ترک کر دی جائے۔ ابن داؤد کہتے ہیں کہ یہ راوی حجاج کے لشکر میں شامل تھا جنہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کیا اور گھمانیوں سے کعبہ پر پتھر برسائے تھے“

پس یہ روایت اس شخص کی ہے جس نے کعبہ پر سنگ باری کی اور پھر اس روایت میں وہ منفرد بھی ہے۔ اور اس امر میں محدثین کا اتفاق ہے کہ مشرح بن ھاعان کی ایسی روایات جن میں وہ منفرد ہو قابل قبول نہیں ہوتیں۔

الجواب نمبر۲: ۔(الف) اس حدیث کی دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا ”لو لم ابعث لبعثت یا عمر“ (مرقاة شرح مشکوٰة

جلد۵ص ۵۳۹ نیز برحاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی باب المناقب) یہ حدیث صحیح ہے (تعقبات سیوطی ص ۱۷۱)

(ب) ”**لو لم ابعث فیکم لبعث عمر فیکم**“ (کنوز الحقائق جلد ا ص ۳ ۷۔ ازامام عبدالروف المناری المکتبۃ الاسلامیہ سمندری لائل پور) یعنی اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمرؓ تم میں مبعوث ہوجاتا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ مبعوث ہوگئے اس لئے عمرؓ نبی نہ بنے۔ پس اس حدیث سے بھی مطلق نبوت کی نفی نہیں ہوتیَ

دسویں حدیث:۔ ”**انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی**“ (بخاری)

الجواب نمبرا:۔ اس حدیث کی دوسری روایت ہے۔ **قال علیہ السلام یا علی أما ترضیٰ ان تکون منی کھارون من موسیٰ غیر انک لست بنبیٍ** (الطبقات الکبریٰ جلد۳ ص ۲۵ دار صادر بیروت) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے علی! کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ مجھے تو ایسا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ہارونؑ تھے۔ مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد تو نبی نہیں ہوگا۔ **لستَ بنبیٍ** نے **لانبی بعدی** کی تشریح کردی کہ آنحضرت ﷺ کا خطاب عام نہیں بلکہ خاص حضرت علیؓ کے لئے ہے۔ پھر یہ مشابہت بھی غزوہ تبوک کے عرصہ سے متعلق ہے دائمی نہیں ورنہ شیعوں کی طرف سے وہی ”فتنہ“ پیدا ہوجائے گا جس سے مودودی صاحب ڈرتے ہیں۔

جواب نمبر۲:۔ اسی بخاری میں آنحضرت ﷺ کی بعینہٖ ایسی ہی ایک اور حدیث ہے۔ **عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ**‘ (بخاری **کتاب الایمان والنذور باب کیف کانت یمین النبی**ؐ جلد۴ ص ۹۱ مصری) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کسریٰ مرے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب یہ قیصر مرے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔

اپنے متعلق ”**لانبی بعدی**“ اور قیصر کے متعلق ”**لا قیصر بعدہ**“ فرمایا کیا قیصر کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوا؟ اگر ہوئے ہیں اور نسلاً بعد نسلٍ ہوتے رہے ہیں تو پھر حدیث ”**لا قیصر بعدہ**“ کے کیا معنے ہیں؟ اگر اس کے معنے یہ ہیں کہ اس قیصر یا کسریٰ کے بعد اس شان کے قیصر اور کسریٰ نہ ہونگے جیسا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۶ میں لکھا ہے ”**معناہ فلا قیصر بعدہٗ یملک مثل ما یملک ھو**“ کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ قیصر مرجائے گا تو اس کے بعد کوئی ایسا قیصر نہ ہوگا جو اس طرح حکومت کرے جس طرح یہ کرتا ہے۔ تو **لانبی بعدی** کا مطلب بھی یوں ہوگا کہ آپؐ جیسا نبی آپؐ کے بعد نہیں ہوگا۔ کبھی ”لا“ موصوف کی صفت کے کمال کی نفی کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے ”**لا فتیٰ الا علی ولا سیف الا ذوالفقار**“ کیا حضرت علی کے بعد کوئی جوان نہیں ہوا؟ اور کیا ذوالفقار کے بعد کوئی تلوار نہیں بنی؟ یقیناً جوان ہوئے ہیں اور تلواریں بنی ہیں۔ پس مقولہ بالا میں علیؓ جیسے جوان کی اور ذوالفقار جیسی تلوار کی نفی ہے مطلق نہیں اسی طرح **لانبی بعدی** میں ”لا“ نفیٔ کمال صفت نبوت کے لئے آیا ہے۔ اور مراد آنحضرت ﷺ جیسے شارع مستقل نبی کی نفی ہے۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ حدیث ”**لا ھجرۃ بعد الفتح**“ کی تشریح میں فرماتے ہیں ’**واما قولہ علیہ السلام لاھجرۃ بعد الفتح فالمراد الھجرۃ المخصوصۃ**“ (تفسیر کبیر سورۃ انفال۔ زیر آیت ان الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم)

یعنی حضورؐ کا ارشاد ”**لا ھجرۃ بعد الفتح**“ کا مطلب یہ نہیں کہ فتح مکہ کے بعد ہر قسم کی ہجرت بند ہوگئی ہے بلکہ ایک خاص ہجرت مراد ہے جو کہ مکہ سے مدینہ کی طرف آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہوئی تھی۔ بعینہٖ اسی طرح لانبی بعدی میں بھی ہر قسم کی نبوت مراد نہیں بلکہ ایک مخصوص نبوت کا انقطاع مراد ہے جو شریعت جدیدہ کی حامل ہو اور جو قرآنی شریعت کو منسوخ کرے نیز براہ راست ہو۔

جواب نمبر۳:۔ پھر اس حدیث میں لفظ ’**بعدی**“ بھی غور طلب ہے۔ قرآن مجید میں لفظ **بعد** مغائرت اور مخالفت کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے۔

(۱) **فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ** (جاثیہ:۷) کہ اللہ اور اس کی آیات کے بعد کونسی بات پر وہ ایمان لائیں گے؟ ”اللہ کے بعد“ کا کیا مطلب، کیا اللہ کے فوت ہونے کے بعد؟ یا اللہ کی غیر حاضری میں ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ دونوں معنے باطل ہیں۔ پس ”بعد اللہ“ کا مطلب یہی ہوگا کہ۔۔۔۔ اللہ کے خلاف، اللہ کو چھوڑ کر۔ پس یہی معنے ”**لانبی بعدی**“ کے بھی ہوسکتے ہیں یعنی مجھ کو چھوڑ کر یا میرے خلاف رہ کر کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں ”ومعنی بعدی ایں جا غیری است“ (قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ص ۲۰۶ مکتبہ سلفیہ لاہور) یعنی حدیث لانبی بعدی میں لفظ بعد کے معنے غیر کے ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اب آئندہ میرے مخالف کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

(۲) حدیث میں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا فاوّلتھما **کذابین یخرجان بعدی احدھما العنسیُ والاخر مسیلمة** (بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ وحدیث ثمامۃ ابن اثال) یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خواب میں میں نے سونے کے دو کنگن دیکھے اور ان کو پھونک مار کر اڑا دیا۔ تو اس کی تعبیر میں نے یہ کی کہ اس سے مراد دو کذّاب ہیں جو میرے بعد نکلیں گے۔ پہلا اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ ہے۔

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ”**یخرجان بعدی**“ فرمایا ہے وہ دونوں کذّاب ”میرے بعد“ نکلیں گے۔ یہاں ”بعد“ سے مراد ”غیر حاضری“ یا ”وفات“ نہیں بلکہ ”مخالفت“ ہے۔ کیونکہ مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی دونوں آنحضرت ﷺ کی زندگی میں مدعی نبوت ہو کر آنحضرت ﷺ کے بالمقابل کھڑے ہو گئے تھے۔ اسی طرح لا نبی بعدی میں بھی ”بعدی“ سے مراد یہ ہے کہ میرے مدمقابل اور مخالف ہو کر کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

لانبی بعدی اور علماء سلف:۔ ہم نے لا نبی بعدی کے جو معنے کئے ہیں بزرگان امت نے بھی مختلف زمانوں میں اس کے یہی معنے بیان فرمائے ہیں:۔

(۱) حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں:۔

”**وھذا معنیٰ قولہ ﷺ ان الرسالةوالنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لانبی بعدی یکون علیٰ شرعٍ یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی**“

(فتوحات مکیہ جلد۲ ص۳ مطبع دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر)

کہ یہی معنے ہیں حدیث **ان الرسالة والنبوة قد انقطعت** اور ”**لانبی بعدی**“ کے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آنحضرت ﷺ کی شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر عمل کرتا ہو۔ ہاں اگر آنحضرت ﷺ کی شریعت کے ماتحت ہو کر آئے تو پھر نبی ہو سکتا ہے“

(۲) حضرت امام شعرانیؒ اپنی کتاب الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں:۔

”**وقولہ ﷺ فلانبی بعدی ولا رسول المراد بہٖ لا مشرِّ ع بعدی**“ (الیواقیت والجواہر جلد۲ ص۲۴)

کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد ”**لانبی بعدی ولا رسول**“ سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد نئی شریعت لانے والا کوئی نبی نہیں ہوگا“

(۳) لغت کی کتاب تکملہ مجمع البحار میں اس کے مصنف امام محمد طاہر فرماتے ہیں:

”**وھذا ایضاً لا ینافی حدیث لانبی بعدی لانہ اراد لانبی ینسخ شرعہ**“ (تکملہ مجمع البحار جلد۳ ص۸۵ مکتبہ العالی لمنشی نولکشور)

کہ حضرت عائشہؓ کا قول **قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لانبی بعدہ** (کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا) آنحضرت ﷺ کی حدیث **لانبی بعدی** کے مخالف نہیں۔ کیونکہ **لانبی بعدی** فرمانے سے آنحضرت ﷺ کی مراد یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے“

(۴) نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:۔

”ہاں لا نبی بعدی آیا ہے جس کے معنے نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا“

(اقتراب الساعۃ ص۱۶۲)

پس حدیث ”لا نبی بعدی“ سے ہر قسم کی نبوت کا انقطاع ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس میں امتی نبی کے آنے کی ہرگز ممانعت بیان نہیں ہوئی۔

گیارھویں حدیث:۔ ”**ثلاثون دجّالون کذّابون**“

الجواب نمبر۱: تیس کی تعیین ہی بتاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی سچے نبی بھی آنے والے تھے ورنہ آنحضرتؐ فرماتے کہ جو بھی آئیں گے جھوٹے ہی آئیں گے۔ تیس کے عدد کا تعینّ نہ فرماتے۔

الجواب نمبر۲:۔ (الف) ترمذی اور ابوداؤد کے علاوہ جن کا حوالہ مودودی صاحب نے دیا ہے بخاری میں بھی یہ روایت ہے۔ مگر جہاں تک اس حدیث کے راویوں کا تعلق ہے قابل استناد نہیں۔ کیونکہ بخاری نے اسے ابوالیمان سے بطریقہ شعیب وابوالزناد نقل کیا ہے۔ ابوالزناد کے متعلق ربیعہ کا قول ہے کہ ”لیس

بثقةٍ ولا رضیً‘‘ (میزان الاعتدال جلد۳ ص۱۳۲ زیر نام عبداللہ بن ذکوان دار الفکر العربی) کہ یہ راوی نہ ثقہ ہے اور نہ پسندیدہ۔ پس یہ روایت قابل استناد نہیں رہی۔

(ب) تیس دجالوں والی حدیث کو ترمذی نے جس طریقہ سے نقل کیا ہے اس کو اسناد میں ابوقلابہ اور ثوبان دو راوی نا قابل اعتبار ہیں ابوقلابہ کے متعلق تو لکھا ہے کہ لیس ابوقلابة من فقهاء التابعين وهو عند الناس معدودٌ فی البله انه مدلّسٌ عمن لحقهم وعمن لم يلحقهم‘‘ (میزان الاعتدال زیر نام عبداللہ بن زید بن عمرو الجرمی البصری دار الفکر العربی۔ نیز تہذیب التہذیب جلد۵ ص۱۹۹ عبدالتواب اکیڈمی ملتان) کہ ابوقلابہ فقہاء میں سے نہ تھا بلکہ وہ ابلہ مشہور تھا اور جو اسے ملا اس کے بارے میں اور جو اسے نہیں ملا اس کے بارے میں وہ تدلیس کیا کرتا تھا۔ اسی طرح ثوبان کے متعلق ازدی کا قول ہے کہ ’’يتكلمون فيه‘‘ (میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۳۷۳ زیر نام ثوبان دار الفکر العربی) کہ اس راوی کی صحت میں اہل علم کو کلام ہے۔

ترمذی کے دوسرے طریقہ میں عبدالرزاق بن ھمام اور معمر بن راشد دو راوی ضعیف ہیں۔ عبدالرزاق بن ھمام تو شیعہ تھا۔ قال النسائی فيه نظرٌ. قال العباس العنبری..... انه لكذابٌ والواقدی اصدق منه. كان عبد الرزاق كذاباً يسرق الحديث‘‘ (تہذیب التہذیب جلد۶ ص۲۷۸ زیر نام عبدالرزاق بن ھمام عبدالتواب اکیڈمی ملتان) کہ نسائی کے نزدیک وہ قابل اعتبار نہیں اور عباس عنبری کہتے ہیں کہ وہ کذّاب تھا اور واقدی سے بھی زیادہ جھوٹا تھا۔ یہ شخص کذّاب تھا اور حدیث چوری کیا کرتا تھا۔

(ج) ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راویوں میں ابوقلابہ اور ثوبان بھی ہیں جن کے متعلق ضمن ب مندرجہ بالا میں ذکر ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ سلیمان بن حرب اور محمد بن عیسیٰ بھی ضعیف ہیں۔ سلیمان بن حرب کے متعلق خود ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ راوی ایک حدیث کو پہلے ایک طرح بیان کرتا تھا لیکن جب کبھی دوسری دفعہ اسی حدیث کو بیان کرتا تھا تو پہلی سے مختلف ہوتی تھی اور خطیب کہتے ہیں کہ یہ شخص روایت کے الفاظ میں تبدیلی کر دیا کرتا تھا۔ (تہذیب التہذیب جلد۴ ص ۱۵۷۔ زیر نام سلیمان بن حرب عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

محمد بن عیسیٰ کے متعلق خود ابوداؤد کہتے ہیں ’’ربما يدلس‘‘ (تہذیب التہذیب جلد۹ ص۳۴۸ زیر نام محمد بن عیسیٰ عبدالتواب اکیڈمی ملتان) کہ کبھی کبھی تدلیس کر لیا کرتا تھا۔

ابوداؤد کے دوسرے طریقہ میں عبدالعزیز بن محمد اور العلاء بن عبدالرحمٰن ضعیف ہیں۔ عبدالعزیز بن محمد کو امام احمد بن حنبل نے خطا کار۔ ابوذرعہ نے ’’سیٔ الحفظ‘‘ اور نسائی نے کہا ہے کہ ’’ليس بالقوی‘‘ (قوی نہیں) ابن سعد کے نزدیک ’’کثیر الغلط‘‘ تھا (تہذیب التہذیب جلد۶ ص۳۱۵ زیر نام عبدالعزیز بن محمد عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

اسی طرح ابوداؤد والی روایت کا دوسرا راوی العلاء بن عبدالرحمٰن بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کے متعلق ابن معین کہتے ہیں ’’هؤلاء الاربعة ليس حديثهم حجةً. (۱) سهل بن ابی صالح (۲) العلاء بن عبد الرحمٰن (۳) عاصم بن عبيد الله (۴) ابن عقيل (تہذیب التہذیب جلد۶ ص۱۳۔۱۵) ان چاروں کی حدیث حجت نہیں ہے۔ پس جہاں تک راویوں کا تعلق ہے یہ روایت قابل استناد نہیں۔

الجواب نمبر۳:۔ اگر یہ حدیث صحیح تسلیم کر لی جائے تو یاد رکھنا چاہئے کہ مسلم کی شرح اکمال الاکمال میں لکھا ہے:۔

’’هذاالحديث ظهر صدقهٗ فانه لوعد من تنبأ من زمنه صلعم الى الاٰن بلغ هذا العدد ويعرف ذٰلک من يطالع التاريخ‘‘

(اکمال الاکمال جلد۷ ص۲۵۸ مصری)

کہ اس حدیث کی سچائی ثابت ہوگئی ہے۔ کیونکہ اگر آنحضرت ﷺ سے لے کر آج تک کے نبوت کے جھوٹے مدعیوں کو گنا جائے تو یہ تعداد پوری ہو چکی ہے اور اس بات کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے‘‘

اس کتاب کے لکھنے والے ۸۲۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ گویا چار سو سال گزرے ہیں کہ تیس دجال آ چکے۔

الجواب نمبر۴:۔ نواب صدیق حسن خان صاحب آف بھوپال حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے قبل اپنی کتاب حجج الکرامہ میں تحریر کرتے ہیں کہ

دجّالوں کی تعداد پوری ہو چکی ہے۔ چنانچہ ان کی اصل عبارت بزبان فارسی حسب ذیل ہے:۔

بالجملہ آنچہ حضرت صلعم اخبار بوجود دجّالین کذّابین دریں امت فرمودہ واقع شد'' (حجج الکرامہ ص ۲۳۹)

کہ آنحضرت ﷺ نے جو اس امت میں دجّالوں کی آمد کی خبر دی تھی وہ پوری ہو کر تعداد مکمل ہو چکی ہے'' (نیز دیکھو المواہب اللدنیہ جلد۲ ص ۱۹۸)

غرضیکہ خواہ ۲۷ دجّالوں کی آمد کی پیشگوئی ہو خواہ تیس کی بہر حال وہ تعداد پوری ہو چکی ہے۔ پس اس حدیث **ثلاثون دجّالون کذّابون** کی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرنا عقل، نقل اور مسلمات علماء کے خلاف ہے

بارھویں حدیث:۔ **لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن من امتی احد فعمر** (بخاری) تم سے پہلے جو بنی اسرائیل گزرے ہیں ان میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں میری امت میں اگر کوئی ہوا تو وہ عمر ہوگا''

اس حدیث پر مولوی مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

''اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کے بغیر مخاطبۂ الٰہیہ سے سرفراز ہونے والے بھی اس امت میں اگر کوئی[1] ہوتے تو وہ حضرت عمر ہوتے'' (کتابچہ ختم نبوت ص ۱۹)

گویا مودودی صاحب کے نزدیک اس امت کے لئے نبوت غیر تشریعی کا تو سوال ہی نہیں اس میں تو ''نبوت کے بغیر مخاطبۂ الٰہیہ'' پانے والے بھی نہیں ہو سکتے۔ یہ تو بنی اسرائیل کو ہی فخر حاصل تھا کہ ان میں ایسے مردان خدا ہوا کرتے تھے کہ اگرچہ وہ نبی نہ ہوتے تھے تب بھی مخاطبۂ الٰہیہ سے سرفراز ہوتے تھے بلکہ بنی اسرائیل کی عورتیں بھی مخاطبۂ الٰہیہ سے سرفراز ہوتی تھیں۔

معزز قارئین! مودودی صاحب نے امت محمدیہ کے متعلق جو خیر امت ہے نہایت مایوس کن نظریہ پیش کیا ہے۔ گویا بنی اسرائیل کی عورتوں سے بھی گئی گزری امت ہے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون.**

اگر مودودی صاحب کو خود کبھی مخاطبۂ الٰہیہ سے مشرف ہونے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی تو انہوں نے امت کے ہزارہا راستبازوں اور اولیاء کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے مخاطبۂ کا شرف حاصل کیا اور جن کے الہامات امت کا سرمایۂ افتخار ہیں اپنے اوپر کیوں قیاس کر لیا ہے؟

حدیث زیر نظر تو حضرت عمرؓ کے لئے بھی مخاطبۂ الٰہیہ کو ثابت کرتی ہے اور باقی اولیاء امت کے لئے بھی۔ اور اسی صورت میں اسے قرآن مجید کی نصوص مثلاً **اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰئِکَۃُ** (حم السجدہ:۔ ۳۱) سے نیز واقعات سے تطابق حاصل ہو سکتا ہے۔

تیرھویں حدیث:۔ ''**لانبی بعدی ولا امۃ بعد امتی** (بیہقی کتاب الرویا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں''

(ختم نبوت ص ۱۹)

مطلب حدیث تو نہایت واضح ہے کہ نئی امت قائم کرنا صاحب شریعت نبیوں کا کام ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد نہ کوئی صاحب شریعت نبی آنے والا ہے اور نہ ہی کوئی نئی امت قائم ہونے والی ہے۔ امتی نبی کا تو لفظ ہی اس کی نفی کرتا ہے کہ وہ کوئی نئی امت قائم کرنے آیا ہے۔

چودھویں حدیث:۔ ''**قال رسول اللہ ﷺ انی اٰخر الانبیاء وان مسجدی اٰخر المساجد**'' (مسلم ص ۵۳۱ **باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد المدینۃ ومکہ**)

کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے'' کیا آنحضرت ﷺ کی مسجد کے بعد اور کوئی مسجد نہیں بنی؟ ضرور بنی

---

[1] :۔ بخاری کے حاشیہ پر بحوالہ کرمانی لکھا ہے کہ اس جگہ انْ شک کے لئے نہیں آیا تاکید کے لئے آیا ہے (ابو العطاء)

ہیں اور بن رہی ہیں۔ بلکہ جتنی مسجدیں دنیا میں موجود ہیں سب آنحضرت ﷺ کی مسجد کے بعد ہی تعمیر ہوئی ہیں، کیا ان کی تعمیر ناجائز ہوئی ہے؟ نہیں، بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اب میری مسجد کے بعد کوئی ایسی مسجد نہیں بن سکتی جو اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے نہ بنائی گئی ہو جو میری مسجد کا مقصد ہے یا جس میں وہ نماز پڑھی جائے جو میری مسجد میں نہ پڑھی جاتی ہو یا جس کا قبلہ اور ہو۔

پس جس مفہوم میں یہاں "**اٰخر المساجد**" آیا ہے اسی مفہوم میں **اٰخر الانبیاء** آیا ہے۔ یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو نئی شریعت لائے یا میری شریعت کے خلاف ہو۔ یا میری اتباع اور متابعت سے باہر ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے۔

لفظ اٰخر کی مثالیں:۔ عربی (۱) ایک عرب شاعر کہتا ہے ؎

شَرٰی وُدِّیْ وَشُکْرِیْ مِنْ بَعِیْدٍ
لِاٰخِرِ غَالِبٍ اَبَداً رَبِیْعُ (حماسہ باب الادب)

اس شعر کا ترجمہ مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی جو حماسہ کے شارح ہیں ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

''ربیع ابن زیاد نے میری دوستی اور شکر دور بیٹھے ایسے شخص کے لئے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لئے عدیم المثل ہے خرید لیا ہے''

گویا ''اٰخر'' کا ترجمہ ''ہمیشہ کے لئے عدیم المثال'' ہوا۔ پس انہی معنوں میں آنحضرت ﷺ بھی آخر الانبیاء ہیں یعنی ہمیشہ کے لئے عدیم النظیر ہیں۔

(۲) امام جلال الدین سیوطیؒ نے امام ابن تیمیہ کے متعلق لکھا:۔

''سیدنا الامام العالم العلامة امام الائمةقدوة الامة علامة العلماء وارث الانبیاء اٰخر المجتهدین''

(الاشباہ والنظائر جلد۳ ص۳۱۰ مطبوعہ حیدرآباد)

گویا امام ابن تیمیہ **اٰخر المجتهدین** تھے کیا ان کے بعد کوئی مجتہد نہیں ہوا؟

اردو:۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اپنے استاد داغ کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتے ہیں ؎

چل بسا داغ آہ میت اس کی زیب دوش ہے
آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

(بانگ درا ص۸۱ مطبع اظہار سنز لاہور)

گویا داغ دلی کا آخری شاعر تھا۔ اسی مرثیہ میں آگے چل کر ڈاکٹر صاحب موصوف کہتے ہیں ؎

چل دیئے ساقی جو تھے میخانہ خالی رہ گیا
یادگار بزم دلی ایک حالی رہ گیا

(بانگ درا ص۸۳ مطبع اظہار سنز لاہور)

گویا داغ کے بعد حالی بزم دلی کی یادگار رہے۔ نیز داغ کے بعد آج دلی میں سینکڑوں شاعر ہیں مگر بایں ہمہ داغ دلی کے آخری شاعر ہیں۔ پس آخری کے معنی عدیم النظیر اور افضل ہوئے۔

مودودی صاحب کی خودساختہ تشریح کا جواب

حدیث انا آخر الانبیاء و مسجدی اخر المساجد اپنے معنی خود بتا رہی ہے۔ جو معنے مسجد نبوی کے آخری مسجد ہونے کے کئے جائیں گے وہی معنے آنحضرت ﷺ کے آخری نبی ہونے کے ہوں گے۔ اگر ''آخری مسجد'' کی کوئی تاویل کی جائے گی وہی تاویل ''آخری نبی'' کی بھی ہوگی۔ مگر جناب مودودی صاحب اس پر سخت برہم ہیں۔ وہ کہتے ہیں مسجد نبوی کی نہج پر تو مسجدیں بنتی رہیں گی مگر بایں ہمہ مدینہ منورہ کی مسجد آخری مسجد رہے گی۔ لیکن اگر آنحضرت ﷺ کے بعد آپؐ کی اتباع میں کوئی امتی نبی پیدا ہوجائے جو آپ کے دین کی اشاعت کے لئے کھڑا ہو تو آنحضرتؐ کا آخری نبی ہونا غلط قرار پاتا ہے۔ **یا للعجب!**

مودودی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

’’حضورؐ کے ارشاد کا منشاء یہ ہے کہ اب چونکہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں اس لئے میری اس مسجد کے بعد دنیا میں کوئی چوتھی مسجد ایسی بننے والی نہیں ہے جس میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں سے زیادہ ہو‘‘ (حاشیہ ص ۲۰)

جواباً گذارش ہے کہ کیا حضرت عیسیٰ **نبی اللہ** بھی آنے والے نہیں؟ پھر یہ سوال بھی ہے کہ جب وہ بقول آپ کے امت میں چالیس برس تک حَکَم عدل ہو کر رہیں گے اور ساری دنیا کو مسلمان بنالیں گے تو کیا وہ مسجد بنانے کا خیال تک بھی دل میں نہ لائیں گے؟ کیا دنیا بھر میں نومسلموں کے لئے کسی ایک جگہ بھی حضرت عیسیٰ مسجد تعمیر نہ کریں گے؟ حالانکہ وہ صاحب اقتدار اور امام ہوں گے؟ کیا وہ ارشاد نبوی **من بنیٰ للہ مسجداً بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ** پر عمل پیرا نہ ہوں گے؟ ہمیں یقین ہے کہ صرف مودودی صاحب ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ چالیس برس میں ایک مسجد بھی نہ بنائیں گے، تا زیادہ ثواب والی چوتھی مسجد نہ بن جائے۔ نیز عرض ہے کہ اگر آخر المساجد کے معنے زیادہ ثواب والی مسجدوں میں سے آخری ہے مطلق مساجد میں سے آخری نہیں تو اسی طرح آخر الانبیاء کے معنے شریعت لانے والے نبیوں میں سے آخری نبی کیوں نہ کئے جاویں۔ اندریں صورت آنحضرت ﷺ مطلق انبیاء میں سے بلحاظ زمانہ آخری قرار نہ پائیں گے بلکہ آخری شارع نبی قرار پائیں گے۔

خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے نہایت لطیف علمی معنے!

احادیث نبویہؐ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صفات اسماء الٰہیہ کے مطابق ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ذکر ہوئے ہیں وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی ننانوے صفاتی نام مروی ہیں۔ امام زرقانی نے قاضی ابو بکر بن العربی کی کتاب احکام القرآن کے حوالہ سے لکھا ہے **قال بعض الصوفیۃ للہ تعالیٰ الف اسمٍ وللنبی ﷺ الف اسمٍ.** (زرقانی جلد ۳ ص ۱۱۸ مطبع ازھریہ مصر طبع اولیٰ) کہ بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار اسماء ہیں اور حضرت نبی کریم ﷺ کے بھی ہزار نام ہیں۔ الغرض امت محمدیہؐ کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے کامل مظہر ہیں اور آپؐ کی صفات اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی سے مطابقت رکھتی ہیں۔

اس مطابقت اور مشابہت کی روشنی میں خاتمیت کا مفہوم نہایت واضح ہے۔ یونہی لفظ پرست لوگ بات کو طول دے رہے ہیں اور حقائق پسندی کا ثبوت دینے کی بجائے قشر پر قانع ہو رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی امہات الصفات میں **الاول** اور **الاخر** دو صفات مذکور ہیں۔ اور ان صفات میں آنحضرت ﷺ کی مشابہت کو احادیث میں **الفاتح** اور **الخاتم** کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ بعض روایات میں **الخاتم** کے ساتھ **الاٰخر** بھی حضور علیہ السلام کی صفت بیان ہوئی ہے بہرحال آنحضرت ﷺ کی خاتمیت اور آخریت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفت **الاٰخر** سے ماخوذ اور اس کے مشابہ ہے۔

یہ ایک نہایت لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو فاتح اور خاتم کے لقب سے معراج کے موقع پر سرفراز فرمایا ہے۔ لکھا ہے:۔

’’فیما خاطبہ بہٖ لیلۃ المعراج (وجعلتک فاتحاً وخاتماً)‘‘

(زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد ۳ ص ۱۶۴)

گویا معراج حضور علیہ السلام کے بلند ترین ارتقاء کی تعبیر ہے۔ جس طرح اس موقعہ پر آپؐ تمثیلی رنگ میں تمام انبیاء کے مقامات سے اوپر چلے گئے اسی طرح آپؐ کے معنوی کمال کے اظہار کے طور پر اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

’’جعلتک فاتحاً وخاتماً‘‘

میں نے تجھے فاتح اور خاتم یعنی اول و آخر بنایا ہے۔

گویا اس طرح سے معراج کا مقام شان محمدیتؐ کا انتہائی عروج ہے اور اس میں خصوصیت سے سرور کائنات ﷺ کے صفات باری تعالےٰ **ھو الاول والاٰخر** کے مظہر اتم بننے کا اعلان ہے۔

حضرت امام محمد الزرقانی اس موقع پر لکھتے ہیں:۔

’’ھذان الاسمان مما سمّاہ اللہ بہٖ من اسمائہ الحسنیٰ وان کان معنی الاول فی حقہ تعالیٰ السابق للاشیاء قبل وجودھا بلا

بداية و الاخر للاشياء بعد فنائها بلا نهاية قال عياض وتحقيقه انه ليس لهٗ اول ولاآخر وقد غفل وجمد من اعترض علىٰ عياض بانه لامناسبة بينهما فانهما فى حقه تعالىٰ غيرهما فى حقه ﷺ فكفاه شرفاً تسميته باسماء ربه ومشاركته فى اللفظ و ان اختلف المعنىٰ"

(زرقانی شرح المواہب اللدنیہ جلد۳ ص۱۶۳ مطبوعہ ازہریہ مصر ۱۳۲۶ھ)

یعنی الاول والآخر اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے بھی یہ نام رکھے ہیں۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اول وآخر ہونا اپنی شان کے مطابق ہے اور حضور علیہ السلام کا اول وآخر ہونا اپنے مقام کے مطابق ہے تاہم یہ امر کافی فخر کا موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے اسماء سے موسوم فرمایا اور آپؐ کو یہ صفات بخشی ہیں اگرچہ معنے میں کچھ اختلاف ہے"

آنحضرت ﷺ کی آخریت یا خاتمیت کو سمجھنے کے لئے اس بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے **الآخــر** ہونے کے کیا معنی ہیں؟ اسی معنے کی روشنی میں حضور علیہ السلام کے خاتم یا آخر ہونے کا مفہوم متعین ہو سکے گا۔

قابل غور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم "الآخر" کے کیا معنی ہیں۔ اسی کے جاننے سے خاتمیت محمدیہؐ کی پوری حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔

(۱) امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ رسول مقبول ﷺ روزانہ سوتے وقت دعا میں کہا کرتے تھے:۔

"انت الاوّل فليس قبلک شیء وانت الآخر فليس بعدک شیءٌ " (تفسیر ابن کثیر جلد۴ ص۳۰۲ زیر آیت۳ سورۃ الحدید)

(۲) علامہ ابن حیان نے آیت **هو الاول والآخر** کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"هوالاول الذى ليس لوجوده بداية مفتتحة والآخر الدائم الذى ليس له نهاية منقضية وقيل الاول الذى كان قبل كل شیءٍ والآخر الذى يبقىٰ بعد هلاک كل شیءٍ ..... وقال ابوبكر الوراق الاول بالازلية والآخر بالابدية" (البحر المحیط زیر آیت۳ سورۃ الحدید)

(۳) علامہ الزمخشری لکھتے ہیں:۔

"هوالاول :هوالقديم الذى كان قبل كل شیءٍ والآخر الذى يبقى بعد هلاک كل شیءٍ" (الکشاف زیر آیت۳ سورۃ الحدید)

(۴) امام البیضاوی تحریر فرماتے ہیں:۔

"هوالاول :السابق علىٰ سائر الموجودات من حيث انه موجدها ومحدثها .والآخر الباقى بعد فنائها ولوبالنظر الىٰ ذاتها مع قطع النظر عن غيرها .او هو الاول الذى يبتدى منه الاسباب والآخر الذى ينتهى اليه المسبّبات" (انوار التنزیل زیر آیت۳ سورۃ الحدید)

ان تفسیری اقتباسات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اوّل وآخر ہونا درحقیقت اس کی ازلیت وابدیت کے ہم معنی ہے۔ اسے اوّل وآخر کہنا اس کے دائمی وجود کا مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت الآخر اس بات کی متقاضی ہے کہ جملہ مسببات کا سلسلہ اس تک منتہی ہو "**الذى ينتهى اليه المسببات**" اس معنی کا تعین اور اس کی وضاحت اس اختلافی عقیدہ سے ہو جاتی ہے جو صدیوں سے اہلسنت والجماعت (اشاعرہ) اور فرقہ جہمیہ کے درمیان موجب نزاع ہے۔ بات یوں ہے کہ فرقہ جہمیہ کا اعتقاد ہے کہ ایک دن اہل جنت پر فنا آجائے گی اس لئے ان کے حق میں "**هم فيها خلدون**" سے دوام ثابت نہیں۔ ان کے نزدیک اہل جنت کی دائمی بقاء اللہ تعالیٰ کی صفت **الآخــر** کے منافی ہے۔ جہمیہ کے برعکس اہلسنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ جنتیوں کی بقاء چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور قانون کے تابع ہے بالذات نہیں ہے اس لئے ان کی بقاء صفت باری تعالیٰ "**الآخــر**" کے خلاف نہیں۔ آیت قرآنی **هــم فيهـــا خـٰـلــدون** (البقرہ:۲۵) کی تفسیر میں امام البیضاوی لکھتے ہیں:۔ "**المراد به الدوام ههنا عند الجمهور**" اس عبارت پر حاشیہ میں لکھا ہے۔

"خلافاً للجهمية والذى دعاهم الىٰ هذا انهٗ تعالىٰ وصف نفسه بانه الاول والآخر والاولية تقدمه علىٰ جميع المخلوقات والآخرية تأخره عليه ولا يكون الا بِفناء ما سواه ولو بقيت الجنة واهلها كان فيه تشبيه الخالق والخلق وهو محال"

ترجمہ:۔ ’’یہ معنے (یعنی خلود بمعنی دوام) جہمیہ فرقہ کے خلاف ہیں۔ انہیں اس بات کا خیال اس طرح پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات میں الاول و الآخر کو ذکر فرمایا ہے۔ اس کی اولیت کے معنے یہ ہیں کہ وہ سب مخلوقات سے متقدم ہے اور اس کی آخریت کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب مخلوقات سے متأخر ہے اور یہ مفہوم تب ہی متحقق ہوسکتا ہے جب تمام ماسوی اللہ پر موت آجائے۔ لیکن اگر جنت اور اہل جنت دائمی طور پر باقی رہیں تو اس سے خالق اور مخلوق کا ہمرنگ طور پر باقی رہنا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے‘‘

جہمیہ کے اس استدلال کا جواب اہلسنت والجماعت کی طرف سے بایں الفاظ دیا گیا:۔

’’ومعنی الاول والآخر لیس کما ادّعوا لانہ صفة کمال ومعناہ لا ابتداء لوجودہ ولا انتہاء لہٗ فی ذاتہ من غیر استناد لغیرہ فھو واجب الوجود مستحیل العدم وبقاء الخلق لیس کذلک فلا یشبّھہ شیءٍ من خلقہ‘‘

ترجمہ:۔ ’’لفظ الاول اور الآخر کا وہ مطلب نہیں جو جہمیہ فرقہ کے لوگوں نے سمجھا ہے کیونکہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بطور صفت کمال وارد ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ذاتی ہے، وہ کسی کے سہارے کا محتاج نہیں۔ اس کے وجود کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء۔ وہ واجب الوجود اور مستحیل العدم ہے۔ مخلوق یعنی اہل جنت کی بقاء ایسی نہیں یعنی ذاتی نہیں۔ پس مخلوق میں سے کوئی چیز خالق کے مشابہ نہ ٹھہری‘‘

(حاشیہ تفسیر البیضاوی جلد ا ص ۵۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

اس بیان سے بالبداہت ثابت ہے کہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک صفت الٰہی ’’الآخر‘‘ کا صرف یہ تقاضا ہے کہ غیر اللہ کا ذاتی وجود نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کی ظلیّت میں باقی رہنے والے اہل جنت کا وجود، اللہ تعالیٰ کی صفت ’’الآخر‘‘ کے منافی نہیں۔ اسی مسلمہ تشریح کے مطابق یہ کہنا بھی بالکل درست ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ’’اٰخر الانبیاء‘‘ یا ’’الخاتم‘‘ ہونے کا صرف یہ تقاضا ہے کہ آپؐ کے ظہور کے بعد کوئی شخص ذاتی طور پر وصف نبوت سے متصف نہیں ہوسکتا۔ نیز یہ کہ جس طرح اہل جنت کی دائمی بقاء صفت باری ’’الآخر‘‘ کے منافی نہیں کیونکہ اہل جنت کی بقاء ذاتی نہیں بلکہ بالعرض ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت ’’الآخر‘‘ کا ہی ظلی ظہور ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے بعد آپؐ کی تابعیّت اور ظلیّت میں نبوت پانے والے وجود آپؐ کے ’’آخر الانبیاءؑ‘‘ ہونے کے منافی نہیں۔ کیونکہ نہ اہل جنت کی بقاء ذاتی ہے اور نہ ہی ان ظلّی اور امتی نبیوں کی نبوت ذاتی ہے صلی اللہ علی النبی وسلم

فصل پنجم

صحابہؓ کا اجماع اور مسیلمہ کذّاب کا دعویٰ نبوت

(۱) مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔ ’’قرآن وسنت کے بعد تیسرے درجے میں اہم ترین حیثیت صحابہ کرام کے اجماع کی ہے‘‘ (ختم نبوت ص۲۱)

اقول:۔ یہ بات درست ہے۔ صحابہؓ کا اجماع دوطرح کا ہوتا ہے۔ اوّل یہ کہ سب کہیں **اجمعنا علی کذا** کہ ہم سب اس بات اور رائے پر اتفاق کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ بعض صراحتاً بیان کریں اور باقی خاموش رہیں۔ مؤخرالذکر کو اجماع سکوتی کہتے ہیں (نورالانوار ص۱۸۹) سوال یہ ہے کہ امتی نبوت کے انقطاع پر صحابہ کرامؓ نے کبھی اجماع کیا؟

(۲) مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔ ’’نبی ﷺ کی وفات کے فوراً بعد جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کی نبوت تسلیم کی ان سب کے خلاف صحابہ کرامؓ نے بالاتفاق جنگ کی تھی۔ اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ مسیلمہ کذّاب کا معاملہ قابل ذکر ہے‘‘

اقول:۔ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد عرب میں ارتداد اور بغاوت کی ایک شدید لہر دوڑ گئی تھی۔ ان لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کردیا تھا اور اسلامی حکومت کے مقابل پر کھڑے ہوگئے تھے۔ ان سب مرتدین اور باغیوں سے خلیفۂ وقت حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے صحابہؓ نے جنگ کی اور کامیاب ہوئے اور پھر ان سب لوگوں نے اسلامی سلطنت کی اطاعت قبول کر لی۔ ان مرتد قبائل میں سے بنوحنیفہ میں مسیلمہ مدعی نبوت بھی تھا جو جنگ میں قتل ہوا اور بنوحنیفہ نے خلافت کی اطاعت کر لی۔

(۳) مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔ ’’یہ شخص (مسیلمہ) نبی ﷺ کی نبوت کا منکر نہ تھا بلکہ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اسے حضورؐ کے ساتھ شریک نبوت بنایا گیا ہے۔ اس نے حضورؐ کی وفات سے پہلے جو عریضہ آپؐ کو لکھا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں۔ **من مسیلمة رسول اللہ الیٰ محمد رسول اللہ سّلام علیک فانی اشرکت فی الامر معک** مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف۔ آپ پر سلام ہو۔ آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں۔ (طبری جلد دوم ص۳۹۹ طبع مصر) اس صریح اقرار رسالت محمدیؐ کے باوجود اسے کافر اور خارج از ملت قرار دیا گیا اور اس سے جنگ کی گئی‘‘ (ختم نبوت ص۲۱۔۲۲)

اقول:۔ (الف) مسیلمہ کذّاب کو مودودی صاحب نے ’’حضورؐ کے ساتھ شریک نبوت‘‘ قرار دینے میں مسیلمہ کے وہم وگمان سے بھی بڑھ کر بات کی ہے۔ مسیلمہ کے فقرہ **اشرکت فی الامر معک** کا ترجمہ ’’نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں‘‘ مودودی صاحب کی اپنی ایجاد ہے جو سراسر غلط ہے۔ انہیں اس ایجاد کا موقعہ اس لئے مل گیا کہ انہوں نے مسیلمہ کے خط کا فقرہ مکمل نقل نہیں فرمایا۔ مسیلمہ نے لکھا تھا:۔

> ’’**فانی قد اشرکت فی الامر معک فان لنا نصف الامر ولقریش نصف الامر**‘‘
>
> کہ میں الامر میں آپ کے ساتھ شریک کیا گیا ہوں پس آدھا الامر ہمارے لئے ہے اور آدھا قریش کے لئے‘‘

ظاہر ہے کہ مسیلمہ قریش کو آدھا دعویدار نبوت نہیں ٹھہراتا، اس کی مراد اس عبارت میں الامر سے حکومت اور زمینی اقتدار ہے۔

مسند ابی حنیفہ میں مسیلمہ کذّاب کا خط ان الفاظ میں مروی ہے:۔

’’**من مسیلمة رسول اللہ الیٰ محمد رسول اللہ اما بعد فقد اشرکت فی الارض فلی نصف الارض ولقریش نصفھا غیر ان قریشاً قوم یعتدون**‘‘

(مسند الامام ابی حنیفہ برحاشیہ الادب المفرد ص۱۸۷ مطبع مصر)

دیگر روایات سے بھی ظاہر ہے کہ مسیلمہ اور اس کی قوم عصبیت جاہلیت کے ماتحت دنیوی حکومت کی بھوکی تھی۔ لکھا ہے کہ جب وہ مدینہ میں آیا تو اس نے غائبانہ

کہا تھا:۔

”ان جعل لی محمد من بعده تبعته وقد مها فی بشر کثیر من قومه“

کہ اگر محمد اپنے بعد میرے لئے حکومت مقرر کر دیں تو میں آپ کی پیروی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ وہ اس وقت اپنی قوم کی بڑی جمعیت ساتھ لایا تھا“

(البخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ وحدیث ثمامہ بن اثال)

آپؐ کے سامنے آنے پر مسیلمہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا:۔

”ان شئت خلیت بیننا وبین الامر ثم جعلته لنا بعدک فقال له النبی ﷺ لو سألتنی هذا القضیب ما اعطیتکهٗ“

کہ اگر آپ چاہیں تو اب بے شک حکومت کریں مگر اپنے بعد اسے ہمارے لئے مخصوص کر جائیں۔ نبی پاک ﷺ نے اپنے ہاتھ والی شاخ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ حکومت تو بڑی بات ہے میں تو تجھے یہ شاخ بھی دینے کے لئے تیار نہیں ہوں“ (بخاری کتاب المغازی باب قصۃ الاسود العنسی)

گویا مسیلمہ کذّاب جس الامر میں شریک ہونا چاہتا تھا وہ حکومت اور دنیوی اقتدار تھا۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے اسے اس کے خط کا تحریری جواب یہ دیا تھا:۔

اما بعد فان الارض لله یورثها من یشاء من عباده والعاقبة للمتقین.

کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک اور وارث بناتا ہے اور انجام متقیوں کے لئے ہے“

پس مودودی صاحب نے پہلے تو مسیلمہ کذّاب کی طرف وہ بات منسوخ کی ہے جو وہ نہیں کہتا تھا۔ اس کا اصل مطالبہ تو حکومت واقتدار میں شریک ہونا تھا

(ب) پھر تاریخی طور پر یہ درست ہے کہ مسیلمہ جھوٹا مدعی نبوت تھا مگر وہ تشریعی نبوت کا دعویدار تھا۔ اس نے قرآن مجید کے مقابل کتاب بنانے کا ادّعا کیا تھا اور کچھ غلط سلط فقرات بنائے بھی تھے۔ لکھا ہے کہ جب مسیلمہ کے قتل ہونے اور اس کی قوم کے شکست کھا جانے کے بعد باقی سب بنوحنیفہ دوبارہ مسلمان ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سے مسیلمہ کا کلام سننے کی خواہش کی۔ تعمیل حکم میں انہوں نے اس کے بعض کلمات سنائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب یہ کلام سنا تو ان کو بنوحنیفہ کی جہالت پر بے حد تعجب ہوا اور آپ نے اس امر پر سخت حیرت کا اظہار کیا کہ ان لوگوں کو انتہائی فصیح وبلیغ کلام (قرآن مجید) اور ہزلیات (مسیلمہ کے کلام) میں کچھ بھی فرق محسوس نہ ہوا“

(کتاب ”خلفائے محمد“ مؤلفہ علامہ عمر ابوالنصر اردو ترجمہ ص۶۰ ادارۂ فروغ اردو لاہور)

مسیلمہ نے فجر اور عشاء کی نمازوں کے منسوخ کرنے کا بھی اعلان کر دیا تھا۔ گویا مسیلمہ آنحضرتؐ کے مدمقابل صاحب شریعت بننا چاہتا تھا۔ ان حالات میں صرف مودودی صاحب ہی مسیلمہ کی حمایت میں کہہ سکتے ہیں کہ مسیلمہ ”رسالت محمدیؐ کا صریح اقرار کرتا تھا۔ غالباً مودودی صاحب مسیلمہ کے فقرہ ”من مسیلمة رسول الله الیٰ محمد رسول الله“ کو سمجھ نہ سکے جو اس نے ازراہ شرارت لکھا تھا۔ مسند احمد میں لکھا ہے کہ مسیلمہ کے دو ایلچی دربار نبوی میں آئے تو نبی ﷺ نے ان سے پوچھا:۔

أتشهد ان انی رسول الله فقالا نشهد ان مسیلمة رسول الله.

کہ کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے“ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۴۷ باب الامان)

حضرت خالد بن ولیدؓ نے مسیلمہ کی قوم سے دریافت کیا:۔

یابنی حنیفة ما تقولون قالوا نقول منا نبیٌّ ومنکم نبیٌّ

کہ تم کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمارا نبی ہم میں سے اور تمہارا نبی تم میں سے“ (الطبری جلد۲ ص۲۴۷)

اندریں حالات مسیلمہ کو ”رسالت محمدیؐ کا صریح اقرار“ اقرار کرنے والا قرار دینا محض عداوت احمدیت کا نتیجہ ہے۔

(۴) مودودی صاحب مسیلمہ کذّاب کے پیروؤں کی مزید حمایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ بنوحنیفہ نیک نیتی کے ساتھ (in good faith)
اس پر ایمان لائے تھے اور انہیں واقعی اس غلط فہمی میں ڈالا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کو خود شریک رسالت کیا'' (ص۲۲)

اقول:۔ مسلمان مؤرخین میں تو ایک بھی ایسا نہیں جس نے بنوحنیفہ کے مسیلمہ پر ایمان کو ''نیک نیتی'' پر مبنی قرار دیا ہو۔ یہ انکشاف تو صرف ''مولانا مودودی'' پر ہوا ہے۔ اور اگر فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کی ''تحقیقاتی عدالت'' میں وہ پیش نہ ہوتے تو غالباً ان پر بھی یہ راز نہ کھل سکتا تھا۔

قارئین کرام! بخاری شریف کے مندرجہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں آپ خود اندازہ لگالیں کہ بنوحنیفہ کہاں تک نیک نیت تھے۔ نیز یہ کہ آیا ان کے لئے کسی غلط فہمی کا موقع تھا؟ ہم اس سلسلہ میں مزید تین حوالے پیش کرتے ہیں۔ جن سے بنوحنیفہ کی نیک نیتی کے علاوہ مودودی صاحب کی نیک نیتی کا بھرم بھی کھل جاتا ہے ۔

اول:۔ عمیر بن طلحہ نے مسیلمہ کو کہا تھا:۔

''اشهد انک کذّابٌ وان محمداً صادقٌ ولکن کذّاب ربیعة احب الینا من صادق مضر''

میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جھوٹا ہے اور محمدؐ صادق ہیں لیکن ہمارے قبیلہ ربیعہ کا کذّاب ہمیں مضر یعنی قریش کے صادق سے زیادہ پیارا ہے'' (طبری جلد۳ ص۲۴۶)

دوم۔ الکلبی سے روایت ہے کہ اس نے کہا:۔

''کذّاب ربیعة احب الینا من کذّاب مضر''

کہ ربیعہ کا کذّاب ہمیں مضر کے کذّاب سے زیادہ اچھا ہے'' (طبری جلد۳ ص۲۴۶)

کیا ان لوگوں کے متعلق یہ کہنا کہ وہ مسیلمہ پر in good faith ایمان لائے تھے خود اپنی نیت کے برے ہونے کا ثبوت فراہم کرنا نہیں؟

سوم۔ نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپال نے تحریر فرمایا ہے:۔

''اس (مسیلمہ) نے آنحضرت ﷺ کے بالمقابل تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا اور شراب اور زنا کو حلال قرار دیا۔ فریضۂ نماز کو ساقط کردیا۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں سورتیں لکھیں۔ پس شریر اور مفسد لوگوں کا گروہ اس کے تابع ہوگیا'' (حجج الکرامہ ص۲۳۴ ترجمہ از فارسی مطبع شاہجہان بھوپال) ان حالات میں قارئین خود ہی فیصلہ کرسکتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو ''نیک نیت'' قرار دینے میں مودودی صاحب کس مقام پر آگئے ہیں؟

(۵) مودودی صاحب اپنے غلط مقصد کے لئے بات کو رنگ دے کر پیش کرنے کی اپنی مہارت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''اسلامی قانون کی رو سے باغی مسلمانوں کے خلاف اگر جنگ کی نوبت آئے تو ان کے اسیران جنگ غلام نہیں بنائے جاسکتے۔ بلکہ مسلمان تو درکنار، ذمی بھی اگر باغی ہوں تو گرفتار ہونے کے بعد ان کو غلام بنانا جائز نہیں ہے۔ لیکن مسیلمہ اور اس کے پیروؤں پر جب چڑھائی کی گئی تو حضرت ابوبکر نے اعلان فرمایا کہ ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائیگا'' (ختم نبوت ص۲۲)

اقول۔ اول تو مودودی صاحب نے اس ''اسلامی قانون'' کا حوالہ نہیں دیا جس کی موہومہ خلاف ورزی کی آڑ لے کر وہ حضرت ابوبکرؓ کے اعلان کو غلط رنگ دینا چاہتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیریہ میں تو صاف لکھا ہے:۔

''قوم ارتدوا عن الاسلام وحاربوا المسلمین وغلبوا علیٰ مدینة من مدائنهم فی ارض الحرب ومعهم نساؤهم وذراریهم ثم ظهر المسلمون علیهم فانه تقتل رجالهم وتسبی نساؤهم وذراریهم کذا فی المبسوط''

(فتاویٰ عالمگیری جلد۲ ص۲۸۰ کتاب السیر الباب التاسع مطبوعہ کانپور)

کہ جو لوگ اسلام سے مرتد ہو جائیں اور مسلمانوں سے جنگ شروع کر دیں اور علاقۂ جنگ کے کسی شہر پر قابض بھی ہو جائیں اور ان کے ساتھ ان کی عورتیں اور بچے بھی ہوں پھر ان پر مسلمان غالب آ جائیں تو ان کے مردوں کو تہ تیغ کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے گا‘‘

دوم۔ مودودی صاحب یہ غلط تأثر پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے مسیلمہ اور اس کے پیروؤں پر چڑھائی کے وقت کوئی خاص اور علیحدہ اعلان فرمایا تھا حالانکہ تاریخ میں لکھا ہے کہ مرتد محاربین کے دفاع کے لئے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو طلیحہ بن خویلد اسدی نیز مالک بن نویرہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ عکرمہ کو یمامہ میں مسیلمہ کذّاب کے مقابلہ کے لئے مقرر کیا اور شرجیل بن حسنہ کو ان کی امداد کے لئے روانہ کرتے ہوئے حکم دیا تھا کہ مسیلمہ سے فارغ ہو کر قضاعہ کی طرف بڑھیں۔ حذیفہ بن محصن کو عمان میں اہل دبا کے مقابلہ کے لئے مقرر فرمایا۔ عرفجہ بن ہرثمہ کو اہل مہرہ کی طرف بھیجا۔ سوید بن مقرن کو تہامہ یمن کی طرف بھیجا۔ علاء بن الحضرمی کو بحریں روانہ کیا۔ عمرو بن العاص کو سرحد شام کی طرف بھیجا۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت ابوبکرؓ نے ان امراء کے ذریعہ ملک بھر کے مرتدین اور باغیوں کے نام جو اعلان بھجوایا وہ یکساں تھا۔ اس میں مسیلمہ اور اس کے پیروؤں کے لئے امتیازی حکم نہ تھے۔ خلاصۂ اعلان یہی تھا کہ مقابلہ کرنے والے مردوں کو قتل کر دیا جائے گا اور ان کے بیوی بچوں کو قید کر لیا جائے گا (ملخص از کتاب ’’خلفائے محمدؐ‘‘ ص ۴۷۔۴۸)

پس سب مرتد اور باغی برسرِ پیکار قبائل کی سرکوبی کے لئے ایک ہی اعلان تھا خواہ ان قبائل میں کوئی مدعیٔ نبوت تھا یا نہیں۔ یہ قبائل چونکہ خود جنگ کر رہے تھے اسلئے ان سے شرعاً یہی سلوک ہونا چاہئے تھا۔ اس جگہ دعویٰ نبوت کی بحث داخل کرنے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش ہے۔

(۶) مسیلمہ کذّاب اور اس کے پیروؤں کی حمایت کرنے سے جناب مودودی صاحب جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ ان کے آخری الفاظ میں یوں ہے کہ:۔

’’صحابہ نے جس جرم کی بناء پر ان سے جنگ کی تھی وہ بغاوت کا جرم نہ تھا بلکہ یہ جرم تھا کہ ایک شخص نے محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے لوگ اس کی نبوت پر ایمان لے آئے۔ یہ کارروائی حضورؐ کی وفات کے فوراً بعد ہوئی۔ ابوبکر صدیق کی قیادت میں ہوئی اور صحابہ کی پوری جماعت کے اتفاق سے ہوئی۔ اجماع صحابہ کی اس سے زیادہ صریح مثال شاید ہی کوئی اور ہو‘‘ (ص ۲۳)

اقول۔ (الف) خلافت صدیقی میں عرب کے محارب مرتدین سے صحابہؓ کی جنگ ان کی بغاوت اور محاربہ کہ وجہ سے تھی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے چھپایا نہیں جا سکتا۔ بنو حنیفہ یعنی مسیلمہ کی قوم بھی محارب مرتدین میں شامل تھی۔ مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ بنو حنیفہ سے جنگ صرف اس لئے کی گئی کہ ان میں سے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے لوگ اس پر ایمان لے آئے تھے اسی صورت میں قابل پذیرائی ہو سکتا ہے جبکہ مودودی صاحب اس بارے میں حضرت صدیق اکبر کا کوئی ارشاد یا اعلان پیش کر سکیں مگر وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔

(ب) مودودی صاحب کے استد~~لال کی تغلیط کے لئے یہی کافی ہے~~ کہ مسیلمہ نے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں اور آپؐ کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا مگر حضورؐ نے نہ خود اس سے جنگ کی اور نہ ہی صحابہ کو اس سے جنگ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ پس ماننا پڑے گا کہ جنگ کی وجہ وہ نئے حالات تھے جو حضورؐ کی وفات کے بعد پیدا ہو گئے تھے:۔

(۱) مسیلمہ نے اسلامی حکومت کے مقابلہ کے لئے چالیس ہزار کا لشکر جرار تیار کیا۔

(۲) اس نے کہا میں اپنی اور سجاح کی فوج کے ساتھ تمام عرب پر قبضہ کروں گا۔

(۳) یمامہ سے خود خراج وصول کرتا تھا۔

(۴) آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپؐ کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن اثال کو اس نے نکال دیا تھا اور خود اس علاقہ کا حاکم بن گیا تھا۔

(ملاحظہ ہو تاریخ الخمیس جلد۲ ص ۱۶۰۔ و تاریخ طبری اردو ترجمہ جلد اول حصہ چہارم ص ۵۸ تا ۷۲ مطبوعہ حیدر آباد دکن)

(ج) اسجگہ ہم آنحضرت ﷺ کی حدیث ’’انا بینهما صاحب صنعاء و صاحب الیمامة‘‘ پر صحیح البخاری کا حاشیہ درج کرنا چاہتے ہیں۔ لکھا ہے:۔

’’فادعی (الاسود) النبوة وعظمت شوکته وحارب المسلمین وقتل فیهم وغلب علی البلاد وآل امره الیٰ ان قتل فی حیاة

النبی ﷺ واما مسیلمة فکان ادعیٰ النبوة فی حیاة النبی ﷺ لکن لم تعظم شوکته ولم یقع محاربته الا فی عهد ابوبکر“

(البخاری کتاب الرؤیا باب نفخ فی المنام)

ترجمہ:۔اسود عنسی نے آنحضرتؐ کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کی شان وشوکت بن گئی۔ اس نے مسلمانوں سے جنگ کی اور انہیں قتل کیا اور علاقہ پر قابض ہوگیا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں قتل کر دیا گیا ہاں مسیلمہ نے بھی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا مگر اس وقت نہ اس کی شوکت قائم ہوئی اور نہ ہی اس سے جنگ پیش آئی سوائے حضرت ابوبکر کے زمانہ کے“

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ اسود عنسی نے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی مسلمانوں سے جنگ چھیڑ دی اور وہ حضور کی زندگی میں قتل ہوگیا۔ لیکن مسیلمہ نے اس وقت عملی بغاوت نہ کی تھی۔ اگرچہ اس کا دعویٰ نبوت موجود تھا لیکن اس سے آنحضرتؐ کی زندگی میں جنگ نہیں کی گئی البتہ جب اس نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد عملی بغاوت شروع کردی تو صحابہؓ نے اس سے جنگ کی اور وہ ہلاک ہوگیا۔

اندریں حالات اگر مسیلمہ کذّاب کے واقعہ سے صحابہؓ کے کسی قسم کے اجماع پر استدلال کیا جاسکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ مرتد محاربین جب عملی بغاوت اختیار کرلیں تو ان سے جنگ لابدّی ہے۔ اگر دعویٰ نبوت کو درمیان میں داخل کئے بغیر مودودی صاحب کی تسلی نہیں ہوسکتی تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسا مدعیٔ نبوت جو تشریعی نبوت کا دعویدار ہو، اسلامی نظام کو درہم برہم کرنا چاہتا ہو اور عملاً مسلمانوں سے برسرپیکار ہو کر لشکر تیار کر رہا ہو ایسے مدعی سے جنگ کرنا لازمی ہے۔ صحابہؓ کے عمل سے یہی ثابت ہے۔

غیر تشریعی نبوت پر صحابہؓ کا اجماع

مودودی صاحب تو بات کو توڑ مروڑ کر بھی غیر تشریعی نبوت کے ممتنع ہونے پر صحابہؓ کا کسی قسم کا اجماع ثابت نہیں کر سکے۔ آیئے ہم بتائیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع اس بارے میں کس بات پر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تفقہ اور آپ کی علم دین میں مہارت سب امت کو مسلّم ہے۔ انہوں نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

قولوا انه خاتم الانبیاء ولا تقولوا لانبی بعدهٗ

کہ اے لوگو؟ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء تو کہا کرو مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ ہوگا“

یہ قول حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحابہؓ کے مجمع میں فرمایا جیسا کہ لفظ **قولوا** اور **لا تقولوا** سے خود ظاہر ہے۔ مگر سارے مجمع میں سے اس کے خلاف ایک آواز نہیں اٹھی۔ حالانکہ بظاہر حضرت عائشہؓ کا قول آنحضرت ﷺ کی حدیث **لانبی بعدی** کے خلاف نظر آتا ہے مگر صحابہ خوب سمجھتے تھے کہ **لانبی بعدی** کا ایک غلط مفہوم لیا جاسکتا ہے جو قرآن مجید اور دیگر نصوص کے خلاف ہے حضرت عائشہؓ اسی غلط مفہوم کی تردید فرما رہی ہیں اس لئے سب نے حضرت عائشہ کی بات سے اتفاق کیا۔

اس اجمال کی تفصیل امام محمد طاہر نے حضرت ام المومنینؓ کا مندرج بالا قول درج کرنے کے بعد یوں بیان فرمائی ہے:۔

هذا ناظر الیٰ نزول عیسیٰ وهذا لا ینافی حدیث لانبی بعدی لانه اراد لانبی ینسخ شرعه.

کہ حضرت عائشہؓ کا مقصد نزول مسیح کو مدنظر رکھنا ہے۔ نیز یہ بات **لانبی بعدی** کے مخالف نہیں کیونکہ **لانبی بعدی** کی حدیث سے آنحضرت ﷺ کا صرف یہ مطلب تھا کہ میرے بعد ایسے نبی نہیں آسکتے جو میری شریعت کو منسوخ قرار دیں“

(تکملہ مجمع البحار جلد۳۔ ص۸۵ مطبع عالی لمنشی نولکشور)

بات صاف ہے کہ حدیث نبوی **لانبی بعدی** کا مدعا یہ ہے کہ نبی پاک ﷺ کے بعد نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا **لانبی بعدهٗ** کے اس عام مفہوم کے مدنظر کہ کسی قسم کا بھی نبی نہیں آسکتا اس کے استعمال سے روک رہی ہیں۔ دونوں میں کوئی منافاۃ نہیں۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد پر سر تسلیم خم کیا اور اس طرح اصول کی کتاب نورالانوار کے حوالہ مندرجہ آغاز فصل ہذا کے

مطابق اس بات پر صحابہ کا سکوتی اجماع ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آ سکتا مگر امتی نبی آ سکتا ہے۔ وھو المراد۔

اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت

مودودی صاحب کی ساری تگ و دو اسلئے ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) مسیلمہ کی طرح کذّاب مدعی نبوت ثابت کریں اور جماعت احمدیہ کو واجب القتل قرار دیں۔ حالانکہ دوسرے ہزاروں شواہد و دلائل سے قطع نظر مودودی صاحب کے لئے اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہی فعلی شہادت کافی تھی کہ مسیلمہ کذّاب پورے ساز و سامان اور چالیس ہزار کے لشکر جرار کے باوجود ناکام و نامراد ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا لیکن حضرت بانی سلسلہ احمدیہ انتہائی بے کسی کے باوجود علما، پنڈتوں، پادریوں کی علیحدہ علیحدہ اور متفقہ کوششوں کے باوجود کامیاب و کامران ہوئے اور دشمن ہزار ہا قسم کی سازشوں کے باوجود آپؑ کے قتل پر قادر نہ ہو سکے۔ مسیلمہ کی جمیعت چند دن میں پراگندہ ہو گئی اور اس کا مشن ناپید ہو گیا لیکن حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی جماعت ستر سال سے روز افزوں ترقی کر رہی ہے اور اکناف عالم میں اسلام کے پرچم کو بلند کرتی جا رہی ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی یہ واضح فعلی شہادت مخالفین کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں تا ان کی زبانیں بھی حق کا اقرار کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار

فصل ششم

خاتم النبیین کا صحیح مفہوم اور علماء وصلحاء امت کے بیانات

جناب مودودی صاحب ''تمام علماء امت کا اجماع'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:۔

''پہلی صدی سے لیکر آج تک ہر زمانے کے اور پوری دنیائے اسلام میں ہر ملک کے علماء اسی عقیدے پر متفق ہیں کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا''

(ختم نبوت ص۲۳)

بلاشبہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور یہ بھی سب کو مسلم ہے کہ حضورؐ نے **لانبی بعدی** کا ارشاد فرمایا ہے اور اپنے متعلق آخر الانبیآء کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ امت محمدؐیہ نے خاتم النبیین اور لا نبی بعدی وغیرہ کے کس معنے اور مفہوم پر اجماع کیا ہے؟ اس سوال کا جواب معین کرنے کے لئے ہمیں بزرگان سلف کے اقوال پر مجموعی نظر ڈالنی چاہیے۔ جناب مودودی صاحب نے بیس مفسرین وغیرہم کے اقوال درج فرمائے ہیں ہم ذیل میں ان کا بھی جائزہ لیں گے

بیس بزرگان امت اور علماء ربانی کی تشریح

لیکن اس سے پہلے ہم بیس دوسرے بزرگان امت کے واضح اقوال پیش کرتے ہیں:۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (وفات ۵۸؁ ہجری) نے فرمایا:۔

''قولوا انهٗ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لانبی بعدهٗ''

(تفسیر الدر المنثور للسیوطی جلد۵ ص۲۰۴ وتکملہ مجمع البحار ص۸۵)

اے لوگو! آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء ضرور کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپؐ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ آئے گا''

(۲) حضرت امام ملّا علی قاری (وفات ۱۰۱۴؁ ہجری) اہلسنت کے زبردست عالم تحریر فرماتے ہیں:۔

''قوله تعالیٰ خاتم النبیین اذا المعنی انهٗ لا یأتی بعدهٗ نبی ینسخ ملتهٗ ولم یکن من امتهٖ''

کہ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو اور آپؐ کی امت میں سے نہ ہو''

(موضوعات کبیر ص۶۹)

(۳) حضرت امام محمد طاہر علیہ الرحمۃ (وفات ۹۸۶؁ ہجری) لکھتے ہیں:۔

''ھذا ایضاً لا ینافی حدیث لانبی بعدی لانهٗ اراد لانبی ینسخ شرعه''

کہ حضرت عائشہؓ کے قول سے حدیث **لانبی بعدی** کی مخالفت نہیں ہوتی کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مراد یہ ہے کہ ایسا نبی نہ ہوگا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کردے'' (تکملہ مجمع البحار جلد۳ ص۸۵ مطبع عالی المنشی نولکشور)

(۴) رئیس الصوفیہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ (وفات ۶۳۸؁ ہجری) تحریر فرماتے ہیں

(الف) **''ان النبوۃ التی انقطعت بوجود رسول اللهﷺ انما ھی نبوۃ التشریع لا مقامها فلا شرع یکون ناسخاً لشرعهﷺ ولا یزید فی شرعه حکماً اٰخر وھذا معنیٰ قوله ﷺ ان الرسالة والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لانبی یکون علیٰ شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی''**

(فتوحات مکیہ جلد۲ ص۳ مطبع دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر)

ترجمہ:۔ وہ نبوت جو آنحضرت ﷺ کے آنے سے ختم ہوئی ہے وہ صرف تشریعی نبوت ہے مقام نبوت نہیں۔ پس اب ایسی شریعت نہیں آسکتی جو آنحضرت ﷺ کی شریعت کو منسوخ قرار دے یا آپؐ کی شریعت میں کوئی حکم زائد کرے۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں **ان الرسالة والنبوة قد انقطعت** کہ اب رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی ہے میرے بعد ~~نہ رسول ہے اور نہ نبی۔ یعنی کوئی ایسا~~ نبی نہیں ہوگا جو ایسی شریعت پر ہو جو میری شریعت کے خلاف ہو بلکہ جب کبھی نبی آئے گا تو وہ میری شریعت کے تابع ہوگا“

(ب) حضرت ابن عربیؒ موصوف اپنی دوسری کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

”**امانبوة التشریع والرسالة فمنقطعة وفی محمد ﷺ قد انقطعت فلا نبی بعدہٗ مشرعاً .....الا ان الله لطف بعبادہ فابقی لهم النبوة العامة لا تشریع فیها**“ (فصوص الحکم ص۱۴۰۔۱۴۱)

ترجمہ:۔ کہ تشریعی نبوت اور رسالت بند ہو چکی ہے اور حضور ﷺ کے وجود باجود پر اس کا انقطاع ہوگیا ہے لہٰذا آپؐ کے بعد صاحب شریعت نبی کوئی نہ ہوگا۔۔۔۔ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مہربانی فرما کر ان کے لئے نبوت عامہ کو جس میں کوئی شریعت نہیں ہوتی جاری رکھا ہے“

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ (وفات ۱۱۷۶ ہجری) تحریر فرماتے ہیں:۔

”**ختم به النبیون ای لایوجد من یامرہ الله سبحانه بالتشریع علی الناس**“

کہ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اب کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے شریعت دے کر مامور فرمائے۔ یعنی شریعت جدیدہ لانے والا کوئی نبی نہ ہوگا“

(تفہیمات الٰہیہ تفہیم نمبر۵۴ جلد۲ ص۸۵ شاہ ولی اللہ دہلی اکیڈمی حیدرآباد سندھ)

(۶) حضرت السید عبدالکریم جیلانیؒ (ولادت ۷۶۷ ہجری) نے تحریر فرمایا ہے:۔

”**فانقطع حکم نبوة التشریع بعدہٗ وکان محمد ﷺ خاتم النبیین لانهٗ جاء بالکمال ولم یجیٔ احد بذٰلک**“

کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت تشریعی کا انقطاع ہوگیا اور آنحضرت ﷺ خاتم النبیین قرار پا گئے۔ کیونکہ آپؐ ایسی کامل شریعت لے آئے جو اور کوئی نبی نہ لایا“

(الانسان الکامل جلد۱ ص۹۸ مطبوعہ مصر)

(۷) حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ (وفات ۹۷۶ ہجری) نے تحریر فرمایا ہے:۔

”**ان مطلق النبوة لم یرتفع وانما ارتفع نبوة التشریع فقط**“

کہ مطلق نبوت بند نہیں ہوئی صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے“

(الیواقت والجواہر جلد۲ ص۲۴ طبع ثالث مطبوعہ ۱۳۲۱ھ مصر)

(۸) حضرت امام فخر الدین رازیؒ (وفات ۶۰۶ ہجری) تحریر فرماتے ہیں:۔

”**فاعطاهم العقل وبعث فی ارواحهم نور البصیرة وجوهر الهدایة فعند هٰذہ الدرجة فازوا بالخلع الاربعة. الوجود، والحیاة، والقدرة، والعقل، فالعقل خاتم الکل والخاتم یجب ان یکون افضل ألاتریٰ ان رسولنا ﷺ لما کان خاتم النبیین کان افضل الانبیاء علیهم الصلوٰة والاسلام والانسان لما کان خاتم المخلوقات الجسمانیة کان افضلها فکذٰلک العقل لما کان خاتم الخلع الفائضة من حضرة ذی الجلال کان افضل الخلع واکملها**“ (تفسیر کبیر امام رازیؒ جلد۱۱ ص۳۴ طبع ثالث دار الکتب العلمیہ طہران)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقل عطا فرمائی اور ان کی روحوں میں نور بصیرت اور جوہر ہدایت پیدا فرمایا۔ اس موقعہ پر انہیں چار خلعتیں نصیب ہوئیں۔ (۱) وجود (۲) زندگی (۳) قدرت (۴) عقل۔ اور عقل ان تمام خلعتوں کی خاتم ہے اور خاتم کے لئے واجب ہے کہ وہ افضل ہو۔ دیکھو جس طرح ہمارے

پیغمبر ﷺ خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے سب نبیوں سے افضل قرار پائے اور انسان جسمانی مخلوقات کا خاتم قرار پانے کے باعث سب سے افضل ٹھہرا۔ اسی طرح عقل جب ان خلعتوں کی خاتم ہے تو ضرور ہے کہ وہ ان سب سے افضل و اکمل ہو‘‘

(۹) علامہ ابن خلدون (وفات ۸۰۹ھ ہجری) تحریر فرماتے ہیں:۔

’’ویمثلون الولایة فی تفاوت مراتبها بالنبوة ویجعلون صاحب الکمال فیها خاتم الاولیاء ای حائزَ الرتبة التی هی خاتمة الولایة کما کان خاتم الانبیاء ~~حائزاً للمرتبة التی هی~~ خاتمة النبوة‘‘

(مقدمہ ابن خلدون ص ۳۲۴ مطبع المصطفی محمد مصر)

ترجمہ۔ ولایت کو اپنے تفاوت مراتب میں نبوت کا مثیل قرار دیتے ہیں اور اس میں کامل ولی کو خاتم الاولیاء ٹھہراتے ہیں۔ یعنی اس مرتبہ کا پانے والا جو ولایت کا خاتمہ ہے جس طرح سے حضرت خاتم الانبیاء اس مرتبہ کمال کے پانے والے تھے جو نبوت کا خاتمہ ہے‘‘

(۱۰) حضرت شیخ فریدالدین عطار (وفات ۶۲۰ھ ہجری، ۱۲۳۰ء عیسوی) تحریر فرماتے ہیں:۔

’’مجذوب کے لئے چند درجے ہیں۔ بعض کو ان سے ایک تہائی دیتے ہیں اور بعض کو آدھے اور بعض کو آدھے سے زیادہ۔ جبکہ اس درجہ کو پہنچتا ہے تو وہ مجذوب نبوت کے حصے کے سبب سے تمام مجذوبوں سے بڑھ جاتا ہے اور خاتم الاولیاء ہوتا ہے اور سردار تمام ولیوں کا۔ جیسا کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفٰے صلعم خاتم الانبیاء تھے‘‘ (تذکرۃ الاولیاء ص ۲۴۹ باب ۵۸ حالات محمد علی حکیم الترمذی مترجم مولوی نذیر احمد سیماب قریشی شائع کردہ شیخ غلام علی برکت علی تاجران کتب لاہور)

(۱۱) حضرت خواجہ میر درد صاحب دہلوی (وفات جنوری ۱۷۸۵ء عیسوی مطابق صفر ۱۱۹۹ھ ہجری) فرماتے ہیں:۔

’’طریقہ محمدیہؐ **علیٰ صاحبها الصلوٰة والتحیه** سب طریقوں پر ترجیح رکھتا ہے اور خاتم الطرق ہے جس طور سے کہ نبوت آنحضرت ﷺ کی خاتم جمیع نبوت و رسالت کی ہے۔ **فالحمد لله الذی فضلنا علیٰ کثیر من عباده المومنین** . اس طریقہ سے اگلے طریقے اس کی مبادی تھے اور اس کے مابعد جو طریقے قیامت تک پیدا ہوں گے اس طریقہ کی شاخیں اور شعبہ ہوں گے۔ **له الحمد فی الاولیٰ والاخرة وله الحکم والیه ترجعون** ۔ اور یہ طریقہ محمدیہؐ خالصہ ازل سے لے کر ابد تک سب نسبتوں پر حاوی ہے۔ (میخانہ درد ص ۱۲۸ جیّد برقی پریس)

(۱۲) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ (وفات ۱۰۳۴ھ ہجری) فرماتے ہیں:۔

’’پس حصول کمالات نبوت مر تابعان رابطریق وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والرسل الصلوات والتحیات منافی خاتمیت او نیست ۔ **فلا تکن من الممترین**‘‘

(مکتوبات امام ربانیؒ جلد اول حصہ پنجم دفتر اول مکتوب نمبر ۳۰۱ ص ۱۴۰، ۱۴۱ اراؤف اکیڈمی لاہور)

ترجمہ۔ خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبعوث ہونے کے بعد خاص متبعین آنحضرتؐ کو بطور وراثت کمالات نبوت کا حاصل ہونا آپؐ کے خاتم الرسل ہونے کے منافی نہیں ہے۔ یہ بات درست ہے اس میں شک مت کرو‘‘

(۱۳) حضرت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ (وفات محرّم ۱۱۹۵ھ ہجری، جنوری ۱۷۸۱ عیسوی) نے فرمایا ہے:۔

’’ہیچ کمال غیر از نبوت بالاصالہ ختم نگردیدہ و در مبداء فیاض بخل و دریغ ممکن نیست‘‘

کہ سوائے مستقل نبوت تشریعیہ کے کوئی کمال ختم نہیں ہوا باقی فیوض میں اللہ تعالیٰ کے لئے کسی قسم کا بخل اور تردد ممکن نہیں‘‘ (مقامات مظہری ص ۸۸)

(۱۴) حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ (وفات ۶۷۲ھ ہجری) تحریر فرماتے ہیں:۔

مکر کن در راہ نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر امتے

کہ نیکی کی راہ میں خدمت کی ایسی تدبیر کر کہ تجھے امت کے اندر نبوت مل جائے (مثنوی مولانا روم دفتر پنجم ص ۵۷۔ الفیصل ناشران و تاجران اردو بازار

لاہور)

نیز آپ نے خاتمیت نبوی کی تشریح کرتے ہوئے لطیف رنگ میں فرمایا:۔

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود
مثل اونے بُود نے خواہند بود

آپؐ خاتم اس لئے ہوئے کہ آپ بے مثل ہیں۔ فیض روحانی کی بخشش میں آپؐ جیسا نہ کوئی پہلے (نبی) ہوا ہے اور نہ آئندہ آپ جیسے ہونگے“

چونکہ در صنعت برد استاد دست
نی تو گوئی ختم صنعت بر تو است

جب کوئی استاد صنعت اور دستکاری میں کمال پیدا کرتا اور سبقت لے جاتا ہے تو کیا تو یہ نہیں کہتا کہ استاد! تجھ پر صنعت اور دستکاری ختم ہے۔ تجھ جیسا کوئی صنعت گر اور دستکار نہیں ہے

در کشا دختم ہا تو خاتمی
در جہان روح بخشاں حاتمی

اے مخاطب مثنوی جس طرح اعلیٰ درجہ کے کاریگر کو تو کہتا ہے کہ تجھ پر کاریگری اور دستکاری کا فن ختم ہے اسی طرح تو آنحضرتؐ کو مخاطب ہو کر کہہ سکتا ہے کہ بندشوں اور رکاوٹوں کے ہٹانے اور عقدہ ہائے لاینحل کے حل کرنے میں تو خاتم یعنی بے مثل اور یگانۂ روزگار ہے اور روحانیت عطا کرنے والوں کی دنیا میں تو حاتم کی طرح کا لاثانی ہے

(مثنوی مولوی معنوی دفتر ششم مطبع منشی نولکشور لکھنؤ)

(۱۵) جناب نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالوی (وفات ۱۳۰۷ ہجری، ۱۸۸۹ عیسوی) لکھتے ہیں:۔

”لا نبی بعدی آیا ہے جس کے معنے نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا“

(اقتراب الساعۃ ص ۱۶۲ مطبع مفید عام آگرہ ۱۳۰۱ھ)

(۱۶) جناب مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی (وفات ۱۳۰۴ ہجری، ۱۸۸۴ء) لکھتے ہیں:۔

”بعد آنحضرت صلعم کے یا زمانے میں آنحضرت صلعم کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے“

(اثر ابن عباس فی دافع الوسواس ص ۱۶ مطبع یوسفی فرنگی محل لکھنؤ بار دوم)

(۱۷) جناب الشیخ عبدالقادر الکردستانی تحریر فرماتے ہیں:۔

”ان معنی کونہ خاتم النبیین ھو انہ لایبعث بعدہ نبی اٰخر بشریعۃ اخریٰ“

کہ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نئی شریعت لے کر مبعوث نہ ہوگا“

(تقریب المرام جلد ۲ ص ۲۳۳)

(۱۸) جناب مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی جنہیں پاکستان میں ”شیخ السلام“ بھی کہا جاتا ہے (متوفی ۱۹۴۹ عیسوی) لکھتے ہیں:۔

”اب میں اس کے سوا کیا کہوں کہ آنحضرت ﷺ جیسا کہ اپنی عادات و اخلاق میں تمام انبیاء علیہم السلام سے فائق تھے ایسا ہی علوم کے بھی سارے مراتب آپ پر تمام کر دیئے گئے تھے کیونکہ انبیاء سابقین میں نہ ایسا اعجاز علمی کسی کو دیا گیا نہ اس کے اتباع میں کسی نے ان علوم کے دریا بہائے ہیں جو اہل اسلام نے بہائے ہیں اور جبکہ صفت علم تمام ان صفات کی خاتم ہے جو مربی عالم میں ہیں تو جس کا اعجاز علمی ہوگا گویا اس پر تمام کمالات علمی کا خاتمہ کر دیا جائے گا اور اسی کو ہمارے نزدیک خاتم الانبیاء کہنا مناسب ہوگا“ (رسالہ اعجاز القرآن ص ۶۱)

(۱۹) علمائے لکھنؤ نے استفسار کے جواب میں لکھا ہے:۔

''علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہوسکتا اور نبوت آپؐ کی تمام مکلفین کو شامل ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہوگا وہ متبع شریعت محمدؐیہ کا ہوگا''

(اثر ابن عباس فی دافع الوسواس ص ۴ مطبع یوسفی فرنگی محل لکھنؤ بار دوم)

اسی جگہ امام تقی الدین السبکی (وفات ۷۵۰ ہجری) کا قول بحوالہ رسالۃ الاعلام بایں الفاظ درج ہے:۔

''یکون نبوتہ ورسالتہ عامۃ لجمیع الخلق من زمن اٰدم الیٰ یوم القیامۃ ویکون الانبیاء واممھم من امتہ فالنبی صلعم نبی الانبیاء''

ترجمہ آنحضرت ﷺ کی نبوت ورسالت ساری مخلوقات کے لئے ہے اور آدم کے زمانہ سے لے کر قیامت تک ہے اور سب نبی اور ان کی امتیں آنحضرتؐ کی امت میں داخل ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ نبی الانبیاء یعنی نبیوں کے نبی ہیں''

(رسالہ جواب دیگر از علمائے لکھنؤ ملحقہ تحذیر الناس ص ۴۳)

(۲۰) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند (وفات ۱۲۹۷ ہجری) تحریر فرماتے ہیں:۔

''اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول **اللہ صلعم** اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائیگی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیؐ میں کچھ فرق نہیں آئے گا''

(رسالہ تحذیر الناس ص ۲۸ مطبوعہ قاسمی پریس دیوبند)

واضح نتائج

ناظرین کرام! یہ جملہ واضح عبارتیں دنیائے اسلام کے ان درخشندہ بیس بزرگوں، اماموں، مفسروں، محققوں اور علماء کے قلم سے درج ہیں۔ جن کا زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے لیکر ہمارے زمانے تک ممتد ہے اور جن کی ملکی وسعت ہندوستان، پاکستان، ایران، عرب شام، ترکی، یمن، مصر اور اندلس وغیرہ تمام ممالک تک پھیلی ہوئی ہے۔ ان عبارتوں سے عیاں ہے کہ امت مسلمہ خاتم النبیین کا مفہوم یہی سمجھتی رہی ہے کہ:۔

(۱) آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا اور ناسخ شریعت محمدیہؐ نبی نہیں آسکتا۔

(۲) آنحضرت ﷺ پر کمالات نبوت کا خاتمہ ہو گیا ہے اور آپؐ سب سے افضل نبی ہیں۔ نبی الانبیاء یعنی نبیوں کے شہنشاہ ہیں۔

(۳) آنحضرت ﷺ کے بعد امتی نبی کے آنے میں روک نہیں۔ امتی نبی کے پیدا ہونے سے خاتمیت محمدیہ میں کوئی فرق نہیں آسکتا کیونکہ ایسا نبی تابع شریعت محمدیہؐ ہوگا۔

جناب قاری محمد طیّب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے تین قیمتی اقتباسات

ذیل کے تین اقتباسات جناب قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی کتاب ''تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام'' مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی سے نقل کئے جاتے ہیں جو اس جواب کی پہلی اشاعت کے بعد ہمارے مطالعہ میں آئے ہیں۔ ان عبارتوں سے عیاں ہے کہ خاتم النبیین کے معنے جملہ نبیوں کے لئے ''مصدر فیض'' کے ہیں۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ آنے والے مسیح موعود کا مقام امتی نبی کا مقام ہے۔ اس میں شان نبوت کا ہونا لازمی ہے۔ محترم قاری صاحب کی اس غلطی کے علاوہ کہ وہ مسیح اسرائیلی کے آسمانوں سے آنیکا خیال رکھتے ہیں ہم ان کے ان بیانات کے حرف حرف سے متفق ہیں۔ یہی احمدیت کا نقطۂ نگاہ ہے۔ مودودی صاحب انہیں بغور ملاحظہ فرمائیں۔ جناب قاری صاحب لکھتے ہیں:۔

(۱) ''جس طرح ملائکہ وشیاطین میں ایک ایک فرد خاتم ہے جس پر اس نوع کے تمام مراتب ختم ہو جاتے ہیں اور وہی اپنے نوع کے لئے مصدر فیض ہے۔ ملائکہ کے لئے جبرئیل علیہ السلام جس سے کمالات ملکیت ملائکہ کو تقسیم ہوتے ہیں اور شیاطین کے لئے ابلیس لعین جس سے تمام شیاطین کو فسادات شیطنت تقسیم ہوتے

ہیں۔ اسی طرح انبیاء ودجاجلہ میں بھی ایک ایک فرد خاتم ہے جو اپنے دائرہ میں مصدر فیض ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں وہ فرد کامل اور خاتم مطلق جو کمالات نبوت کا منبع فیض ہے اور جس کے ذریعہ سارے ہی طبقۂ انبیاء کو علوم وکمالات تقسیم ہوئے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ ہیں“ (صفحہ ۲۲۳۔۲۲۴)

(۲) ”دجال اعظم کا اصل مقابلہ ذات بابرکات نبویؐ سے ہے کہ آپؐ تمام قرون دنیا کے خاتم کمالات ہیں اور وہ خاتم فسادات۔ آپؐ عبدیت مجسم ہیں اور وہ رعونت مجسم۔۔۔۔اس کے عمیق دجل وفساد کا مقابلہ محض نبوت کی طاقت نہ کرسکتی جب تک کہ اس کے ساتھ خاتمیت کی بے پناہ قوت نہ ہوتی“

(صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶)

(۳) ”اس صورت میں (یعنی آنحضرتؐ کے صدیوں باقی رکھا جانے کی صورت میں۔ ناقل) نہ امت کے کمالات کھلتے نہ ختم نبوت کی بے پناہ طاقت واضح ہوتی جس سے یہ واضح ہوسکتا ہے کہ ذات بابرکات خاتمِ مطلق کی سب سے اکمل روحانیت اور بے انتہاء مکمل انسانیت جس طرح اگلوں کو فیض روحانیت پہنچا رہی تھی اسی طرح وہ پچھلوں میں تکمیل کمالات کا کام کررہی ہے اور وہ ان محدود روحانیتوں کی مانند نہیں ہے جو دنیا میں آئیں اور گزر گئیں اور امتوں میں ان کا کوئی نقش قدم باقی نہ رہا۔ لیکن پھر سوال یہ ہے کہ جب خاتم الدجالین کا اصلی مقابلہ تو خاتم النبیین سے ہے مگر اس مقابلہ کے لئے نہ حضورؐ کا دنیا میں دوبارہ تشریف لانا مناسب، نہ صدیوں باقی رکھا جانا شایانِ شان، نہ زمانہ نبوی میں مقابلہ ختم کرا دیا جانا مصلحت۔ اور ادھر اس ختم دجالیت کے استیصال کے لئے چھوٹی موٹی روحانیت تو کیا بڑی سے بڑی ولایت بھی کافی نہ تھی۔ عام مجددین اور ارباب ولایت اپنی پوری روحانی طاقتوں سے بھی اس سے عہدہ برا نہ ہوسکتے تھے جب تک کہ نبوت کی روحانیت مقابل نہ آئے بلکہ محض نبوت کی قوت بھی اس وقت تک موثر نہ تھی جب تک کہ اس کے ساتھ ختم نبوت کا پاور شامل نہ ہو تو پھر شکست دجالیت کی صورت بجز اس کے اور کیا ہوسکتی تھی کہ اس دجال اعظم کو نیست ونابود کرنے کے لئے امت میں ایک ایسا خاتم المجددین آئے جو خاتم النبیینؐ کی غیر معمولی قوت کو اپنے اندر جذب کئے ہوئے ہو اور ساتھ ہی خاتم النبیین سے ایسی مناسبت تامہ رکھتا ہو کہ اس کا مقابلہ بعینہ خاتم النبیین کا مقابلہ ہو۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ ختم نبوت کی روحانیت کا انجذاب اسی مجدد کا قلب کرسکتا تھا جو خود بھی نبوت آشنا ہو۔ محض مرتبۂ ولایت میں یہ تحمل کہاں کہ وہ درجہ نبوت کی بھی برداشت کرسکے چہ جائیکہ ختم نبوت کا کوئی انعکاس اپنے اندر اتار سکے۔ نہیں بلکہ اس انعکاس کے لئے ایک ایسے نبوت آشنا قلب کی ضرورت تھی جو فی الجملہ خاتمیت کی شان بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ تاکہ خاتم مطلق کے کمالات کا عکس اس میں اتر سکے اور ساتھ ہی اس خاتم مطلق کی ختم نبوت میں فرق بھی نہ آئے۔ اس کی صورت بجز اس کے اور کیا ہوسکتی تھی کہ انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کو جو ایک حد تک خاتمیت کی شان رکھتا ہو اس امت میں مجدد کی حیثیت سے لایا جائے جو طاقت تو نبوت کی لئے ہوئے ہو مگر اپنی نبوت کا منصبِ تبلیغ اور مرتبۂ تشریع لئے ہوئے نہ ہو بلکہ ایک امتی کی حیثیت سے اس امت میں کام کرے اور خاتم النبیین کے کمالات کو اپنے واسطے سے استعمال میں لائے۔ مگر جیسا کہ اس نبی کو حضرت خاتم الانبیآ ﷺ کے ساتھ ایک مخصوص توافق وتشابہ کی نسبت حاصل ہوتا کہ کمالات خاتمیت جذب کرسکے وہیں دجال اعظم کے ساتھ اسے تضاد اور تقابل کی بھی وہی مخصوص نسبت حاصل ہو جو ~~حضرت خاتم الانبیاء~~ ﷺ کو اس سے تھی۔ کیونکہ اس سے کامل مقابلہ تو نسبت تضاد کے کمال سے ممکن ہے اور اس کامل مقابلہ میں حضورؐ کی کامل نمائندگی اس سے ہے کہ اس نسبت تضاد میں حضورؐ کے ساتھ مشابہت بھی کامل رہے“ (ص ۲۲۸۔۲۳۰)

مودودی صاحب کے پیش کردہ اقوال کے اصولی جواب

پہلا اصولی جواب مودودی صاحب کے پیش کردہ اقوال بزرگان کا یہ ہے کہ ان اقوال کے قائلین میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد امتی نبی کا آنا بند ہے۔ اگر ایسا ایک قول بھی مودودی صاحب پیش کرسکتے ہوں تو ہماری طرف سے انہیں چیلنج ہے مگر وہ ایسا ہرگز نہیں کرسکتے۔

دوسرا اصولی جواب یہ ہے کہ آپ کے پیش کردہ اقوال میں خاتم النبیین یا حدیث لا نبی بعدی کو پیش کرکے کہا گیا ہے کہ آئندہ نبوت بند ہے اور ہم بیس واضح حوالہ جات سے دکھا چکے ہیں کہ امت کے اس اجماع سے یہی مراد ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد شریعت والے اور مستقل نبی کا آنا بند ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ مودودی صاحب والے اقوال میں بھی جہاں جہاں نبوت کے بند ہونے کا ذکر ہے وہاں پر سب جگہ شریعت والی یا مستقل نبوت کا بند ہونا مراد ہے۔ اس قسمِ نبوت کو جماعت احمدیہ بھی بند مانتی ہے۔ لہذا یہ چیز متنازعہ فیہ نہیں۔

تیسرا اصولی جواب یہ ہے کہ مودودی صاحب نے قاضی عیاض نمبر ۷ کی عبارت کا یوں ترجمہ کیا ہے:۔

(الف) ''آپ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں''

(ب) ''تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر مفہوم پر محمول ہے اس کے معنے ومفہوم میں کسی تاویل وتخصیص کی گنجائش نہیں'' (ختم نبوت ص ۲۶)

لیکن اس کے باوجود مودودی صاحب نے جو باقی انیس اقوال پیش کئے ہیں ان میں سے پانچ قول مودودی صاحب کے الفاظ میں یوں ہیں:۔

(۱) علامہ زمخشری (نمبر ۶) تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں:۔

''میں کہوں گا کہ آپ کا آخری نبی ہونا اس معنی میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جو آپؐ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدیہ کے پیرو اور آپؐ کے قبلے کی طرف نماز پڑھنے والے ہوں گے گویا کہ وہ آپ ہی کی امت کے ایک فرد ہوں گے''

(رسالہ ختم نبوت ص ۲۵)

(۲) علامہ النسفی (نمبر ۱۱) لکھتے ہیں:۔

''رہے عیسیٰ تو وہ ان انبیاء میں سے ہیں جو آپؐ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدﷺ پر عمل کرنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے گویا کہ وہ آپ کی امت کے افراد میں سے ہیں'' (رسالہ ختم نبوت ص ۲۷)

(۳) علامہ بیضاوی (نمبر ۱۰) لکھتے ہیں:۔

''عیسیٰ علیہ السلام کا آپؐ کے بعد نازل ہونا اس ختم نبوت میں قادح نہیں ہے کیونکہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپؐ ہی کے دین پر ہوں گے'' (رسالہ ختم نبوت ص ۲۷)

(۴) علامہ سیوطی (نمبر ۱۴) لکھتے ہیں:۔

''عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو آپؐ کی شریعت ہی کے مطابق عمل کریں گے''

(رسالہ ختم نبوت ص ۲۸)

(۵) اسمٰعیل حقی (نمبر ۱۷) لکھتے ہیں:۔

''عیسیٰ آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدی ﷺ کے پیرو کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ آپؐ ہی کے قبلے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں گے آپؐ کی امت کے ایک فرد کی طرح ہوں گے۔ نہ ان کی طرف وحی (یعنی تشریعی وحی۔ ناقل) آئے گی اور نہ وہ نئے احکام دیں گے بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہوں گے'' (رسالہ خاتم نبوت ص ۲۹)

قارئین کرام! ہم نے یہ پانچ حوالے جناب مودودی صاحب کے الفاظ میں اور انہیں کے کئے ہوئے ترجمے میں نقل کر دئے ہیں۔ ان کا مشترک مفاد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نبی اللہ کی آمد خاتمیت محمدؐیہ کے منافی نہیں کیونکہ وہ شریعت محمدؐیہ کے تابع ہوں گے، نئے احکام نہ دیں گے اور آنحضرت ﷺ کے خلیفہ ہوں گے۔ ان بزرگوں نے حضرت عیسیٰ کے نبوت سے معزول ہو جانے کو تسلیم نہیں کیا بلکہ بدستور نبی قرار دیا ہے۔ مگر یہ کہہ دیا ہے کہ وہ پہلے سے نبی ہیں نیز وہ شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے۔ گویا انہوں نے خاتم النبیین کی تاویل وتخصیص کی ہے اور قاضی عیاض کے بیان کردہ معنوں ''آپؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں'' کو جنہیں مودودی صاحب نے قطع وبرید کے ساتھ پیش کیا ہے ظاہر پر محمول نہیں کیا۔ مودودی صاحب کا ان اپنے پیش کردہ بزرگوں پر خاتم النبیین کی تاویل کرنے اور اسے ظاہر پر محمول نہ کرنے کے باعث کیا فتویٰ ہے؟

پس ہمارا تیسرا اصولی جواب یہ ہے کہ جب مودودی صاحب کے پیش کردہ علماء امت اور مفسرین بھی آنے والے مسیح کو تابع شریعت محمدیہؐ نبی مانتے ہیں اور جماعت احمدیہ بھی مسیح موعودؑ کو تابع شریعت محمدیہ امتی نبی مانتی ہے تو پھر جماعت احمدیہ پر سوائے اس کے کیا الزام عائد کیا جاسکتا ہے کہ جماعت احمدیہ امت محمدیہؐ میں

سے آنے والے مسیح موعودؑ کو مانتی ہے اور مودودی صاحب اور ان کے ساتھی اسرائیلی مسیحؑ کی آمد کے منتظر ہیں مگر جہاں تک ختم نبوت کے باوجود مسیح موعود کی نبوت کا سوال ہے دونوں کے نظریہ میں اصولی اختلاف کوئی نہیں۔

مودودی صاحب کے پیش کردہ اقوال پر تفصیلی نظر

آیئے ہم تفصیل وار مودودی صاحب کے پیش کردہ بزرگوں کے اقوال پر نظر کریں۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

(۱) ’’امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنے زمانے کے مدعی نبوت سے علامت طلب کرنے کو بھی کفر قرار دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے لا نبی بعدی فرما دیا ہے‘‘ (ختم نبوت ص ۲۴)

الجواب۔ وہ مدعی نبوت شریعت محمدیہ کو منسوخ کرنے کا مدعی تھا۔ چونکہ ایسا دعویٰ امت کے نزدیک **لانبی بعدی** کے صریح خلاف ہے اس لئے علامت طلب کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ جو شخص نسخ قرآن کا واقعی امکان مانتا ہے وہ کافر ہے اس لئے امام اعظمؒ کا موقف ہمارے نزدیک بھی یقیناً درست ہے البتہ متاخرین نے کہا ہے مدعی نبوت کو عاجز اور کاذب ثابت کرنے کے لئے اس سے طلب معجزہ باعث تکفیر نہیں ہوتا

(فتاوٰی عالمگیری جلد ۲ ص ۲۸۲)

(۲) علامہ ابن جریر الطبری نے لکھا ہے ’’جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اسپر مہر لگا دی اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لئے نہیں کھلے گا‘‘

(ختم نبوت ص ۲۴)

الجواب۔ اس جگہ نبوت سے مراد تشریعی نبوت ہے۔ کیونکہ ابن جریر خود مسیح نبی اللہ کے آنے کے قائل تھے

(۳) ’’امام ابن حزم وحی کو منقطع مانتے ہیں اور کہتے ہیں وحی نہیں ہوتی مگر نبی پر‘‘

(ختم نبوت ص ۲۴)

الجواب۔ امام صاحب نے المحلی میں آیت خاتم النبیین کو دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے اور اس آیت میں اجماع امت کے مطابق تشریعی نبیوں کی آمد کا انقطاع مذکور ہے۔ پس جو وحی بند ہوئی ہے وہ بھی تشریعی وحی ہے ورنہ یہ تو واضح مسلمات میں سے ہے کہ مسیح موعود پر اللہ تعالیٰ وحی کرے گا‘‘

(صحیح مسلم)

(۴) امام غزالی علیہ الرحمۃ۔ مودودی صاحب نے ان کے نام پر ان کی کتاب ’’**الاقتصاد فی الاعتقاد** صفحہ ۱۱۲‘‘ کے حوالہ سے بطور ترجمہ عبارت ذیل واوین میں لکھی ہے:۔

’’امت نے بالاتفاق اس لفظ (لانبی بعدی) سے یہ سمجھا ہے کہ نبی ﷺ اپنے بعد کسی نبی اور کسی رسول کے کبھی نہ آنے کی تصریح فرما چکے ہیں اور یہ کہ اس میں کسی تاویل و تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب جو شخص اس کی تاویل کر کے اسے کسی خاص معنی کے ساتھ مخصوص کرے اس کا کلام محض بکواس ہے جس پر تکفیر کا حکم لگانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے متعلق تمام امت کا اجماع ہے کہ اس کی نہ تاویل کی جاسکتی ہے اور نہ وہ مخصوص ہے‘‘

(رسالہ ختم نبوت ص ۲۴۔۲۵)

ایک سوال

اس عبارت کو امام غزالی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس میں مودودی صاحب نے جس خطرناک علمی خیانت سے کام لیا ہے اس کا ذکر کرنے سے پہلے ہم ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ اگر خاتم النبیین اور **لانبی بعدی** کی تاویل و تخصیص کرنا نص کی تکذیب ہے جس سے انسان فوراً کافر ہو جاتا ہے تو مودودی صاحب اس فصل کے شروع میں بیان کردہ عبارتوں کے بزرگ قائلین کے متعلق کیا فتوٰی دیتے ہیں۔ ہم ذرا کھل کر پوچھتے ہیں کہ:۔

(۱) امام علی القاری نے لکھا ہے کہ خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ ایسا نبی نہ آئے گا جو آنحضرتؐ کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کی امت سے نہ ہو۔ کیا مودودی صاحب کے نزدیک (معاذ اللہ) امام علی القاری کافر ہیں؟

(۲) حضرت امام محمد طاہر نے فرمایا ہے کہ لا نبی بعدی سے آنحضرت ﷺ کی مراد یہ تھی کہ ایسا نبی نہ آئے گا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ مودودی صاحب بتلائیں کہ وہ امام محمد طاہر علیہ الرحمۃ کو مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟

(۳) حضرت ابن العربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ لا نبی بعدی سے مراد آنحضرت ﷺ کی صرف یہ ہے کہ کوئی نبی میری شریعت کے خلاف نہیں ہوسکتا بلکہ جب بھی آئے گا تو میری شریعت کے تابع ہوگا۔ مودودی صاحب بتائیں کہ کیا وہ حضرت رئیس الصوفیاء کو بھی کافر قرار دیتے ہیں؟

(۴) جناب نواب صدیق حسن خان صاحب نے صاف لکھا ہے کہ:۔

''لا نبی بعدی آیا ہے جس کے معنے نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا'' (اقتراب الساعۃ ص ۱۶۲)

کیا مودودی صاحب نواب صاحب موصوف بلکہ تمام اہل علم کو کافر قرار دیں گے؟ امید ہے کہ اس سوال پر غور کرنے سے جس کا دائرہ بہت دور تک جاتا ہے جناب مودودی صاحب کا جوش تکفیر رک جائے گا۔

مودودی صاحب کے نام چیلنج

حضرت امام غزالیؒ کی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ ۱۱۳ ہمارے سامنے ہے۔ ہم نے اسے بار بار پڑھا ہے۔ ہمیں رہ رہ کر تعجب آ رہا ہے کہ مودودی صاحب نے اس کے متعلق کس دیدہ دلیری سے کام لیا ہے۔ مودودی صاحب حضرت امام غزالی کی طرف یہ منسوب کر رہے ہیں کہ انہوں نے مذکورہ بالا حوالہ میں لا نبی بعدی کی تاویل کرنے والوں کے متعلق لکھا ہے:۔

''جس پر تکفیر کا حکم لگانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے متعلق تمام امت کا اجماع ہے کہ اس کی نہ تاویل کی جاسکتی ہے اور نہ وہ مخصوص ہے''

اس عبارت کی جان یہ فقرہ ہے کہ ''کیونکہ وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے'' مگر یہ فقرہ حضرت امام غزالی کی اصل عبارت میں سرے سے موجود ہی نہیں بلکہ صریح الفاظ اس کے برخلاف موجود ہیں۔ حضرت امام غزالی تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی لا نبی بعدی یا خاتم النبیین کی یہ تاویل کرے کہ اولوالعزم پیغمبروں کی اس میں نفی ہے تو اگرچہ ہم اس تاویل کو درست نہ مانیں مگر ظواہر التشبیہ یعنی آیات متشابہات کی ہم اس تاویل سے بھی بعید تر تاویلات کر چکے ہیں اور تاویل کا یہ طریق ایسا ہے:۔

ولم یکن ذلک مبطلاً للنصوص

کہ اس سے کسی نص کا باطل ہونا لازم نہیں آتا'' (الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۱۱۳ طبع اولیٰ مکتبہ مصطفی البابی الحلبی مصر) اسی صفحہ پر آگے فرماتے ہیں:۔

''ولکن الرد علیٰ هذه القائل ان الامة فهمت بالاجماع من هذا اللفظ ومن قرائن احواله انه افهم عدم نبی بعده ابداً وعدم رسول الله ابداً وانه لیس فیه تاویل ولا تخصیص فمنکر هذا لایکون الا منکر الاجماع''

ترجمہ:۔ لیکن اس قائل کی تردید میں کسی کا یہ کہنا کہ امت نے اس لفظ اور اس کے قرائن حالات سے بالاجماع یہی سمجھا ہے کہ حضورؐ نے سمجھا دیا تھا کہ آپؐ کے بعد کبھی بھی رسول اور نبی نہ ہوگا اور اس میں کوئی تاویل و تخصیص روا نہیں اس بات کا منکر زیادہ سے زیادہ اجماع کا ہی منکر ٹھہرایا جائے گا''

(صفحہ ۱۱۳)

ان دونوں عبارتوں کو پڑھنے کے بعد کوئی اہل علم اس بارے میں اختلاف نہیں کرسکتا کہ خواہ لا نبی بعدی کی تاویل امام غزالی کے خیال کے مطابق کتنی بودی اور بے دلیل کیوں نہ ہو مگر امام صاحب کے نزدیک اس تاویل کا قائل نص کا منکر ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

ہم مودودی صاحب کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ حضرت امام غزالی کی کتاب الاقتصاد کے حوالہ میں سے وہ الفاظ پیش کریں جن کا ترجمہ انہوں نے ''وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے'' کیا ہے؟ ہم پوری تحدی سے کہتے ہیں کہ مودودی صاحب ایسا فقرہ حضرت امام غزالی کی عبارت سے پیش نہیں کر سکتے۔ باقی رہا اجماع کے منکر پر فتویٰ کا سوال تو اسی جگہ مذکورہ عبارت سے پیشتر حضرت امام غزالی لکھ چکے ہیں:۔

اوانکر وجود ابی بکر وخلافته لم یلزم تکفیرهٗ لانه لیس تکذیباً فی اصل من اصول الدین مما یجب التصدیق به بخلاف الحج والصلاۃ وارکان الاسلام ولسنا نکفرهٗ لمخالفة الاجماع فان لنا نظراً فی تکفیر النظام المنکر لاصل الاجماع لان الشبهة کثیرة فی کون الاجماع حجة قاطعه (الاقتصاد صفحہ ۱۱۲۔۱۱۳)

ترجمہ:۔ جو شخص حضرت ابوبکرؓ اوران کی خلافت کا منکر ہواس کو کافر ٹھہرانا لازم نہیں کیونکہ وہ اصول دین میں سے کسی ایسے اصل کونہیں جھٹلا رہا جس کی تصدیق واجب تھی برخلاف حج ،نماز اور دیگر ارکان اسلام کے، ہم کسی کو اجماع کی مخالفت کی وجہ سے کافر نہیں گردان سکتے ہمیں تو نظّام کو بھی کافر قرار دینے میں تردد ہے جو سرے سے اجماع کا ہی منکر ہے کیونکہ ہمارے نزدیک اجماع کو حجت قطعی قرار دینے میں بہت سے شبہات ہیں‘‘

حضرت امام غزالی کا یہ نظریہ مودودی صاحب کے خیال اور طریق عمل کے صریح منافی ہے۔ مودودی صاحب **لانبی بعدی** اور **خاتم النبیین** کی تاویل کرنے والے سلف صالحین کو بھی نص کا منکر قرار دیکر بیباکی سے گردن زدنی ٹھہرانے میں تأمل نہیں کریں گے حالانکہ امام غزالی کے نزدیک ایسے مؤوّلین نص کے ہرگز منکر قرار نہیں پاتے انہیں زیادہ سے زیادہ اجماع کا منکر ٹھہرایا جاسکتا ہے مگر اجماع کا منکر ہرگز کافر نہیں ہوتا۔ پس مودودی صاحب اور امام غزالی کے نظریہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

ہماری وضاحت:۔ ہمارے نزدیک امام غزالی کے سامنے ’’**بجوزان یبعث رسول بعد نبینا**‘‘ کہنے والوں کا مقصد یہ تھا کہ مستقل رسول آسکتا ہے اور ایسا خیال یقیناً غلط اور صریح آیات کے خلاف ہونے کے باعث موجب کفر ہے۔ اس خیال کے لوگوں کی تاویل بجز ہذیان کچھ نہیں مگر امتی نبی کا نظریہ نہ اس وقت واضح طور پر موجود تھا اور نہ ہی امام غزالی نے اس کے متعلق اس جگہ کچھ تحریر فرمایا ہے اس لئے امام غزالی کے قول کو جماعت احمدیہ کے خلاف پیش کرنا خود امام صاحب موصوف سے بھی بے انصافی ہے اور جماعت احمدیہ سے بھی۔ بایں ہمہ یاد رہے کہ سچے مسلمان کے لئے اصل سند خدا اور اس کے رسول کا ارشاد ہے، دوسرے صلحاء کا قول اسی صورت میں حجت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے مطابق ہو۔ رسول پاک ﷺ کے منشاء کے موافق ہو۔ صالحین امت کا اسی مسلک پر اجماع ہے۔

(۵) امام بغوی صاحب معالم التنزیل کی عبارت میں ’’نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا‘‘ (رسالہ ختم نبوت ص ۲۵) سے مراد یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد شریعت لانے والا اور مستقل نبی نہ آئے گا۔

(۶) علامہ زمخشری کے پیش کردہ قول پر سطور بالا میں جواب درج ہو چکا ہے۔

(۷) قاضی عیاض کی عبارت میں نبوت سے مراد مستقل اور براہ راست نبوت ہے جس میں نبی ﷺ کی پیروی کا دخل نہ ہو۔ فلاسفہ اور غلاۃ کا نظریہ ایسی نبوت کے جاری رہنے کا ہے اس کی تردید کی گئی ہے۔ وحی سے مراد بھی اس عبارت میں مستقل اور تشریعی وحی ہے۔ ایسے سب لوگ جو مستقل نبوت اور وحی تشریعی کو جاری قرار دیتے تھے بلاشبہ بقول قاضی عیاض ’’کافر اور نبی ﷺ کے جھٹلانے والے ہیں‘‘

ہماری پیش کردہ تشریح کی تائید خود قاضی عیاض کی اس عبارت سے ہوتی ہے جو مودودی صاحب کے پیش کردہ اقتباس سے ذرا پہلے یوں درج ہے:۔

’’**فکذٰلک من ادعیٰ بنبوۃ احد مع نبیناﷺ او بعده کالعیسویة من الیهود والقائلین بتخصص رسالته الی العرب**‘‘

کہ اسی طرح وہ لوگ ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ یا آپؐ کے بعد کسی نبوت کے قائل ہیں جیسا کہ یہود میں عیسویہ فرقہ اور وہ لوگ ہیں جو آنحضرت ﷺ کی رسالت کو صرف عرب کے لئے مخصوص قرار دیتے ہیں۔ پس قاضی عیاض کے نزدیک براہ راست نبی کا امکان ماننا، کسی تاویل کے ذریعہ یا آنحضرت ﷺ کی نبوت کو عرب کے لئے مخصوص قرار دینا کفر ہے اور اس سے ہمیں بھی اختلاف نہیں۔

(۸) مودودی صاحب نے علامہ شہرستانی کا قول نقل کیا ہے کہ ’’جو کہے محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا ہے بجز عیسیٰ علیہ السلام کے تو اس کے کافر ہونے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہے‘‘ (ختم نبوت ص ۲۶)

جواباً گذارش ہے کہ اول تو اس میں آنے والے مسیحؑ کو بہرحال نبی تسلیم کیا گیا ہے۔ دوسرے اس جگہ نبی سے مستقل نبی مراد ہے امتی نبی کی نفی ہرگز مراد نہیں۔ علامہ شہرستانی نے اس کی وجہ یہ قرار دی ہے۔ **لصحة قیام الحجة بکل هذا علیٰ کل احدٍ**۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس جگہ تشریعی نبوت کی نفی ہی مراد ہے۔

(۹) امام رازیؒ کی نقل کردہ عبارت میں ''توضیح احکام میں کوئی کسر'' (رسالہ ختم نبوت ص ۲۶) کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی مراد شارع نبی سے ہے۔ تفسیر کبیر میں **تکمیلاً للشرع** کا لفظ ہے اور نبوت تشریعی کے انقطاع میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ ہم نے حضرت امام رازی کی ختم نبوت کے متعلق مفصل تشریح اپنے حوالہ جات میں اوپر درج کردی ہے۔

(۱۰) امام بیضاوی کے قول پر شروع میں بحث ہوچکی ہے اس میں بھی صاف طور پر تشریعی نبوت کی نفی مراد ہے۔

(۱۱) امام نسفی کے قول پر بھی مفصل ~~بحث فصل کے شروع میں ہوچکی ہے۔ وہ امتی نبی کے آنے کو ناممکن~~ نہیں سمجھتے بلکہ وہ واضح طور پر حضرت مسیح کی آمد ثانی کو ایک تابع نبی کی آمد مانتے ہیں۔

(۱۲) علامہ علاءالدین بغدادی صاحب تفسیر خازن نے بھی ''**ختم اللہ بہ النبوۃ فلا نبوۃ بعدہٗ ای ولا معہٗ**'' میں اسی نبوت کی نفی فرمائی جس کا حضور سرور کونین ﷺ کے مقابلہ پر اور آپؐ سے علیحدہ ہوکر دعویٰ کیا جائے جیسا کہ مسیلمہ کذاب وغیرہ کی نبوت تھی۔ اور یہ امر متنازع فیہ نہیں ہے۔

(۱۳) علامہ ابن کثیر کے قول کے ترجمہ میں کچھ نقطے دے کر مودودی صاحب نے یوں درج کیا ہے:۔

''حضورؐ کے بعد جو شخص بھی اس مقام کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا مفتری، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے''

لفظ ''اس مقام'' کا مشارٌ الیہ نقطوں والے فقرات میں ہے جہاں علامہ موصوف نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا ذکر بطور مثال کیا ہے گویا علامہ موصوف بھی تشریعی نبوت کے مدعی کا ذکر فرما رہے ہیں اور اس نبوت تشریعی کی آئندہ کے لئے نفی فرما رہے ہیں۔

(۱۴) علامہ سیوطی کا قول کہ ''آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اور عیسیٰ جب نازل ہوں گے تو آپؐ کی شریعت ہی کے مطابق عمل کریں گے'' بتا رہا ہے کہ امام سیوطی آنے والے مسیح موعود کو نبی مانتے ہیں اور چونکہ وہ شریعت محمدؐیہ کے مطابق عمل کرنے والا ہے اس لئے اس کی آمد کو خاتمیت محمدیہ کے منافی نہیں سمجھتے۔ جہاں تک خاتم النبیین کے معنوں کا اصولی سوال ہے علامہ سیوطی ہمارے ہم عقیدہ ہیں صرف اتنا اختلاف ہے کہ وہ آنے والے موعود کو عیسیٰ بن مریم اسرائیلی سمجھتے ہیں اور ہم اسے محمدؐی یقین کرتے ہیں۔

(۱۵) علامہ ابن نجیم کو قول **الاشباہ والنظائر** میں اس طرح ہے۔ ''**اذا لم یعرف ان محمداً اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم**'' جس سے یہی مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ کو حضور کے ارشاد ''**انی اٰخر الانبیاء ومسجدی اٰخر المساجد**'' کے مطابق آخرالانبیاء ماننا ضروری ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ امر جماعت احمدیہ کے نزدیک بھی قابل نزاع نہیں۔ **اٰخر الانبیاء** کے معنوں پر مفصل بحث سابقہ فصل میں گزر چکی ہے۔

(۱۶) حضرت ملا علی قاری کا قول ''**دعوی النبوۃ بعد نبیا** ﷺ **کفر بالاجماع**'' (شرح فقہ اکبر) بھی تشریعی نبوت سے مخصوص ہے۔ کیونکہ حضرت ملا علی قاری خود تحریر فرما چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ ''آپؐ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت ﷺ کی شریعت کو منسوخ قرار دے اور آپؐ کا امتی نہ ہو''

(موضوعات کبیر ص ۶۹)

ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ اسی شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر میں صفحہ ۱۰۱ پر ملا علی قاری نے آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث بھی درج فرمائی ہے:۔

لو کان عیسیٰ حیاًّ ما وسعہ الاّ اتّباعی.

کہ اگر عیسیٰ زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ جس سے یہ ثابت ہے کہ آنیوالا مسیح موعود آنحضرت ﷺ کی امت میں سے ہوگا۔

(۱۷) سترھویں نمبر پر مودودی صاحب نے شیخ اسمٰعیل حقی، صاحب تفسیر روح البیان کا قول درج کیا ہے جس میں انہوں نے خاتم النبیین کے ایک لغوی معنی ''مہر پیغمبراں'' درج کئے ہیں۔ پھر وہ حضرت مسیحؑ کی بحیثیت نبی آمد ثانی کے قائل بھی ہیں کیونکہ بقول ان کے وہ نئے احکام نہیں دیں گے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہوں گے۔ پس اس عبارت کے بعد ان کے قول میں جس نبوت کی نفی ہے وہ صرف تشریعی نبوت ہے۔ وہ خود صراحت سے لکھتے ہیں ''**فلم یبق الا النبوۃ اللغویۃ**''

کہ آنحضرت ﷺ کے بعد صرف لغوی نبوت باقی ہے۔ اس نبوت لغوی کو صوفیاء نے **نبوۃ الولایۃ** یا محض ولایت بھی لکھا ہے مگر ان کے قول پر مجموعی نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت اسی نبوت سے روشناس کرائے گئے تھے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے امتی نبوت یا ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی قرار دیا ہے۔

(۱۸) اٹھارھویں نمبر پر مودودی صاحب نے فتاوٰی عالمگیری کے اس فقرہ کا ترجمہ کیا ہے ''**سمعت بعضھم یقول اذا لم یعرف الرجل ان محمداً ﷺ اٰخر الانبیاء علیھم وعلیٰ نبینا السلام فلیس بمسلم کذا فی الیتیمۃ**''

(رسالہ ختم نبوت صفحہ ۳۰)

ہم بار بار وضاحت کر ~~چکے ہیں کہ آنحضرت~~ ﷺ کے ارشاد ''**انی اٰخر الانبیاء وان مسجدی اٰخر المساجد**'' سے کیا مراد ہے نیز یہ کہ اس کے مطابق ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ آپ کو آخرالانبیاء یقین کرے۔

فتاوٰی عالمگیری کے اس حوالہ کے بعد کے اس بیان سے بھی **اٰخر الانبیاء** کے معنوں کی وضاحت ہو جاتی ہے جس میں لکھا ہے:۔

ویجب اکفار الزیدیۃ کلھم فی قولھم بانتظار نبی من العجم ینسخ دین نبینا وسیدنا محمد ﷺ.

کہ فرقہ زیدیہ کو جو بلادِ عجم سے ایسے نبی کا منتظر ہے جو ہمارے نبی ﷺ کے دین کو منسوخ کر دے گا کافر قرار دینا واجب اور ضروری ہے''

(فتاوٰی عالمگیری جلد۲ ص۲۸۳ مطبوعہ کانپور)

پس اٰخرالانبیاء کا مفہوم فتاوٰی عالمگیری میں آخری صاحب شریعت نبی لیا گیا ہے۔ **وھذا مالا نزاع فیہ بتاتاً.**

(۱۹) علامہ شوکانی نے اپنی تفسیر فتح القدیر میں تحریر فرمایا ہے:۔

''**انہ صار کالخاتم لھم الذی یختمون بہ ویتزیّنون بکونہ منھم**''

(فتح القدیر جلد۴ ص۲۷۶ مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

مودودی صاحب اس کا ترجمہ فرماتے ہیں:۔

''آپؐ ان کے لئے مہر کی طرح ہو گئے جس کے ذریعہ ان کا سلسلہ سربمہر ہو گیا اور جس کے شمول سے ان کا گروہ مزین ہو گیا'' (رسالہ ختم نبوت ص۳۰)

عربی دان جانتے ہیں کہ ''**الذی یختمون بہ**'' سے مراد اس جگہ یہی ہے کہ نبی ﷺ جملہ انبیاء کے لئے مہر قرار پائے اور انہیں حضورؐ کی مہر کے طفیل مقام نبوت عطا ہوا۔ آپؐ سب میں افضل قرار پائے۔ چنانچہ مولوی شبیر احمد عثمانی نے بھی لکھا ہے:۔

''بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپؐ رتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپؐ کی مہر لگ کر ملی ہے''

(قرآن مجید مترجم علامہ عثمانی زیر آیت خاتم النبیین)

پس خاتم النبیین کی مہر نبیوں کو ختم کرنے یا بند کرنے کے لئے نہیں تھی بلکہ اس لئے تھی کہ اس مہر کے لگنے سے انہیں نبوت ملے۔ بغیر خاتم النبیین کی مہر کے ان کی نبوت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتی تھی۔

(۲۰) اس نمبر پر علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی سے خاتم النبیین کے معنے مودودی صاحب نے نقل کئے ہیں۔ مگر اسی جگہ یہ بھی درج ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت مسیحؑ کی آمد بحیثیت نبی ایک مسلمہ عقیدہ ہے۔ نیز امتِ محمدیہؐ کے افراد پر نزول ملائکہ کا بھی ذکر ہے۔ ان کے الہامات کا بھی اجمالی تذکرہ ہے۔ بالآخر علامہ آلوسی نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ بعض لوگ آنے والے مسیح پر وحی کے نزول کی نفی کرتے ہیں مگر امام ابن حجر الہیثمی نے فرمایا ہے ''**نعم یوحیٰ الیہ علیہ السلام وحیٌ حقیقیٌ**'' (روح المعانی سورۃ الاحزاب زیر آیت خاتم النبیین) کہ مسیح پر بعد نزول حقیقی وحی ہوگی۔ پھر خود علامہ آلوسی لکھتے ہیں:۔

''**لعل من نفی الوحی عنہ علیہ السلام بعد نزولہ اراد وحی التشریع وما ذُکر وحیٌ لا تشریع فیہ**''

(روح المعانی سورۃ الاحزاب زیر آیت خاتم النبیین)

کہ جنہوں نے مسیح کے نزول کے بعد ان پر وحی کے نازل ہونے کی نفی کی ہے غالباً ان کی مراد تشریعی وحی ہے اور جو وحی مسیح موعود کے لئے حدیثوں میں مذکور ہے وہ تشریعی وحی نہیں‘‘

اس سے ظاہر ہے کہ اگرچہ علامہ آلوسی تیرھویں صدی کے آخری حصہ کے مفسر ہیں تاہم وہ آنے والے مسیح موعود کے لئے نبوت اور وحی غیر تشریعی کے قائل تھے اور اسے خاتمیت محمدیہؐ کے خلاف نہیں سمجھتے تھے۔

ایک فیصلہ کن طریق:۔ ایسے تمام مفسرین جو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی آمد ثانی کے قائل ہیں اور انہیں تابع شریعت محمدیہؐ نبی مانتے ہیں ان کے اقوال حیات مسیح کی تائید میں پیش کئے جاسکتے ہیں مگر انہیں ختم نبوت کے معنوں کی تعیین میں پیش کرنا خود تاویل کا دروازہ کھولنا ہے۔

ایسے سب لوگ خاتم النبیین کی تاویل و تخصیص کے قائل ہیں۔ وہ مسیح موعود کو تابع شریعت محمدیہؐ قرار دے کر اس کے آنے کو خاتمیت محمدیہؐ کے خلاف نہیں سمجھتے۔ پس ایسے تمام بزرگ خاتمیت محمدیہؐ کے معنوں کے سلسلہ میں اصولی طور پر ہم سے متفق ہیں۔ ان کا ہم سے صرف شخص موعود کی تعیین میں اختلاف ہے مگر اس کے منصب اور مقام میں کوئی اختلاف نہیں۔ مودودی صاحب کا ایسے حوالہ جات کو پیش کرنا دراصل اپنے دعویٰ ’’**لاتاویل و لا تخصیص**‘‘ کی تردید کرنا ہے۔

اندریں صورت فیصلہ کا طریق یہی ہے کہ خاتمیت نبوت محمدیہؐ کے معنے تو یہ تسلیم کرلئے جائیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ جیسا کہ ہر قرن اور ہر ملک کے صلحاء بیان کرتے آئے ہیں۔ باقی اس امر کا پہلے قرآن مجید کی نصوص سے فیصلہ کرلیا جائے کہ حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام جسمانی طور پر زندہ ہیں یا فوت ہوگئے ہیں۔ اگر وہ زندہ ثابت ہوجائیں تو مودودی صاحب اور ان کے ہم خیال سچے قرار پائیں گے اور اگر حضرت مسیحؑ وفات پاچکے ہیں تو جماعت احمدیہ کا حق پر ہونا بالبداہت ثابت ہوجائے گا اور احادیث کے الفاظ کو قرآن مجید کے تابع کرکے ان کی تاویل کی جائے گی۔ کیا ہمارے مخالفین کو یہ طریق فیصلہ منظور ہے؟

اقوال بزرگان سلف کے متعلق مودودی صاحب کا طریقہ

مودودی صاحب کے پیش کردہ اقوال بزرگان کی حقیقت بیان کی جاچکی ہے اور بتایا جاچکا ہے کہ ان میں ’’امتی نبوت‘‘ کی ہرگز نفی نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ایک افسوسناک امر ہے کہ بزرگان سلف کی تعبیرات کو اپنی ذات میں مودودی صاحب قابل حجت نہیں سمجھتے مگر عامۃ الناس کی جہالت سے فائدہ اٹھانے کے لئے انہوں نے اپنے کتابچہ میں بہت سے اقوال درج کئے ہیں اور پھر ان سے وہ استدلال کیا ہے جو نادرست ہے مودودی صاحب لکھ چکے ہیں:۔

’’میرا طریقہ یہ ہے کہ میں بزرگان سلف کے خیالات اور کاموں پر بے لاگ تحقیقی و تنقیدی نگاہ ڈالتا ہوں۔ جو کچھ ان میں حق پاتا ہوں اسے حق کہتا ہوں اور جس چیز کو کتاب و سنت کے لحاظ سے یا حکمت عملی کے اعتبار سے درست نہیں پاتا اس کو صاف صاف نادرست کہتا ہوں‘‘

(رسائل و مسائل ص۴۔۵)

عملی طور پر مودودی صاحب اس ’’طریقہ‘‘ پر گامزن نظر نہیں آتے ہیں۔

امام غزالی اور امام قرطبی میں تضاد:۔ لیجئے ابھی اس قول و عمل کے تطابق کا امتحان ہوجاتا ہے۔ قارئین پڑھ چکے ہیں کہ مودودی صاحب نے امام غزالی کی کتاب الاقتصاد کے حوالہ کو غلط رنگ دے کر اپنی تائید میں پیش کیا ہے اور اس پر بہت زور دیا ہے مگر علامہ القرطبی اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

وما ذکرہ الغزالی فی ھذہ الایۃ وھذا المعنی فی کتابہ الذی سماہ بالاقتصاد الحاد عندی وتطرق خبیث فی تشویش عقیدۃ المسلمین فی ختم محمد ﷺ النبوۃ فالحذر الحذر منہ‘‘

(الجامع لاحکام القرآن جلد۱۴ص۱۹۶۔۱۹۷ دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

کہ امام غزالی نے اپنی کتاب الاقتصاد میں آیت خاتم النبیین کے معنے کے متعلق جو لکھا ہے وہ میرے نزدیک الحاد ہے اور ختم نبوت محمدیہؐ کے بارے میں مسلمانوں کے عقیدہ کو مشوش کرنے کا خبیث طریقہ ہے اس سے بچنا چاہئے‘‘

اب مودودی صاحب صاف صاف بتائیں کہ وہ امام غزالی اور امام القرطبی میں سے کس کے بیان کو قرآن وسنت کے مطابق مانتے ہیں؟

فصل ہفتم

لغت کی رو سے خاتم النبیین کے معنی

خاتم النبیین مرکب اضافی بطور مدح استعمال ہوا ہے: ۔قرآن مجید، احادیث نبویہؐ، صحابہ کرامؓ اور بزرگان سلف کے بیانات سے خاتم النبیین کے معنے بیان ہو چکے ہیں۔ اس تفصیل میں ضمناً لغت کا بھی ذکر آیا ہے مگر یہ فصل خالص لغت کی رو سے خاتم النبیین کے معنوں کی تعیین کے لئے ہے۔

لغت سے مراد عربی زبان ہے جس میں مفردات اور مرکبات کا استعمال شامل ہے۔ قوامیس یا کتب لغت کا اصل کام مفرد الفاظ کے معنی بیان کرنا ہے ۔مرکب کے اصل معنے کی تعیین عربی زبان کے محاورات سے ہوا کرتی ہے۔

لفظ خاتم النبیین مرکب اضافی ہے۔ لفظ خاتم مضاف ہے اور النبیین مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی (خاتم النبیین) لغت، محاورہ اور مذہب کی ساری تاریخ صرف ایک مرتبہ اور صرف ایک ہی وجود باجود (ﷺ) کے لئے استعمال ہوا ہے۔

مرکب اضافی کے معنوں کی تعیین کے صحیح طریق کی وضاحت کے لئے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں ’’ابن السبیل‘‘ ایک مرکب اضافی ہے۔ ابن کے معنے بیٹے کے ہیں اور السبیل راستہ کو کہتے ہیں۔ ابن السبیل کا لفظی ترجمہ ’’راستے کا بیٹا‘‘ ہوگا۔ مگر کیا مرکب اضافی ’ابن السبیل‘ کے معنے اسی طرح بیان کئے جائیں گے یا ابن السبیل سے مراد مسافر لیا جائے گا؟ یہ مثال خاتم النبیین پر پوری طرح منطبق نہیں ہوتی۔ کیونکہ خاتم النبیین میں مضاف الیہ صاحب کمال افراد کی جماعت ہے اور اس مرکب اضافی (خاتم النبیین) کا سرور کونین ﷺ پر اطلاق بطور مدح ہے۔ مدح بھی وہ کہ جس سے بڑھ کر آپؐ کی مدح قرآن مجید میں اور کہیں بیان نہیں ہوئی۔

علماء کا سطحی اسلوب بیان: ۔عربی زبان کی وسعت، اس کی لطافت اور اس کے مرکبات کے معانی کی ندرت اور ہمہ گیری سے ناواقف علماء خاتم النبیین کے معنوں کی تعیین کے لئے کچھ اس قسم کا اسلوبِ بیان اختیار کرتے رہے ہیں کہ:۔

’’ختم کے اصل معنے مہر لگانے، بند کرنے اور کسی چیز کا سلسلہ منقطع کر دینے کے ہیں۔ خَتَمَ الاِناء کے معنے ہیں برتن کا منہ بند کر دیا۔ خَتَمَ العَمَلَ کے معنے ہیں کام پورا کر کے اس سے فارغ ہو گیا۔ خَتَمَ الکِتَابَ کے معنے ہیں خط پورا کر کے اس پر مہر لگا دی۔ خود قرآن میں منکرین حق کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلیٰ قُلوُبِهِمْ خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے یعنی ان کے دل قبول حق کے لئے بند کر دئے گئے ہیں۔ نہ ایمان ان کے اندر جا سکتا ہے نہ کفران میں سے نکل سکتا ہے۔ پس حضورؐ کو خاتم النبیین کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ مکمل کر کے آپؐ کو اس پر مہر کے طور پر نصب کر دیا ہے۔ اب اس سلسلہ میں کوئی نیا نبی داخل نہیں ہو سکتا‘‘

(رسائل ومسائل جلد اول ص ۲۶، ۲۷ اسلامی پبلیکیشنز)

جناب مودودی صاحب نے یہ کلمات ایک سائل کے جواب میں ۶ اپریل ۱۹۵۰ء کو ملتان سے لکھے تھے اور آج بھی رسالہ ختم نبوت ص ۱۰۔۱۱ پر انہوں نے ہو بہو یہی انداز استدلال اختیار فرمایا ہے۔

ایک غیر احمدی کا معقول سوال: ۔آپ کو شاید اندازہ نہ ہو کہ جناب مودودی صاحب نے رسائل ومسائل ص ۲۷ کے الفاظ کس سوال کے جواب میں لکھے ہیں اس لئے پہلے وہ سوال پڑھ لیجیے۔ لکھا ہے:۔

’’مرزائی حضرات لفظ خاتم کے معنے نفی کمال کے لیتے ہیں نفی جنس کے نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خاتم کا لفظ کہیں بھی نفی جنس کے ساتھ استعمال نہیں ہوا اگر

ہوا ہو تو مثال کے طور پر بتایا جائے ان کا چیلنج ہے کہ جو شخص عربی لغت میں خاتم کے معنے نفی جنس کے دکھا دے اس کو انعام ملے گا۔ نفی کمال کی مثالیں وہ یہ دیتے ہیں کہ مثلاً کسی کو خاتم الاولیاء کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ولایت اس پر ختم ہوگئی بلکہ حقیقی مطلب یہ ہوتا ہے کہ ولایت کا کمال اس پر ختم ہوا۔ اقبال کے اس فقرے کو بھی وہ نظیر میں پیش کرتے ہیں۔

آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

اس کا مطلب یہ نہیں کہ جہاں آباد میں اس کے بعد کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا بلکہ یہ ہے کہ وہ جہاں آباد کا آخری با کمال شاعر تھا۔ اسی قاعدے پر وہ خاتم النبیین کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ پر کمالات نبوت ختم ہو گئے نہ یہ کہ خود نبوت ہی ختم ہو گئی''

(رسائل ومسائل جلد اول ص۱۲۳ اسلامی پبلیکیشنز)

قارئین کرام! آپ خدا لگتی کہیں کہ اس لطیف، پر معنی اور باریک استدلال کا از روئے لغت وہی جواب ہونا چاہئے جو مودودی صاحب نے اوپر کی سطور میں دیا ہے؟

جماعت احمدیہ کا چیلنج

غیر احمدی سائل نے اپنے سوال میں جماعت احمدیہ کے جس چیلنج کا ذکر کیا ہے وہ یوں ہے کہ عربی زبان میں اور اس کے محاورات میں جب کبھی خاتم النبیین کے طریق پر کوئی مرکب اضافی کسی کی مدح میں استعمال ہوا ہے (جس استعمال کی عربی زبان میں بہت سی مثالیں موجود ہیں) تو ایسے مرکب اضافی کے معنے ہمیشہ اس جماعتِ مضاف الیہ کے اعلیٰ، کامل اور انتہائی افضل فرد کے ہوتے ہیں اور وہ فرد اپنے کمال میں بے مثال اور عدیم النظیر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے استعمالات کی کم وبیش چالیس مثالیں جو ہم نے یہاں اپنے ملک میں اور بلاد عربیہ میں بھی بار بار شائع کی ہیں حسب ذیل ہیں:۔

خاتم مرکب اضافی کی مثالیں

۱۔ ابوتمام شاعر کو خاتم الشعراء لکھا ہے۔ (وفیات الاعیان جلد ثانی)

۲۔ ابوالطیب کو خاتم الشعراء کہا گیا ہے۔

(مقدمہ شرح دیوان المتنبی از عبدالرحمٰن البرقوقی ص۱۳ مطبوعہ بیروت ۱۹۸۰ء)

۳۔ ابوالعلاء المعری کو خاتم الشعراء قرار دیا گیا ہے (حوالہ مذکورہ حاشیہ صفحہ ی)

۴۔ شیخ علی حزین کو ہندوستان میں خاتم الشعراء سمجھتے ہیں۔ (حیات سعدی از خواجہ الطاف حسین حالی ص۱۰۱ ناشران شیخ جان محمد اللہ بخش تاجران کتب کشمیری بازار لاہور)

۵۔ حبیب شیرازی کو ایران میں خاتم الشعراء سمجھا جاتا ہے۔

(حیات سعدی ص۴۷ حاشیہ از خواجہ الطاف حسین حالی۔ ایضاً)

۶۔ حضرت علیؓ خاتم الاولیاء ہیں۔

(تفسیر صافی سورہ احزاب زیر آیت خاتم النبیین ص۴۳۴ از انتشارات کتاب فروشے محمودی)

۷۔ امام شافعی خاتم الاولیاء تھے۔ (التحفۃ السنیہ ص۴۵)

۸۔ شیخ ابن العربی خاتم الاولیاء تھے۔ (سرورق فتوحات مکیہ)

۹۔ کافور خاتم الکرام تھا۔ (شرح دیوان المتنبی ص۳۰۴)

۱۰۔ امام محمد عبدہ مصری خاتم الائمہ تھے۔ (تفسیر الفاتحہ ص۱۴۸)

۱۱۔ السید احمد السنوسی خاتمۃ المجاهدین تھے

(اخبار الجامعۃ الاسلامیہ فلسطین ۲۷ محرم ۱۳۵۲ھ)

۱۲۔ احمد بن ادریس کو خاتمۃ العلماء المحققین کہا گیا ہے۔ (العقد النفیس)

۱۳۔ ابوالفضل الالوسی کو خاتمۃ المحققین کہا گیا ہے۔

(سرورق تفسیر روح المعانی طبع اولیٰ بالمکتبۃ الکبریٰ المیریۃ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ)

۱۴۔ شیخ الازہر سلیم البشری کو خاتم المحققین قرار دیا گیا ہے (الحراب ص ۳۷۲)

۱۵۔ امام سیوطی کو خاتمۃ المحققین لکھا گیا ہے (سرورق تفسیر اتقان)

۱۶۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کو خاتم المحدثین لکھا جاتا ہے۔

(عجالہ نافعہ جلد اول)

۱۷۔ الشیخ شمس الدین خاتمۃ الحفاظ تھے (التجرید الصریح مقدمہ ص ۴)

۱۸۔ سب سے بڑا ولی خاتم الاولیاء ہوتا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء حالات حضرت محمد علی حکیم الترمذی باب ۵۸ مترجم مولوی نذیر احمد سیماب قریشی ص ۲۴۹ مطبع علمی پرنٹنگ پریس لاہور ص ۴۲۲)

۱۹۔ ترقی کرتے کرتے ولی خاتم الاولیاء بن جاتا ہے۔

(فتوح الغیب از شیخ محی الدین عبدالقادر ص ۲۳ مطبع منشی نولکشور)

۲۰۔ الشیخ نجیت کو خاتمۃ الفقہاء مانا جاتا ہے۔

(اخبار الصراط المستقیم یافا ۲۷ رجب ۱۳۵۴ھ)

۲۱۔ شیخ رشید رضا کو خاتمۃ المفسرین قرار دیا گیا ہے۔

(الجامعۃ الاسلامیہ ۹ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ)

۲۲۔ شیخ عبدالحق خاتمۃ الفقہاء تھے۔ (تفسیر الاکلیل سرورق)

۲۳۔ الشیخ محمد نجیت خاتمۃ المحققین تھے۔ (الاسلام مصر۔ شعبان ۱۳۵۴ھ)

۲۴۔ افضل ترین ولی خاتم الولایت ہوتا ہے۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۳۲۴ مطبع مصطفیٰ محمد مصر)

۲۵۔ شاہ عبدالعزیز صاحب خاتم المحدثین والمفسرین تھے۔

(ہدیۃ الشیعہ ص ۱۱۰ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

۲۶۔ انسان خاتم المخلوقات الجسمانیہ ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۶ ص ۲۲ مطبوعہ مصر طبع ثانیہ ۱۳۲۴ھ)

۲۷۔ الشیخ محمد بن عبداللہ خاتمۃ الحفاظ تھے۔ (الرسائل النادرہ ص ۳۰)

۲۸۔ علامہ سعدالدین تفتازانی خاتمۃ المحققین تھے۔ (شرح حدیث الاربعین ص ۱)

۲۹۔ ابن حجر عسقلانی خاتمۃ الحفاظ ہیں۔ (طبقات المدلسین سرورق)

۳۰۔ مولوی محمد قاسم صاحب کو خاتم المفسرین لکھا گیا ہے۔ (اسرار قرآنی۔ ٹائیٹل پیج)

۳۱۔ امام سیوطی خاتمۃ المحدثین تھے۔

(ہدیۃ الشیعہ ص۴۷۲ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

۳۲۔ بادشاہ **خاتم الحکام** ہوتا ہے۔

(حجۃ الاسلام از مولانا محمد قاسم نانوتوی ص۵۳ شائع کردہ مدرسہ اسلامیہ دیوبند)

۳۳۔ آنحضرت ﷺ **خاتم الکاملین** ہیں (حجۃ الاسلام ص۵۳ ایضاً)

۳۴۔ انسانیت کا مرتبہ **خاتم المراتب** ہے اور آنحضرت صلعم **خاتم الکمالات** ہیں۔ (علم الکتاب۔ از خواجہ میر درد ص۱۴۰ مطبع انصاری دہلی ۱۳۰۸ھ)

۳۵۔ حضرت عیسیٰؑ **خاتم الاصفیاء الائمہ** ہیں (بقیۃ المتقدمین ص۱۸۴)

۳۶۔ حضرت علیؓ **خاتم الاوصیاء** تھے۔

(منار الہدیٰ از شیخ علی بحرانی ص۱۰۶ و ۱۰۹، ۱۱۰ مطبع گلزار حسنی بمبئی ۱۳۲۰ھ)

۳۷۔ رسول مقبول صلعم **خاتم المعلمین** تھے۔

(الصراط السوی مصنفہ علامہ محمد سبطین ص۴۸ ناشر البرہان بک ڈپو کرشن نگر لاہور)

۳۸۔ الشیخ الصدوق کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔

(سرورق کتاب من لایحضرہ الفقیہ مطبع جعفریہ لکھنؤ)

۳۹۔ عقل انسانی عطیاتِ الٰہیہ وجود، زندگی اور قدرت کی **خاتم الخلع** ہے۔

(تفسیر کبیر رازی جلد۶ ص۲۲ طبع ثانیہ ۱۳۲۴ھ مطبع مصر)

۴۰۔ ابوالفضل شہاب الالوسی کو خاتمۃ الادباء لکھا ہے۔ (سرورق روح المعانی)

۴۱۔ صاحب روح المعانی نے الشیخ ابراہیم الکورانی کو **خاتمۃ المتأخرین** قرار دیا ہے۔ (تفسیر روح المعانی جلد۵ ص۴۵۳)

۴۲۔ مولوی انور شاہ صاحب کاشمیری کو **خاتم المحدثین** لکھا گیا ہے۔

(کتاب رئیس الاحرار از مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ص۹۹)

۴۳۔ مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں:۔

”آپؐ ہی منتہائے علوم ہیں کہ آپؐ ہی پر علوم کا کارخانہ ختم ہوجاتا ہے اسلئے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا گیا“ (شان رسالت ص۴۸)

ان استعمالات سے ظاہر ہے کہ اہل عرب اور دوسرے محققین علماء کے نزدیک جب بھی کسی ممدوح کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء یا خاتم المحدثین یا خاتم المفسرین کہا جاتا ہے تو اس کے معنے بہترین شاعر، سب سے بڑا فقیہہ، سب سے بلند مرتبہ محدث یا مفسر کے ہوتے ہیں۔

مودودی صاحب کی طرف سے چیلنج کا جواب

جناب مودودی صاحب ان محاورات عربیہ کے جواب میں اپنے تازہ رسالہ ختم نبوت میں تحریر کرتے ہیں کہ:۔

”منکرین ختم نبوت (؟) خدا کے دین میں نقب لگانے کے لئے لغت کو چھوڑ کر (؟) اس بات کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی شخص کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء یا خاتم المفسرین کہنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جس شخص کو یہ لقب دیا گیا ہے اس کے بعد کوئی شاعر یا فقیہہ یا مفسر پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس فن کے کمالات اس شخص پر ختم ہو گئے حالانکہ مبالغے کے طور پر اس طرح کے القاب کا استعمال یہ معنے ہر گز نہیں رکھتا کہ لغت کے اعتبار سے خاتم کے اصل معنے ہی کامل یا افضل کے ہو جائیں اور آخری کے معنے ہیں یہ لفظ استعمال کرنا سرے سے غلط قرار پائے۔ یہ بات صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو زبان کے قواعد سے ناواقف ہو“ (ص۱۱)

جناب مودودی صاحب کے جواب پر تبصرہ

گویا مودودی صاحب کو یہ تو تسلیم ہے کہ خاتم الشعراء یا خاتم المفسرین وغیرہ مرکب لفظ کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ شخص موصوف پر اس فن کے کمالات ختم ہو گئے اور وہ اس گروہ یا جماعت کا افضل فرد ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آخری کے معنے میں لفظ خاتم کا ''استعمال سرے سے غلط قرار'' پا جائے۔

ہمارے نزدیک مودودی صاحب کی یہ بھول ہے کیونکہ خاتم الشعراء اور خاتم المفسرین وغیرہ مرکبات مدح میں آخری کا تعریفی مفہوم وہی ہوتا ہے جو علامہ اقبالؔ کے قول ۔ ''آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے'' میں مراد لیا گیا ہے اور جس کا ذکر اوپر ''رسائل ومسائل ص ۲۳'' کے حوالہ میں ہو چکا ہے۔ مودودی صاحب پر واضح رہنا چاہیئے کہ لفظ خاتم عربی لغت میں بطور مدح بھی استعمال ہوتا ہے اور محض بیان تاریخ کے لئے بھی۔ (بیان تاریخ کی صورت میں تأخر زمانی مراد ہوسکتا ہے) مگر مقام مدح پر استعمال شدہ ''خاتم'' کا مفہوم یہی ہوتا ہے کہ شخص موصوف اس کمال میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے۔ اس کی مانند کوئی دوسرا نہیں ہے۔ محض زمانی تقدم وتأخر کا بیان مقام مدح پر نہیں ہوتا۔ ہم نے عربی زبان کے محاورات اور استعمالات کے استقراء کے بعد یہ اعلان کیا ہے کہ جب بھی لفظ خاتم صاحب کمال افراد کے مجموعہ کی طرف مضاف ہو کر مقام مدح پر استعمال ہو جیسا کہ خاتم الاولیاء، خاتم الشعراء، خاتم المفسرین، خاتم المحدثین، خاتمة الائمة، خاتم المجتهدین، اور خاتم النبیین میں ہے تو اس کے معنے صرف اور صرف یہ ہوتے ہیں کہ اس مرکب اضافی کا موصوف اپنے مضاف الیہم کا اعلیٰ وافضل فرد ہے۔ کوئی دوسرا اس کے درجہ اور پایہ کا نہیں۔ یہ لغوی مفہوم ہے جو اس مرکب اضافی کا ہوتا ہے (البتہ اس کے اعلیٰ اور افضل ہونے سے اس کی مانند یا اس کے برابر ہونے کی نفی خود بخود لازم آتی ہے) اس قاعدہ کے خلاف ایک مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ ہاں استعمال کرنے والا اگر علم غیب نہیں رکھتا تو اس کا یہ استعمال مبالغہ کے طور پر ہوگا اور اگر علم غیب رکھتا ہے تو اصلیت اور حقیقت ٹھہرے گا۔ مرکب اضافی کے معنے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

ظاہر ہے کہ اس واضح قاعدہ استقرائیہ کے مقابلہ پر ختم الاناء، ختم الکتاب، ختم العمل، یا ختم الله علی قلوبھم کو بطور مثال وہی شخص پیش کرے گا جسے عربی زبان کا علم اور ذوق عطا نہیں ہوا۔

خاتم بمعنی مہر کا اعتراف

جناب مودودی صاحب فرماتے ہیں:۔

(۱) ''حضور کو خاتم النبیین کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ مکمل کر کے آپؐ کو اس پر مہر کے طور پر نصب کر دیا ہے۔ اب اس سلسلہ میں کوئی نیا نبی داخل نہیں ہوسکتا'' (رسائل ومسائل جلد اول ص ۲۶، ۱۲۷ اسلامک پبلیکیشنز لاہور)

پھر تازہ ارشاد ہے کہ:۔

(۲) ''عربی لغت ومحاورے کی رو سے خاتم کے معنی ڈاکخانے کی مہر کے نہیں ہیں جسے لگا لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں بلکہ اس سے مراد وہ مہر ہے جو لفافے پر اس لئے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر سے کوئی چیز اندر جائے''

(کتابچہ ختم نبوت ص ۱۳)

ان دونوں اقتباسات میں مودودی صاحب نے صاف طور پر خاتم کے معنے مہر تسلیم کر لئے ہیں۔ اب خاتم النبیین کے معنوں ''نبیوں کی مہر'' مسلّم ہو گئے حالانکہ مودودی صاحب کتابچہ کے صفحہ ۸ پر ''نبیوں کی مہر'' معنی کرنے کو ''فتنہ عظیم'' کی بنیاد قرار دے چکے ہیں ۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

دوسری بات یہ ہے کہ اس ''مہر'' کا نتیجہ پہلے اقتباس میں بتلایا کہ ''اب اس سلسلہ میں کوئی نیا نبی داخل نہیں ہوسکتا'' اور دوسرے اقتباس میں نتیجہ یوں مذکور ہے کہ ''نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز اندر جائے۔ اب اس جگہ یہ سوال ابھر کر سامنے آ گیا ہے کہ جب آنحضرتؐ ایسی مہر ہیں کہ اندر کی کوئی چیز باہر بھی نہیں آسکتی تو بتلایا جائے کہ حضرت مسیح بن مریم کس طرح باہر آجائیں گے، کیا ان پر آنحضرتؐ کی یہ مہر نہیں لگی تھی؟ کیا مودودی صاحب اس سوال کا

جواب دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں قطعاً نہیں۔

ا:۔ یعنی بقول مودودی صاحب نبی تو سب لفافے کے اندر ہیں اور آنحضرتؐ صرف لفافے پر مہر ہیں گویا معاذ اللہ آپ انبیاء میں شامل ہی نہیں (ابوالعطاء)

آنحضرتؐ کس قسم کی مہر ہیں

اوپر کے دوسرے اقتباس سے تو قریباً فیصلہ ہی ہو گیا ہے۔ مودودی صاحب اس حد تک جماعت احمدیہ سے اتفاق کر چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنے ’’نبیوں کی مہر‘‘ درست ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ مہر دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک ڈاکخانے کی مہر ’’جسے لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں‘‘۔ دوسری لفافے والی مہر ’’جو لفافے پر اس لئے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز اندر جائے‘‘

مولانا لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ مہر تو ہیں مگر وہ مہر نہیں ہیں ’’جسے لگا لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں‘‘ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپؐ کے افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپؐ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی‘‘ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ص۱۰۰حاشیہ)

گویا اب سارا جھگڑا اس پر آ ٹھہرا کہ رسول پاک ﷺ ایسی مہر ہیں یا نہیں ’’جسے لگا لگا کر خطوط (یعنی نبی) جاری کیے جائیں‘‘؟

مہر کی نوعیت کی تعیین کے لئے دو شہادتیں

اس جھگڑے کو طے کرنے کے لئے ہم اس جگہ دو شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ پہلی شہادت جناب مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی ’’شیخ الاسلام‘‘ پاکستان کی ہے لکھتے ہیں:۔

’’بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ کی مہر لگ کر ملی ہے‘‘

(قرآن مجید مترجم علامہ عثمانی زیر آیت خاتم النبیین)

کتنی واضح اور بدیہی شہادت ہے۔ کیا اب بھی مودودی صاحب انکار کریں گے؟

دوسری شہادت ۔ امام راغب اصفہانی اپنی اعلیٰ ترین لغت ’’قرآن المفردات[1]‘‘ میں لکھتے ہیں:۔

’’الختم والطبع یقال علیٰ وجهین: مصدر ختمت وطبعت، وهو تاثیر الشئ کنقش الخاتم والطابع، والثانی الاثر الحاصل من النقش، ویتجوز بذلک تارةفی الاستیثاق من الشئ والمنع منه اعتباراً بما یحصل من المنع بالختم علی الکتب والابواب نحو ختم الله علی قلوبهم، وختم علیٰ سمعه وقلبه، وتارةً فی تحصیل اثر عن شئ اعتباراً بالنقش الحاصل وتارةً یعتبرمنه بلوغ الأخر، منه قیل ختمت القراٰن ای انتهیت الیٰ اٰخره‘‘ (زیر لفظ ختم)

ترجمہ:۔ لفظ ختم اور طبع دو طرح استعمال ہوتا ہے (۱) خَتَمتُ اور طَبَعت (فعل) کے مصدر کے طور پر۔ یعنی کسی چیز کا اثر پیدا کرنا مثلاً مہر یا انگوٹھی کا نشان پیدا کرنا (۲) نقش کرنے سے حاصل ہونے والا نشان بھی ختم کہلائے گا۔ دروازوں اور خطوط پر مہر لگا دینے سے روکنے کا جو مفہوم پیدا ہوتا ہے اس کا اعتبار کرتے ہوئے لفظ ختم کئی دفعہ کسی چیز کو مضبوط طور پر باندھنے اور روکنے کے لئے بھی بطور مجاز استعمال ہوتا ہے جیسے **ختم الله علیٰ قلوبهم** اور **ختم علیٰ سمعه و قلبه** میں ہوا ہے۔ پھر حاصل شدہ نقش

[1] ا:۔ مولوی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دار العلوم دیو بند لکھتے ہیں:۔ ’’یہ کتاب امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ کی وہ عجیب تصنیف ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ خاص قرآن مجید کی لغات کو عجیب انداز سے بیان فرمایا ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں فرمایا ہے کہ لغاتِ قرآن میں اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی۔‘‘ (ختم نبوۃ فی القرآن ص۴۴)

کے اعتبار سے لفظ ختم اثر پیدا کرنے کے مفہوم میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی اس لفظ سے آخر تک پہنچنے کا مفہوم بھی معتبر ہوتا ہے کہتے ہیں **ختمت القراٰن** جس کے معنے ہیں کہ میں اس کے آخر تک پہنچ گیا‘‘

اس علمی حوالہ پر اہل علم اصحاب کو دعوت تحقیق دی جاتی ہے۔ اس میں امام راغب نے لفظ ختم کو اثر پیدا کرنے اور پیدا شدہ اثر کے معنے میں اصل اور بالذات قرار دیا ہے اور بند کرنے، روکنے، آخر تک پہنچنے اور تحصیل اثر کے معنوں کو اعتباری اور قیاسی قرار دیا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ سب اہل علم جانتے ہیں کہ مادی چیز کے آخر تک پہنچنے اور معنوی وصف اور کمال کے آخر تک پہنچنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔۔۔ نبوت کے ختم سے بلوغ آخر والے معنوں کے رو سے بھی نبوت کاملہ کا حصول مراد ہوگا اور خاتم النبیین تو یقیناً وہ مہر ہے جو اپنی تاثیرات قدسیہ کے رو سے ہزاروں لاکھوں آثار روحانیہ پیدا کرنے والی ہے ۔

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہ ذقن
واں مسیح ناصری شد از دمِ او بے شمار (درثمین فارسی)

خاتمیت کے مفہوم کے لئے مزید چار حوالے

ہم نے خاتمیت کے مفہوم کو لغوی اور علمی طور پر واضح کرنے کے لئے اس مقالہ میں اور بھی بہت سے حوالے دیئے ہیں۔ مزید چار حوالے درج ہیں:۔

(۱) امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:۔

’’**والخاتم یجب ان یکون افضل ألا ترىٰ ان رسولنا** ﷺ **لما کان خاتم النبیین کان افضل الانبیاء علیهم الصلوات والسلام**‘‘

(تفسیر کبیر رازی جلد ۱۱ ص ۳۴ طبع ثانیہ ناشر دار الکتب العلمیہ طہران)

کہ خاتم لازماً افضل ہوتا ہے جس طرح ہمارے نبی ﷺ کو جب خاتم النبیین قرار دیا گیا تو آپؐ سب نبیوں سے افضل ٹھہرے۔

(۲) حضرت فرید الدین عطار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے ہیں ۔

ختم کردہ عدل و انصاف او بحق
تا فراست بردہ از مرداں سبق

(منطق الطیر ص ۲۹ مناقب خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ)

(۳) جناب مولانا حالی حضرت شیخ سعدی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

’’ہمارے نزدیک جس طرح طعن وضرب اور جنگ وحرب کا بیان فردوسی پر ختم ہے اسی طرح اخلاق، نصیحت وپند، عشق وجوانی، ظرافت ومزاح، زہد وریا وغیرہ کا بیان شیخ پر ختم ہے‘‘ (رسالہ حیات سعدی ص ۹۴ ناشران شیخ جان محمد اللہ بخش کشمیری بازار لاہور)

(۴) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی تحریر فرماتے ہیں:۔

’’سو جس میں اس صفت کا زیادہ ظہور ہو جو خاتم الصفات ہو یعنی اس سے اوپر اور صفت ممکن الظہور یعنی لائق انتقال وعطائے مخلوقات نہ ہو وہ شخص مخلوقات میں خاتم المراتب ہوگا اور وہی شخص سب کا سردار اور سب سے افضل ہوگا‘‘

(رسالہ انتصار الاسلام ص ۴۵ مطبع مجتبائی دہلی)

ان فحول علماء اور محققین کے بیانات سے قطعی طور پر طے ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا بایں معنی ہے کہ آپؐ سب سے افضل، سب سے بلند مرتبہ اور سب سے زیادہ فیض رساں نبی ہیں۔ گویا آپؐ نبیوں کی وہ مہر ہیں جس کے طفیل انبیاء پیدا ہوئے اور آپؐ کے تابعین میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ **واللہ ذوالفضل العظیم.**

فصل ہشتم

نزول مسیحؑ کے متعلق احادیث اور عقیدہ ختم نبوت

خروج دجال کے بارے میں مودودی صاحب کی انوکھی تاویل!

حضرت مسیحؑ کے آسمان پر جانے کا کوئی ثبوت نہیں

مودودی صاحب نے اپنے کتابچہ کے صفحہ ۳۹ سے صفحہ ۶۳ تک ’’مسیح موعود کی حقیقت‘‘ کے عنوان کے ماتحت نزول مسیح اور خروج دجال کی ’’احادیث‘‘ پیش کر کے ان کی ایک سیاسی رنگ کی تاویل درج کی ہے۔ اس بارے میں مودودی صاحب کی پیش کردہ ان احادیث اور ان کی تاویل پر غور کرنے سے پیشتر جناب مودودی صاحب کا اس بارے میں اصل مذہب معلوم کرنا ضروری ہے۔ تا اندازہ ہو سکے کہ اصل دینی عقیدہ اور سیاسی عقیدہ میں کتنا فرق ہے۔ نیز یہ بھی پتہ لگ جائے کہ آیا اپنے اصل عقیدہ کی موجودگی میں مودودی صاحب کو ان ’’احادیث‘‘ کو از روئے ایمان پیش کرنے کا حق بھی ہے؟

حضرت مسیحؑ کے آسمانوں ~~پرجانے کے سلسلہ میں~~ مودودی صاحب کا محتاط مذہب یہ ہے کہ:۔

’’قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرّۂ زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا ہے اور نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی‘‘ (تفہیم القرآن جلد ا ص ۴۲۰)

یہ بات تو یقیناً غلط ہے کہ قرآن مجید نے ایسے اہم مسئلہ کے بارے میں کوئی واضح بات نہیں بتائی۔ کتنے ظلم کی بات ہے کہ مفسر اپنی کوتاہ علمی کا اعتراف کرنے کی بجائے قرآن مجید پر ابہام اور عدم توضیح کا الزام لگا رہا ہے۔ تاہم مودودی صاحب اپنے اس عقیدہ کی موجودگی میں مسیحؑ کو جسم سمیت آسمانوں سے اتارنے کا کیا حق رکھتے ہیں جہاں جانا ثابت نہیں وہاں سے آنا چہ معنی دارد؟

احادیث دربارہ دجال کی حقیقت

دجال کے متعلق احادیث کے بارے مودودی صاحب کا اصل عقیدہ کیا ہے؟ لکھتے ہیں:۔

(الف) ’’یہ کانا دجال وغیرہ تو افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ ان چیزوں کو تلاش کرنے کی ہمیں کوئی ضرورت بھی نہیں۔ عوام میں اس قسم کی جو باتیں مشہور ہوں ان کی کوئی ذمہ واری اسلام پر نہیں ہے اور ان میں سے کوئی چیز اگر غلط ثابت ہو جائے تو اس سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا‘‘

(ترجمان القرآن ستمبر، اکتوبر ۱۹۴۵ء جلد ۲۷ عدد ۳، ۴ ص ۱۸۶)

(ب) جب اس بیان پر کسی سائل نے دجال کی احادیث کا حوالہ دے کر سوال کیا تو مودودی صاحب نے ’’تحقیق حدیث دجال‘‘ کے عنوان سے لکھا کہ:۔

’’دجال کے متعلق جتنی احادیث نبی ﷺ سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ ایک بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی اور ان خصوصیات کا حامل ہوگا۔ لیکن یہ آپؐ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا اور کہاں ظاہر ہوگا اور یہ کہ آیا وہ آپؐ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپؐ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے۔ ان امور کے متعلق جو مختلف باتیں حضورؐ سے احادیث میں منقول ہیں وہ دراصل آپؐ کے قیاسات ہیں جن کے بارے میں آپؐ خود شک میں تھے۔ کبھی آپؐ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ دجال خراسان سے اٹھے گا کبھی یہ کہ اصفہان سے، اور کبھی یہ کہ شام و عراق کے درمیانی علاقہ سے۔ پھر کبھی آپؐ نے ابن صیاد نامی اس یہودی بچے پر بھی جو مدینہ میں (غالباً ۲ھ یا ۳ھ میں) پیدا ہوا تھا یہ شبہ کیا کہ شاید یہی دجال ہو۔ اور آخری روایت یہ ہے کہ ۹ھ میں جب فلسطین کے ایک عیسائی راہب (تمیم داری) نے آ کر اسلام قبول کیا اور آپ کو یہ قصہ سنایا کہ ایک مرتبہ وہ سمندر میں (غالباً بحر روم یا بحر عرب میں) سفر کرتے ہوئے ایک غیر آباد جزیرے میں پہنچے اور وہاں ان کی ملاقات ایک عجیب شخص سے ہوئی اور اس نے انہیں بتایا کہ وہ خود ہی دجال ہے تو آپؐ نے ان کے بیان کو بھی غلط باور کرنے کی

کوئی وجہ نہ سمجھی۔ البتہ اس پر اپنے شک کا اظہار فرمادیا کہ اس بیان کی رو سے دجال بحر روم یا بحر عرب میں ہے۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا۔ یہ تردّد اوّل تو خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں آپ نے وحی کی بناء پر نہیں فرمائی تھیں بلکہ اپنے گمان کی بناء پر فرمائی تھیں۔ اور آپ کا گمان وہ چیز نہیں ہے جس کے صحیح ثابت نہ ہونے سے آپ کی نبوت پر کوئی حرف آتا ہو یا جس پر ایمان لانے کے لئے ہم مکلّف کئے گئے ہوں۔ پھر جبکہ بعد کے واقعات سے ان باتوں کی تردید بھی ہوچکی ہے جو اس سلسلہ میں آپؐ نے گمان کی بناء پر فرمائی تھیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ان کو عقائد میں داخل رکھنے پر اصرار کیا جائے۔ ابن صیاد پر آپؐ کو شبہ ہوا تھا کہ شاید وہی دجال ہو اور حضرت عمرؓ نے تو قسم بھی کھالی تھی کہ یہی دجال ہے مگر بعد میں وہ مسلمان ہوا۔ حرمین میں رہا۔ حالت اسلام میں مرا اور اس کی نماز جنازہ مسلمانوں نے پڑھی۔ اب اس میں کیا گنجائش باقی رہ گئی کہ آج تک ابن صیاد پر دجال ہونے کا شبہ کیا جاتا رہا؟ تمیم داری کے بیان کو حضورؐ نے اس وقت تقریباً صحیح سمجھا تھا۔ مگر کیا ساڑھے تیرہ سو برس تک بھی اس شخص کا ظاہر نہ ہونا جسے حضرت تمیم داری نے جزیرے میں محبوس دیکھا تھا یہ ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے کہ اس نے اپنے دجال ہونے کی جو خبر حضرت تمیم کو دی تھی وہ صحیح نہ تھی؟ حضورؐ کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپؐ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے یا آپؐ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو۔ لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضورؐ کا اندیشہ صحیح نہ تھا؟ اب ان چیزوں کو اس طرح نقل و روایت کئے جانا کہ گویا یہ بھی اسلامی عقائد ہیں نہ تو اسلام کی صحیح نمائندگی ہے اور نہ اسے حدیث ہی کا صحیح فہم کہا جاسکتا ہے‘‘

(رسالہ ترجمان القرآن فروری ۱۹۶۱ء ورسائل ومسائل ص ۵۷)

کل تک مودودی صاحب ان روایات واحادیث کو ’’اسلامی عقائد‘‘ قرار دینے کو نہ اسلام کی ’’صحیح نمائندگی‘‘ سمجھتے تھے اور نہ ہی اسے ’’حدیث کا صحیح فہم‘‘ قرار دیتے تھے بلکہ صاف لکھتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ ’’دجال کب ظاہر ہوگا، کہاں ظاہر ہوگا اور یہ کہ وہ آپؐ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپؐ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے‘‘ مگر آج احمدیت کی تردید کی خاطر مودودی صاحب کو نظر آرہا ہے کہ دجال اکبر اسرائیل میں ابھی ظاہر ہوا چاہتا ہے اور صرف اس کے قتل کے لئے حضرت مسیحؑ دو ہزار برس سے آسمانوں پر منتظر تھے اور اب زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے دمشق میں اتر رہے ہیں۔ کیا یہ انداز فکر محققانہ اور مومنانہ ہے؟ گویا کل تک جو ’’اسلامی عقیدہ‘‘ نہ تھا آج اسے ’’خواہ مخواہ عقائد میں داخل کرنے پر اصرار‘‘ کیا جارہا ہے۔ مودودی صاحب لکھ چکے ہیں کہ آنحضرتؐ نے دجال کے متعلق فرمایا تھا ’’میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا‘‘ (رسائل ومسائل ص ۴۸ اسلامک پبلیکیشنز لاہور) مگر اب مودودی صاحب اسے مدینہ منورہ کے شمال میں ظاہر ہونے والا بتا رہے ہیں۔ یا للعجب!

روایات کے پیش کرنے کا مقصد

مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

’’نئی نبوت کی طرف بلانے والے حضرات عام طور پر ناواقف مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور مسیح نبی تھے اس لئے ان کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی بلکہ ختم نبوت بھی برحق اور اس کے باوجود مسیح موعود کا آنا بھی برحق‘‘

(رسالہ ختم نبوت ص ۳۹)

یہاں ہم پوچھتے ہیں کہ مودودی صاحب فرمائیں کہ آیا یہ دونوں قضیے درست نہیں (۱) کہ احادیث میں مسیح موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے (۲) نیز یہ کہ مسیح نبی تھے؟ کیا اس سے یہ استدلال غلط ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی؟

اس کے بعد مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

’’اسی سلسلہ میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح موعود سے مراد حضرت عیسیٰ بن مریم نہیں ہیں ان کا تو انتقال ہو چکا ہے اب جس کے آنے کی خبر احادیث میں دی گئی ہے وہ مثیل مسیحؑ یعنی حضرت عیسیٰ کی مانند ایک مسیح ہے اور وہ فلاں شخص ہے جو آچکا ہے۔ اس کا ماننا عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے‘‘ (ص ۳۹)

صاف ظاہر ہے کہ جب حضرت عیسیٰ بن مریمؑ وفات پاچکے ہیں تو احادیث میں آنیوالے مسیح موعود سے مراد مثیل مسیح ہی ہوسکتا ہے کیونکہ قرآنی اور حدیثی نصوص کے مطابق فوت شدہ انسان اس دنیا میں واپس نہیں آسکتا۔ ایسی صورت میں عقلاً ونقلاً مسیح کی آمد ثانی سے مراد مثیل مسیح کی آمد ہی ہوسکتی ہے۔ مذہبی تاریخ کی ایک واضح نظیر موجود ہے۔ بائبل میں صاف لکھا ہے کہ ایلیاء نبی بگولے میں ہوکر آسمان پر چلا گیا (۲سلاطین ۱۱/۲) نیز یہ کہ ہولناک دن یا مسیح موسوی کی آمد کے دن سے

پیشتر ایلیاہ دوبارہ آئے گا (ملاکی ۵\۴) چنانچہ یہودی منتظر تھے کہ ان کے مسیحؑ سے پہلے ایلیاہ آسمان سے آئے گا۔ (متی ۱۰\۱۷) مگر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے اس سوال کے جواب میں حضرت یحییٰؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

’’اور چاہو تو مانو ایلیاہ جو آنے والا تھا یہی ہے‘‘ (متی ۱۴\۱۱)

اسی طرح مسیح موعود سے مراد یقیناً مثیل مسیح ہے۔

جناب مودودی صاحب نے قرآن وحدیث اور تورات وانجیل کی اس صداقت کو ’’فریب‘‘ قرار دے کر اس کا پردہ چاک کرنے کے لئے ’’جملہ ۲۱ روایات‘‘ جمع کر دی ہیں۔ آیئے اب ہم ان روایات کا تحقیقی جائزہ لیں۔

کیا یہ روایات حیات مسیحؑ کے ثبوت کے لئے قطعیۃ الدلالت ہیں؟

ان روایات کی صحت وثقاہت پر لمبی بحث کرنے سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم مودودی صاحب سے ہی دریافت کرتے ہیں کہ کیا ان کے نزدیک یہ ’’روایات‘‘ اس بارے میں قطعیۃ الدلالت ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام بجسدہٖ العنصری آسمانوں پر زندہ ہیں؟ اگر نہیں اور قطعاً نہیں تو پھر فرمایئے کہ ان روایات سے احمدیوں کے معقول منطقی قضیہ کی تردید کس طرح ہو سکتی ہے؟ جماعت احمدیہ کی تیس آیاتِ قرآنی سے وفات مسیح علیہ السلام پر پختہ استدلال مودودی صاحب کو معلوم ہے۔ احادیث صحیحہ کی صراحت بھی انہیں یاد ہے اس لئے وہ فوراً پکار اٹھتے ہیں کہ:۔

’’اس مقام پر یہ بحث چھیڑنا بالکل لاحاصل ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں یا زندہ کہیں موجود ہیں بالفرض وہ وفات ہی پا چکے ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں زندہ کر کے اٹھالانے پر قادر ہے‘‘

ارے بھائی! جب جماعت احمدیہ کے اس نظریہ کا جائزہ لینا ہے کہ چونکہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اسلئے احادیث میں آنے والے مسیح موعود سے مراد مثیل مسیح ہے تو وفات وحیاتِ مسیحؑ کی بحث ’’لاحاصل‘‘ کیوں ہوگی؟ دل آپ کا بھی مانتا ہے کہ مسیحؑ زندہ ثابت نہیں ہو سکتے اسی لئے ’’بالفرض‘‘ کہہ کر انہیں دوبارہ زندہ کرنا چاہتے ہیں مگر یہ خود محال ہے کیونکہ نصوص قرآنیہ وحدیثیہ اس بارے میں بالکل صریح ہیں کہ فوت شدہ انسان دوبارہ دنیا میں نہیں آتا۔ ہم آیت فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ پہلے درج کر چکے ہیں۔ صحاح ستہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ:۔

’’آنحضرت ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تم افسردہ کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے والد شہید ہو گئے ہیں نیز بچے اور قرضہ میرے ذمہ پڑ گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا میں اس ملاقات کی خوشخبری آپ کو نہ دوں جو آپکے والد کی اللہ تعالیٰ سے ہوئی تھی۔ میں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دوسروں سے تو پس پردہ بات کرتا رہا ہے مگر آپ کے والد صاحب سے اس نے روبرو گفتگو فرمائی اور کہا کہ اے میرے بندے! کوئی خواہش بیان کر میں اسے پورا کر دوں گا۔ آپ کے والد مرحوم نے کہا کہ اے میرے رب تو مجھے زندگی بخش تا میں دوبارہ تیری راہ میں شہید کیا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوگا کیونکہ پہلے سے میری طرف سے اعلان ہو چکا ہے کہ مردے دوبارہ دنیا میں واپس نہ ہوں گے‘‘

(مشکوٰۃ باب جامع المناقب ص۵۷۹)

پس یہاں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سوال نہیں اور نہ ہی اس کا انکار ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کر کے دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجے گا۔ حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بتلا رہا ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ مان لیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے تو پھر ان کے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہؓ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا پوری کرنے کا وعدہ فرمایا مگر جب انہوں نے یہ تمنا کی کہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تا میں دوبارہ جام شہادت نوش کر سکوں۔ گویا ان کی یہ تمنا بھی نہایت اعلیٰ مقصد کے لئے تھی۔ مگر چونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے مقرر قانون کے خلاف تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے پورا نہ کیا بلکہ فرمایا کہ مردے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں نہیں جا سکتے۔

پس مودودی صاحب کی پیش کردہ روایات حیات مسیحؑ کے لئے ہرگز قطعیۃ الدلالت نہیں۔ ان میں تو مسیحؑ کے زندہ اور آسمان پر موجود ہونے کا ذکر تک موجود نہیں۔ لفظ پرستی کی آڑ میں ان روایات میں جناب مودودی صاحب زیادہ سے زیادہ جو استدلال کر سکتے ہیں وہ ان کے الفاظ میں یہ ہے کہ:۔

’’بہرحال جو شخص حدیث کو مانتا ہے اسے یہ ماننا پڑے گا کہ آنے والے وہی عیسیٰ بن مریم ہوں گے اور وہ پیدا نہیں بلکہ نازل ہوں گے‘‘

(رسالہ ختم نبوت ص ۵۴)

گویا مودودی صاحب کا تمسّک ان روایات میں سے ایک تو لفظ ابن مریم سے ہے اور دوسرے لفظ نزول ان کے لئے وجہ اضطراب ہے۔

مودودی صاحب سے دو مختصر سوال

آگے بڑھنے سے پہلے میں جناب مودودی صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ اول تو یہ فرمایئے کہ جو شخص ''حدیث'' کے ساتھ قرآن مجید کو بھی مانتا ہو اور اسے قطعی اور یقینی کلام اللہ ماننے کی وجہ سے حدیث کو اس کے تابع سمجھتا ہو اسے کیا ماننا پڑے گا؟ دوسرے یہ فرمایئے کہ اگر آپ کے ''بالفرض'' کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام واقعی فوت شدہ ہوں تو پھر ان کے ''نازل'' ہونے کے کیا معنے ہوں گے؟ کیا انہیں زندہ کر کے پہلے جسم سمیت آسمان پر لے جایا جائے گا اور پھر وہاں سے زرد کپڑے پہنا کر دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھوا کر زمین پر اتارا جائے گا یا نزول کے کوئی اور معنے ہوں گے؟

مودودی صاحب کی پیش کردہ روایات سے لفظ نزول کی تشریح

مودودی صاحب نے نزول مسیحؑ کے لئے اکیس روایات درج کی ہیں جن میں کافی تعارض اور تضاد بھی ہے۔ لفظ نزول کے سلسلہ میں یاد رہے کہ ان اکیس روایات میں سے چودہ روایات میں لفظ نزول کا استعمال ماضی، مضارع، اسم فاعل یا مصدر کے طور پر ہوا ہے۔ سات روایات یعنی نمبر۸ و نمبر۱۳ او نمبر۴ او نمبر۹ و نمبر۱۷ او نمبر۱۰ او نمبر۱۱ میں ~~لفظ نزول کسی رنگ میں بھی استعمال نہیں ہوا۔~~ روایت نمبر۹ میں ''**فاذا هم بعیسیٰ ابن مریم**'' کے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ مودودی صاحب نے کیا ہے کہ ''یکا یک عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مسلمانوں کے درمیان آجائیں گے'' (ص ۴۵) روایت نمبر۱۷ میں ہے ''**فیصبح فیهم عیسیٰ بن مریم**'' یعنی ''صبح کے وقت مسلمانوں کے درمیان عیسیٰ بن مریم آجائیں گے'' (ختم نبوت ص ۵۱)

خاص توجہ کے قابل یہ امر ہے کہ مودودی صاحب کی پیش کردہ روایت نمبر۱۰ میں ''**بعث اللہ المسیح ابن مریم**'' آیا ہے اور روایت نمبر۱۱ میں الفاظ ''**فیبعث اللہ عیسیٰ ابن مریم**'' مروی ہیں۔ جن کا ترجمہ مودودی صاحب نے ''اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیج دے گا'' اور ''اللہ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا'' کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو رسالہ ختم نبوت ص ۴۶۔۴۷)

ظاہر ہے کہ مودودی صاحب کی پیش کردہ روایات میں مسیح موعود کی آمد کے لئے نازل ہونے، آجانے اور مبعوث کئے جانے کے تین الفاظ وارد ہوئے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ یہ تینوں ہم معنی ہیں۔ نزول سے مراد مبعوث ہونا یا بھیجا جانا ہی ہے۔ صرف اعزاز اور اکرام کے لئے بعثت کو نزول سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ عربی زبان میں ہر مہمان کو نزیل کہتے ہیں اور مہمان نوازی کے لئے نُزُل کا لفظ مستعمل ہوتا ہے اور ٹھکانہ منزل کہلاتا ہے۔ کیا مودودی صاحب کی روایات نے خود ہی ان کے نزول کے عقدہ کو حل نہیں کر دیا؟ اے کاش! مودودی صاحب تدبر فرمائیں۔

لفظ نزول کے معنوں کے لئے قرآنی شواہد

جناب مودودی صاحب کا فقرہ ''وہ پیدا نہیں بلکہ نازل ہوں گے'' (ص ۵۴) بتلا رہا ہے کہ وہ پیدا ہونے اور نزول میں تضاد اور منافاۃ سمجھتے ہیں مگر اہل علم کے نزدیک یہ ان کی ایک سطحی بات ہے اور قرآن مجید سے ناواقفیت کا نتیجہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱) **اَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ اَزْوَاجٍ** (الزمر:۷)

اللہ نے تمہارے لئے جانوروں کے آٹھ نر و مادہ نازل کئے۔

(۲) **يَابَنِىْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاساً** (الاعراف:۲۶)

اے آدم زادو! ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا۔

(۳) **وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَأسٌ شديدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ** (الحدید:۲۶)

ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے لئے منافع ہیں۔

(۴)قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْراً رَّسُوْلاً يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰاتِ اللّٰهِ (الطلاق:۱۱،۱۲)

اللہ نے تمہاری طرف اس نصیحت کرنے والے رسول (ﷺ) کو اتارا ہے وہ تم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے۔

(۵)وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (الحجر۲۲)

ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم اسے معلوم اندازے کے مطابق اتارتے ہیں۔

ان آیات میں ہر جگہ لفظ نزول استعمال ہوا ہے۔ جانوروں کے لئے، کپڑوں کے لئے، لوہے کے لئے، نبی ﷺ کے لئے، کائنات کی ہر نعمت کے دیئے جانے کے لئے۔ ظاہر ہے کہ ہر جگہ نزول سے مراد پیدا کرنا اور اعزاز بخشنا ہے، آسمان سے اتارنا ہرگز مراد نہیں۔ پس لفظ نزول سے ٹھوکر نہیں کھانی چاہیئے۔

مودودی صاحب کی اپنی تاویلات

روایات کے تعلق میں جناب مودودی صاحب مصر ہیں کہ چونکہ ان میں ’’عیسیٰ ابن مریم‘‘ کا لفظ آ گیا ہے اس لئے اس کی کوئی تاویل نہیں ہوگی۔ اس سے مراد صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ امت محمدیہؐ کے کسی فرد کا نام عیسیٰ نہیں رکھا جا سکتا۔ گویا وہ الفاظ روایت کو ظاہر پر محمول کرنے کے لئے مصر ہیں۔ لیکن خود انہوں نے اس کتابچہ میں ان روایات کے متعدد بیانات کی تاویل کی ہے۔ بطور مثال عرض ہے:۔

(۱) مودودی صاحب الفاظ حدیث کا لفظی ترجمہ کرتے ہیں کہ:۔

’’ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کر۔ پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو ہلاک کر دیں گے‘‘

اس پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔

’’صلیب کو توڑنے اور خنزیر کو ہلاک کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت ایک الگ دین کی حیثیت سے ختم ہو جائے گی‘‘ (رسالہ ختم نبوت ص۴۰)

دوسری جگہ کسر صلیب کا مطلب یوں بتایا ہے کہ:۔

’’عیسائیت بھی حضرت عیسیٰ کی طرف سے اظہار حقیقت ہو جانے کے بعد ختم ہو جائے گی‘‘ (ص۶۱)

گویا مودودی صاحب نے صلیب اور خنزیر کو ظاہر پر محمول نہیں کیا۔ بلکہ اس کی تاویل کی ہے۔ نیز آنحضرتؐ نے تو صحابہ کرام کو خطاب کرتے ہوئے ’’تمہارے درمیان‘‘ فرمایا تھا مگر مودودی صاحب صحابہ کے مثیل عام مسلمان مراد لے رہے ہیں۔

(۲) **یضع الجزیه** کا لفظی ترجمہ ’’جزیہ ختم کر دیں گے‘‘ لکھنے کے بعد مودودی صاحب تحریر کرتے ہیں:

’’دوسرے الفاظ میں اس کا ~~مطلب یہ ہے کہ اس وقت~~ ملتوں کے اختلاف ختم ہو کر سب لوگ ایک ہی ملتِ اسلام میں شامل ہو جائیں گے۔ اور اس طرح نہ جنگ ہوگی اور نہ کسی پر جزیہ عاید کیا جائے گا‘‘ (ختم نبوت ص۴۱)

قارئین کرام مودودی صاحب کی اس ’’تاویل‘‘ کے ساتھ ساتھ دوسری روایات کے الفاظ ’**یقاتل الناس علی الاسلام**‘‘ کا مودودی صاحب کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

’’وہ (مسیح) اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے‘‘ (ختم نبوت ص۴۳)

گویا **یضع الجزیه** کی ایسی تاویل کی ہے جو خود دوسری صریح روایت کے بالکل خلاف ہے۔ بایں ہمہ دعویٰ یہ ہے کہ روایات میں تاویل کرنی روا نہیں۔ اور یہ دعویٰ محض اس لئے ہے کہ لفظ ’’عیسیٰ ابن مریم‘‘ کی تاویل کر کے اس سے مراد مثیل مسیح نہ قرار دیا جائے۔

مودودی روایات مجموعۂ تعارض و تناقض ہیں

جناب مودودی صاحب نے اپنی ذکر کردہ سب روایات کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ’’صحیح سندوں کے ساتھ حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں وارد ہوئی ہیں

''اور وہ ''سند کے لحاظ سے قوی تر ہیں'' (ص ۵۳) لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان پر سرسری نظر ڈالنے سے ہی ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ تعارض و تناقض کا مجموعہ ہیں۔ بطور مثال امورِ ذیل قابل توجہ ہیں:۔

اول۔ ان اکیس روایات میں سے تیرہ روایات اس بارے میں بالکل خاموش ہیں کہ حضرت مسیحؑ مسلمانوں کے امام ہوں گے یا نہیں۔ انہیں نماز پڑھائیں گے یا نہیں۔ آٹھ روایتوں میں حضرت مسیحؑ کے امام ہونے یا نہ ہونے کا ذکر ہے یعنی دونوں قسم کے بیان پائے جاتے ہیں۔ حدیث نمبر ۵ بروایت مسلم میں لکھا ہے ''عیسیٰ بن مریم نازل ہو جائیں گے اور نماز میں مسلمانوں کی امامت کریں گے'' (ختم نبوت ص ۴۳) حدیث نمبر ۲۱ کے ترجمہ میں مودودی صاحب لکھتے ہیں۔ ''جب مسلمان نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوں گے تو ان کی آنکھوں کے سامنے عیسیٰ بن مریم اتر آئیں گے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے'' (ص ۵۳) اس کے برعکس روایت نمبر ۷ و نمبر ۹ و نمبر ۱۵ و نمبر ۱۶ میں ذکر ہے کہ مسیحؑ نماز میں امام نہ ہوں گے مسلمانوں کا اپنا امام امامت کرائے گا۔ علاوہ ازیں روایت نمبر ۱۹ میں مسیحؑ کے لئے ''**اماماً عادلاً وحکماً مقسطاً**'' کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور روایت نمبر ۳ میں فرمایا ہے ''**و امامکم منکم**'' کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور تم سے ہوگا''

جب یہ ساری روایات ہی قوی تر ہیں اور ''معتبر ترین'' کتابوں میں وارد ہوئی ہیں تو ان میں اس قدر اختلاف کیوں ہے؟

دوم۔ روایت نمبر ۱۰ میں آیا ہے کہ ''ان (مسیحؑ) کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی اور وہ ان کی حد نظر تک جائے گی۔۔۔۔۔ وہ زندہ نہ بچے گا'' (ص ۴۶)

گویا حضرت مسیحؑ کی سانس سے سب کافر مرتے جائیں گے اور آپ کے سانس کے پہنچنے کی حد اس روایت میں اس جگہ تک بیان ہوئی ہے جہاں تک آپ کی نظر جائے گی۔ دوسرے الفاظ میں جن جن کافروں تک آپ کی نظر پہنچے گی وہ سب ختم ہو جائیں گے۔

روایت نمبر ۵ و نمبر ۹ و نمبر ۱۵ میں یہ بھی ذکر ہے کہ دجال حضرت مسیحؑ کو دیکھتے ہی اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ ان روایات میں یہ بھی ذکر کہ:۔

(۱) مسیح نیزہ لے کر دجال کے پیچھے دوڑیں گے اور اسے قتل کریں گے۔

(۲) وہ سؤروں کو قتل کریں گے۔

(۳) ''وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے'' (ص ۴۳)

اگر سانس اور نظر پہنچنے کے مقام تک کافروں کا واقعی صفایا ہوتا جائے گا تو ان ہنگاموں اور اس کشت وخون کی کیا ضرورت ہے، کیا یہ روایات کا کھلا تضاد نہیں؟

سوم یہ سوال ہے کہ دجال کس مقام پر قتل ہوگا؟ روایت نمبر ۱۶ و نمبر ۱۷ سے عیاں ہے کہ حضرت مسیحؑ فجر کی نماز کے بعد جو دمشق میں ہوگی فی الفور دجال کو قتل کر دیں گے۔ لکھا ہے:۔

''عیسیٰ علیہ السلام اپنے حربے سے اس کو ہلاک کر دیں گے اور اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگیں گے'' (ص ۵۱)

کیا دمشق سے ان لوگوں کو بھاگنے کا موقع مل سکتا ہے جبکہ لوگ مسیحؑ کی سانس سے مر رہے ہوں گے؟

روایت نمبر ۱۰ و نمبر ۱۴ و نمبر ۱۵ کا مفاد ہے کہ لد کے مشرقی دروازہ پر دجال قتل ہوگا (ص ۵۰) روایت نمبر ۲۱ کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ:۔

''عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ دجال کو افیق کی گھاٹی کے قریب ہلاک کر دے گا'' (ص ۵۲)

دمشق، لد، یا افیق کی گھاٹی میں کوئی تطبیق دی جاسکتی ہے؟

چہارم۔ حضرت مسیحؑ کے عرصہ قیام کے متعلق صرف تین روایات میں ذکر آیا ہے:۔

(الف) ''دجال کو قتل کریں گے۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک زمین میں ایک امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے رہیں گے'' (ص ۵۲)

(ب) ''زمین میں وہ چالیس سال ٹھہریں گے پھر ان کا انتقال ہو جائے گا'' (ص ۴۴) (اس روایت کے لفظ ''**ثم یتوفی**'' کا ترجمہ مودودی صاحب نے ''پھر

ان کا انتقال ہو جائے گا‘‘ کیا ہے۔ گویا انہیں اس جگہ توفی بمعنی وفات و انتقال مسلم ہے)

(ج) ’’وہ اس کا پیچھا کریں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے پھر سات سال تک لوگ اس حال میں رہیں گے کہ دو آدمیوں کے درمیان بھی عداوت نہ ہو گی‘‘ (ص ۴۷)

روایات تاویل کی متقاضی ہیں

ہمارے مندرجہ بالا سرسری تبصرہ سے عیاں ہے کہ مودودی صاحب کی پیش کردہ روایات کے بعض حصے بالکل نادرست ہیں اور بعض حصوں کی تطبیق کے لئے تاویل کی اشد ضرورت ہے۔ ان روایات میں یہ بھی ذکر ہے کہ ’’درخت پکاریں گے‘‘ (ص ۵۱) ’’دیواریں اور درختوں کی جڑیں پکار اٹھیں گی‘‘ (ص ۵۱) ’’سورج کا مغرب سے طلوع ہونا‘‘ (ص ۴۸)

یہ سب باتیں بتا رہی ہیں کہ ان روایات میں تاویل کرنے کے بغیر چارہ نہیں۔ بعض حصوں مثلاً کسر صلیب اور قتل خنزیر وغیرہ کی تاویل خود مودودی صاحب بھی کر چکے ہیں۔ اندریں صورت بھی مودودی صاحب کا یہ اصرار ہے کہ چونکہ ان روایات میں مسیح موعود کے لئے ابن مریم یا عیسیٰ کا لفظ بولا گیا ہے اس لئے اسے بہر حال ظاہر پر محمول کیا جائے خواہ کتنے ہی دلائل و قرائن اس کے ظاہر پر محمول کرنے کے خلاف ہوں یقیناً مودودی صاحب کا یہ اصرار غیر معقول ہے۔

اب اختلاف سمٹ کر اس بات پر آ گیا ہے کہ ان روایات میں ابن مریم سے مراد موسوی سلسلہ میں، چودھویں صدی میں آنے والے عیسیٰ بن مریم مراد ہیں یا امت محمدیہؐ کا کوئی فرد مراد ہے جسے ابن مریم کا مقام دیا جائے گا۔

امت کا موعود محمدیؐ مسیح ہے نہ کہ اسرائیلی ابن مریم

روایات کا مجموعی مفاد یہ ہے کہ امت محمدیہ کی اصلاح، اسلام کی تجدید و احیاء دینِ حنیف کے غلبہ و اشاعت، اسلام کے خلاف فتنوں بالخصوص دجالی فتنہ کے قلع قمع کے لئے ایک موعود امت محمدیہؐ میں آنے والا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ موعود محمدیؐ مسیحؑ ہے نہ کہ اسرائیلی ابن مریم۔ اپنے اس دعویٰ پر دلائل و شواہد پیش کرنے سے پہلے یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ مسیح موعود کی آمد کی خبر ایک پیشگوئی ہے، پیشگوئیوں میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت اخفاء کا ایک پہلو ضرور ہوتا ہے۔ پیشگوئیاں از قبیل متشابہات ہوتی ہیں۔ چونکہ ان میں غیب کی خبر دی جاتی ہے اور مغیبات کے بارے میں قبل از وقت کسی قسم کا اجماع نہیں ہو سکتا، ان کی پوری حقیقت ان کے ظہور سے ہی عیاں ہوا کرتی ہے۔ سعادتمند وہی ہے جو پیشگوئی کے ظاہر ہونے پر ایمان لائے اور اس کا اپنا قیاس اور اندازہ اس کے ایمان کے راستے میں روک پیدا نہ ہو۔ مہدی کی احادیث کے متعلق مودودی صاحب کا عقیدہ قابل توجہ ہے۔ لکھتے ہیں:۔

’’میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نفسِ ظہور مہدی کی خبر کی حد تک تو یہ روایات صحیح ہیں لیکن تفصیلی علامات کا بیشتر بیان غالباً وضعی ہے‘‘

(رسائل و مسائل جلد اول ص ۱۴۴ اسلامک پبلیکیشنز)

مذہبی تاریخ کا یہ ایک نمایاں اور زندہ واقعہ ہے کہ یہود کو وعدہ دیا گیا تھا کہ ایلیاء دوبارہ ان میں آئے گا بلکہ بائیبل کے الفاظ کے مطابق بظاہر اس کے آسمانوں سے اترنے کی تصریح موجود تھی مگر حضرت مسیح نے سوال کرنے والے یہودیوں سے فرمایا کہ ایلیاء کی آمد ثانی یا نزول سے مراد حضرت یحیٰ بن زکریا کی بعثت ہے، ایلیاء جسم سمیت آسمانوں سے نہ اترے گا۔ حضرت مسیح کی اس ’’تاویل‘‘ کو الفاظ پرست یہود نے نفرت سے ٹھکرا دیا۔

پھر یہ واقعہ بھی مذہبی تاریخ کا ایک زندہ واقعہ ہے کہ یہود خیال کرتے تھے کہ ان کا مسیح موعود ظاہری بادشاہ ہوگا اور ان کو سلطنت دلائے گا۔ اور زر و جواہر سے ان کے گھر بھر دے گا لیکن جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام غربت اور درویشی کے لباس میں ظاہر ہوئے تو یہود نے ان سے منہ پھیر لیا اور انہیں جھوٹا ٹھہرایا۔ مودودی صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

’’ان کی ان توقعات کے خلاف جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آئے تو یہودیوں نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے‘‘ (کتابچہ ختم نبوت ص ۵۸)

یہود آج تک ماتم کر رہے ہیں اور دیوار گریہ کے پاس روتے ہیں، میں انہیں بچشم خود بیت المقدس میں روتے دیکھ چکا ہوں۔ مگر کیا آج تک ایلیا آسمان

سے اترے؟ کیا بادشاہ مسیح موعود یہود کے لئے ظاہر ہوا؟ پس مقام خوف ہے کہ کہیں ہم کمزور و متناقض روایات کے سہارے اس زمانہ میں ظاہر ہونے والے صادق مسیح موعود کی تکذیب کرنے والے نہ بن جائیں اور ہم پر وہ پیشگوئی پوری نہ ہو جائے کہ امت محمدیہؐ **طابق النعل بالنعل** امت موسویہ کی پیروی کرے گی۔ اس صورت میں جس طرح یہود قیامت کے دن اپنی ''روایات'' اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر کے عہدہ برآ نہ ہو سکیں گے اسی طرح مسلمان کہلانے والے علماء بھی اپنی ''روایات'' پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ نہ سکیں گے۔ (اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسی غلطی اور ایسی گرفت سے محفوظ رکھے۔ آمین)

ہمارے پاس اس دعویٰ پر کہ امت محمدیہ کا مسیح موعود محمدیؐ ہے نہ کہ اسرائیلی چار ثبوت ہیں جن کا مختصر ذکر درج ذیل ہے:۔

پہلا ثبوت

قرآن مجید بالبداہت بتا رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ سورۂ مائدہ کے آخری رکوع میں ذکر ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ سے دریافت کیا جائے گا کہ ان تثلیث پرستوں کو تو نے کہا تھا کہ وہ اللہ کے علاوہ تجھے اور تیری والدہ کو بھی دو خدا مانیں تو حضرت عیسیٰؑ واشگاف الفاظ میں عرض کریں گے **وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً مَّادُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ.** خدایا! میں تو جب تک ان میں موجود تھا ان پر نگران رہا۔ (میری موجودگی میں انہوں نے تثلیث کا عقیدہ اختیار نہیں کیا) بعد ازاں جب آپ نے مجھے وفات دے دی تو آپ ہی ان کے نگہبان تھے (مجھے کچھ علم نہیں)

اس بیان سے واضح ہے کہ حضرت مسیحؑ کی موجودگی میں نصاریٰ میں عقیدہ تثلیث نہیں پھیلا۔ اور حضرت مسیحؑ نصاریٰ سے توفی کے ذریعہ ہی الگ ہوئے ہیں یعنی وفات پا کر۔ پس اس آیت سے حضرت عیسیٰ کی وفات روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ آیت نے دو ہی زمانے بتائے ہیں۔ یا تو حضرت مسیح عیسائیوں میں موجود اور ان کے نگران ہوں اور یا پھر متوفٰی ہوں (یاد رہے کہ مودودی صاحب نے اپنے کتابچہ کے صفحہ ۴۴ پر روایت نمبر ۶ کے الفاظ **ثم یتوفی فیصلی علیه المسلمون** میں توفی سے مراد موت ہی لی ہے) ظاہر ہے کہ مسیحؑ نصاریٰ میں موجود نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح وفات پا گئے ہیں۔

اس آیت سے وفات مسیحؑ کے علاوہ یہ امر بھی بوضاحت ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ اس دنیا میں ہرگز آنے والے نہیں۔ اور یہ جو ''روایات'' میں کسر صلیب کرنے اور مسیحیوں کو موحدّ بنانے کا ذکر ہے وہ آپ نے خود نہیں بلکہ آپ کے کسی مثیل نے کرنا ہے ورنہ حضرت مسیحؑ قیامت کے دن یہ کس طرح کہیں گے کہ خدایا! جب تو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی نگہبان اور حالات کو جاننے والا تھا، مجھے کچھ پتا نہیں؟ کیا ایسا بیان کتمان حقیقت بلکہ صریح دروغ نہ کہلائے گا (معاذ اللہ)؟ پس یہ آیت حضرت مسیحؑ کی وفات اور ان کے دوبارہ دنیا میں نہ آنے پر قطیعۃ الدلالت نص ہے۔

توفی کے معنی وفات اور موت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ متوفیک کے معنے حضرت ابن عباس نے **ممیتک** کئے ہیں (بخاری کتاب التفسیر) اور اب تو مفتی دیار مصریہ شیخ الازہر علامہ محمود شلتوت صاف کہہ چکے ہیں کہ توفی کے معنے موت ہیں۔ اور قرآن مجید سے حضرت مسیحؑ کی وفات ثابت ہے۔ (کتاب الفتاوٰی مطبوعہ مصر)

نبیٔ پاک ﷺ بھی واضح اعلان فرما چکے ہیں ''ان[۱] **عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائة سنة رواه الطبرانی (التحفة السنية** ص۳۳ **وحجج الكرامه** ص۴۲۸) کہ حضرت عیسیٰ نے ایک سو بیس سال عمر پائی تھی۔ نیز نبی ﷺ نے اسرائیلی مسیح کا حلیہ یوں فرمایا **اَحْمَرُ جَعْدٌ** کہ اس کا رنگ سرخ ہے اور اس کے بال گھنگریالے ہیں (صحیح مسلم مطبوعہ مصر جلد ا ص ۸۰۔۸۱) اور آنے والے یعنی محمدیؐ مسیح کے حلیہ میں فرمایا **آدم سبط الرأس** کہ اس کا رنگ گندمی ہے اور بال سیدھے ہیں (صحیح مسلم جلد ا ص ۸۲) گویا صاف بتا دیا کہ اسرائیلی مسیح اور ہے اور محمدی مسیح اور۔

پھر آنحضرت ﷺ کے وصال کے موقعہ پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اجماع کیا کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے آنے والے سب نبی وفات پا چکے ہیں ۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آیت قرآنی **وَماَ مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** سے استدلال فرمایا کہ جب پہلے کے سب رسول وفات پا چکے ہیں تو آنحضرت ﷺ کی

[۱] :۔ یہ روایت تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۴۲ و مواہب اللدنیہ جلد ا ص ۴۲ پر بھی درج ہے۔

وفات پر تعجب کیوں کرتے ہو؟ سب صحابہؓ نے غم اور اندوہ کے جذبات سے معمور ہو کر خاموشی سے اسے تسلیم کرلیا۔

الغرض قرآن مجید کی آیات، آنحضرت ﷺ کی احادیث، اور صحابہ کے اجماع سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں۔ وفات یافتہ شخص دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتا۔ اسلئے ماننا پڑے گا کہ روایات میں آنے والے کا نام ابن مریم مجازاً ہے، درحقیقت وہ امت محمدیہؐ کا ہی ایک فرد ہے۔ آنحضرت ﷺ نے الگ الگ حلیے بتا کر بھی صراحت فرمادی ہے کہ پہلا مسیح اور تھا اور آنے والا مسیحؑ اور ہے۔ ایک نام کے تو متعدد اشخاص ہو سکتے ہیں مگر دو مختلف حلیے ایک شخص کے نہیں ہو سکتے۔

دوسرا ثبوت

قرآن مجید فرماتا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور:٥٦) کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں اور عمل صالح بجالانے والے مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ زمین میں ان میں سے ہی ایسے خلیفے مقرر کرتا رہے گا جیسا کہ اس نے پہلے لوگوں میں سے خلیفے بنائے تھے' امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

كما استخلف هارون ويوشع وداؤد وسليمان وتقدير النظم ليستخلفنهم استخلافاً كاستخلاف من قبلهم من هؤ لاء الانبياء عليهم السلام۔ (تفسیر کبیر زیر آیت استخلاف)

کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح خلیفے بنائے گا جس طرح اس نے ھارونؑ، یوشعؑ، داؤدؑ، اور سلیمانؑ کو خلیفہ بنایا تھا۔ مسلمانوں میں اسی طرح خلیفے ہوں گے جس طرح پہلے لوگوں میں یہ انبیاء علیہم السلام خلیفے تھے"

اس آیت قرآنی میں بطور نص صریح فرمایا ہے کہ امت محمدیہؐ کے سب خلفاء مسلمانوں میں سے ہوں گے۔ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ کوئی شخص خلیفہ تو امت محمدیہ میں مقرر ہو مگر ہو وہ اسرائیلی یا کسی اور قوم و مذہب کا فرد۔

اب بات صاف ہے کہ آنے والے ابن مریم کے متعلق مسلّم بین الفریقین ہے کہ: "وہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہوں گے" (ختم نبوت ص٢٩)

اور آیت استخلاف کے مطابق آنحضرت ﷺ کے سب خلفاء آپؐ کی امت میں سے ہیں اس لئے ماننا پڑے گا کہ آنے والا ابن مریم اسرائیلی نہیں بلکہ امت محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے۔ وھو المراد۔

آنحضرت ﷺ نے جہاں آنے والے موعود کو اس کی صفات اور اس کے کام کے لحاظ سے ابن مریم قرار دیا ہے وہاں ساتھ ہی اسے مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے پیدا ہونے والا قرار دیا ہے۔ فرمایا **کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم** (صحیح مسلم جلد٢ ص٧٢ مطبوعہ مصر) گویا بتادیا کہ آیت استخلاف میں جو وعدۂ الٰہی "منکم" ہے اور جس کے مطابق سب خلیفے مسلمانوں میں سے ہونے چاہئیں اسی کے مطابق آنے والا ابن مریم بھی میرا خلیفہ ہوگا۔ وہ تمہارا امام ہوگا "منکم" وہ تم مسلمانوں میں سے ہوگا کسی اور قوم میں سے نہ آئے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نامِ من بنہادہ اند

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد٢٢ ص٤٠٨)

تیسرا ثبوت

احادیث نبویہؐ صاف صاف بتا رہی ہیں کہ مہدی موعود اور ابن مریم ایک وجود ہے۔ مسیح ہی امام مہدی ہے اور امام مہدی ہی مسیح موعود ہے۔ احادیث میں دونوں کا ایک ہی حلیہ درج ہے، ایک ہی کام، اور نصب العین بیان ہوا ہے۔ خدا ترس انسان احادیث پر مجموعی نظر ڈالنے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آنے والا

مہدی اور مسیح ایک ہی وجود ہے۔ آنحضرت ﷺ نے صاف طور پر آنے والے مسیح موعود کو امام مہدی قرار دیا ہے۔ فرمایا:۔ "**یلقیٰ عیسیٰ بن مریم اماماً مهدیا و حکماً عادلاً**"

(مسند احمد بن حنبل جلد۲ ص ۴۱۱)

کہ جو زندہ رہے گا وہ عیسیٰ بن مریم کو ملے گا جو امام مہدی اور حکم اور عادل ہوگا"

طبرانی میں لکھا ہے:۔

"**ینزل عیسی بن مریم مصدقاً بمحمدٍ علیٰ ملته اماماً مهدیاً**"

کہ آنے والا ابن مریم آنحضرت ﷺ کے مذہب پر اور آپؐ کا مصدق ہوگا وہ امام مہدی ہوگا"

ایک اور حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا:۔

ولا المهدی الا عیسی ابن مریم (ابن ماجہ کتاب الفتن باب شدۃ الزمان)

کہ مہدی نہیں مگر ابن مریم

ان احادیث کی بناء پر امت کا ایک ~~معتد بہ حصہ یہی مانتا~~ رہا ہے۔ کہ ابن مریم اور مہدی ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ حافظ ابن قیم نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

"یکے آنکہ مہدی مسیح ابن مریم است و در حقیقت مہدی اوست"

(حجج الکرامہ ص ۳۸۷)

کہ مہدی کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک یہ ہے کہ مہدی ابن مریم ہی ہے اور در حقیقت وہی مہدی ہے"

الشیخ صابری نے صوفیاء امت کا قول یوں ذکر کیا ہے:۔

"وبعضے برانند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث کہ **لا مهدی الا عیسی ابن مریم**" (اقتباس الانوار ص ۵۲)

کہ بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ روح عیسوی مہدی میں بطور بروز ظہور کرے گی اور لفظ نزول سے یہی بروز مراد ہے۔ ان لوگوں کا یہ نظریہ حدیث لامہدی الا عیسیٰ کے مطابق ہے"

پس جب مسیح اور مہدی ایک ہے اور مہدی کے متعلق بالاتفاق مسلّم ہے کہ وہ امت محمدیہؐ میں سے ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ آنے والا ابن مریم بھی مسلمانوں میں سے ہے اسرائیلی نہیں ہے۔

چوتھا ثبوت

قرآن مجید نے مسلمانوں کو خیر امت قرار دیا ہے۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:۱۱۱) امیین اور اٰخرین کے دو دور بتا کر ہر دور میں آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ کو کام کرنے والا بتاتا ہے (سورۃ الجمعہ ۳،۴) اس لئے امت محمدیہؐ کے بلند مقام اور آنحضرت ﷺ کے فیوض قدسیہ کا تقاضہ ہے کہ آنے والا ابن مریم امت میں سے آئے۔ یہ تو مناسب نہیں کہ یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلنے والے تو امت محمدیہؐ میں سے پیدا ہوں اور اصلاح کرنے والا ابن مریم باہر سے آوے۔ یہ عقل اور ذوق سلیم کے سمجھنے کی بات ہے۔

الغرض جب یہ طے ہو گیا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی وفات پا گئے ہیں وہ آنے والے نہیں ہیں اور آنے والا موعود امت محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے اور وہ آ چکا ہے، عین چودھویں صدی کے سر پر مسیح موسوی کے زمانہ کے مطابق ظہور فرما چکا ہے تو "روایات" کی غلط تعبیریں کر کے ٹھوکر کھانا درست نہیں بلکہ اس موعود پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کرنے میں ہی سعادت سمجھنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مسیح موعود ہونے پر ایمان لانے والوں کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے۔

مبارک وہ جواب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(درثمین اردو)

روایات کے متعلق مودودی صاحب کے ''زریں اقوال''

ہم یہ بے انصافی نہیں کر سکتے کہ اس فصل کو ختم کرنے سے پہلے جناب مودودی صاحب کے ان زریں اقوال کو نقل نہ کر دیں جو آپ نے بڑے غور وفکر کے بعد روایات کے بارے میں لکھے ہیں۔ تحریر کرتے ہیں:۔

(۱) ''آیات قرآنی کے منزل من اللہ ہونے میں تو کسی شک کی گنجائش ہی نہیں۔ بخلاف اس کے روایات میں اس شک کی گنجائش موجود ہے کہ جس قول یا فعل کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ واقعی حضورؐ کا ہے یا نہیں''

(رسائل ومسائل ص ۲۷۰)

(۲) ''میں نے جہاں تک نبی ﷺ کی پیشینگوئیوں پر غور کیا ہے ان کا انداز یہ نہیں ہوتا کہ کسی آنے والی چیز کی علامات وتفصیلات اس طریقے سے کبھی آپؐ نے بیان کی ہوں جس طرح ظہورِ مہدی کی احادیث میں پائی جاتی ہیں''

(رسائل ومسائل جلد ا ص ۱۴۴ اسلامک پبلیکیشنز)

(۳) ''میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نفسِ ظہور مہدی کی خبر کی حد تک تو یہ روایات صحیح ہیں لیکن تفصیلی علامات کا بیشتر بیان غالباً وضعی ہے''

(رسائل ومسائل جلد اول ص ۱۴۴ اسلامک پبلیکیشنز)

(۴) ''حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دینا جس سے عقلی آزمائش وامتحان کا کوئی موقعہ باقی نہ رہے حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے۔ اب یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس سنت کو صرف امام مہدی کے معاملہ ہی میں بدل دے گا اور ان کی بیعت کے وقت آسمان سے منادی کرائے گا کہ لوگو! یہ ہمارا خلیفۂ مہدی ہے اس کی سنو اور اطاعت کرو''

(ترجمان القرآن جون ۱۹۴۶ء بحوالہ رسائل ومسائل جلد اول ص ۱۵۱ اسلامک پبلیکیشنز)

معزز قارئین! اب ہمارے لئے صرف اتنی ہی بات کہنے والی باقی ہے کہ مودودی صاحب اپنے ان زریں اصولوں کے مطابق اپنے تازہ کتابچہ ختم نبوت کی ''اکیس روایات'' پر بھی خدا ترسی سے نظر کریں۔ پھر آخری قول میں جس سنت الٰہیہ کا ذکر آپ نے خود فرمایا اس کو مدنظر رکھ کر بتائیں کہ ابن مریم کو سب لوگوں کے سامنے آسمانوں سے فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتارنا کیا اس سنت کے مطابق ہے۔ مہدی کے لئے تو آسمان سے آواز آنا بھی حکمت خداوندی کے خلاف ہو مگر ابن مریم کا سارے جسم سمیت آسمانوں سے سب کے سامنے اترنا حکمت خداوندی کے مطابق؟۔

ایں چہ بوالعجبی است

فصل نہم

کیا آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی؟

ایک معقول سوال

جناب مودودی صاحب نے ایک نہایت معقول سوال اٹھایا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد نبوت کی کونسی ضرورت باقی ہے؟ اس سوال کے حل ہونے سے ہمارے اور ہمارے مخالفین کے درمیان فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نبوت کی جتنی ضرورتیں متصور ہیں ان میں سے کوئی بھی آنحضرت ﷺ کے بعد باقی نہیں رہی تو بلاشبہ مودودی صاحب کا موقف درست ہوگا۔ لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نبی ﷺ کی بعثت اور آپؐ کی شریعت کاملہ کے بعد بھی غیر تشریعی یا امتی نبوت کی کوئی ضرورت باقی ہے تو پھر مودودی صاحب کا دعویٰ غلط قرار پائے گا۔ اور جماعت احمدیہ کا موقف درست ہوگا۔

اب ہم ذیل میں مودودی صاحب کے بیانات اور اشکالات کو **قولہ** کے ساتھ ذکر کر کے **اقول** کے ساتھ اپنے جوابات عرض کرتے ہیں:۔

(۱) کیا منصب نبوت انعام الٰہی نہیں؟

قولہ۔ ’’نبوت کوئی ایسی صفت نہیں ہے جو ہر اس شخص میں پیدا ہو جایا کرے جس نے عبادت اور عمل صالح میں ترقی کر کے اپنے آپ کو اس کا اہل بنا لیا ہو۔ نہ یہ کوئی ایسا انعام ہے جو کچھ خدمات کے صلے میں عطا کیا جاتا ہو بلکہ یہ ایک منصب ہے جس پر ایک خاص ضرورت کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مقرر کرتا ہے۔ وہ ضرورت جب داعی ہوتی ہے تو ایک نبی اس کے لئے مامور کیا جاتا ہے اور جب ضرورت نہیں ہوتی یا باقی نہیں رہتی تو خواہ مخواہ انبیاء پر انبیاء نہیں بھیجے جاتے‘‘

(ختم نبوت ص ۳۴)

اقول۔ نبوت بلاشبہ ایک منصب ہے اور یہ بھی درست ہے کہ جب ضرورت داعی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ خود نبی مبعوث فرماتا ہے۔ لیکن مودودی صاحب کا یہ بیان درست نہیں کہ منصب نبوت کا ملنا انعام الٰہی نہیں۔ یہ بیان نص قرآنی **وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکاً وَّاٰتَاکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَداً مِّنَ الْعَالَمِیْنَ** (المائدہ ۲۱) کے صریح خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نبوت اور بادشاہت کو قومی انعام قرار دیا ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ضرورت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود کیا کرتا ہے۔ نبوت پر ایمان سے گریزاں انسان تو ہمیشہ چلاتے رہتے ہیں (۱) **لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مِنْ بَعْدِہٖ رَسُوْلاً** (المومن:۳۵) (۲) **لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ اَحَداً** (الجن:۸) کہ اب اس نبی کے بعد کوئی رسول نہ آئے گا۔ اب خدا کسی کو مبعوث نہ کرے گا‘‘ مگر اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں ضرورت کے مطابق نبی مبعوث فرماتا رہا ہے۔

نبوت کی چار ضرورتیں

قولہ۔ ’’صرف چار حالتیں ایسی ہیں جن میں انبیاء مبعوث ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ کسی خاص قوم میں نبی بھیجنے کی ضرورت اس لئے ہو کہ اس میں پہلے کوئی نبی نہ آیا تھا۔۔۔ دوم۔۔۔۔ پہلے گزرے ہوئے نبی کی تعلیم بھلا دی گئی ہو یا اس میں تحریف ہو گئی ہو۔ سوم یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعہ مکمل تعلیم و ہدایت لوگوں کو نہ ملی ہو۔۔۔۔ چہارم یہ کہ ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لئے ایک اور نبی کی ضروت ہو‘‘ (ختم نبوت ص ۳۴۔۳۵)

اقول۔ اگرچہ مودودی صاحب نے اپنے بیان کی تائید میں قرآن مجید کی کوئی آیت پیش نہیں کی تاہم ان ضرورتوں کے بارے میں اختلاف کرنے کی کوئی حاجت نہیں البتہ ساری ضرورتیں یہی نہیں اس لئے اس موقعہ پر کلمۂ حصر ’’صرف‘‘ کا استعمال درست نہیں۔ نیز چوتھی قسم میں ’’نبی کے ساتھ‘‘ کے علاوہ ’’نبی کے بعد‘‘ کا لفظ بھی ہونا ضروری ہے۔ ’’نبی کی مدد‘‘ سے مراد اس کے مشن اور اس کی لائی ہوئی شریعت کا نفاذ کرانا ہے، یا سابق نبی کی امت کی اصلاح ہے۔ اس مدد کے لئے بعد میں بھی نبی آتے رہے ہیں۔

تین ضرورتوں کے ختم ہونے پر اتفاق

قولہ۔ ’’حضورؐ کو تمام دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا۔۔۔۔حضورؐ کی لائی ہوئی تعلیم بالکل اپنی صحیح صورت میں محفوظ ہے۔ اس میں مسخ وتحریف کا کوئی عمل نہیں ہوا۔۔۔۔حضورؐ کے ذریعہ سے دین کی تکمیل کر دی گئی ہے لہٰذا تکمیل دین کے لئے بھی اب کوئی نبی درکار نہیں رہا‘‘

اقول۔ یہ تینوں باتیں مسلّم ہیں۔ بلاشبہ آنحضرت ﷺ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ قرآن مجید کامل شریعت اور محفوظ کتاب ہے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ علماء نے قرآن پاک کی تفاسیر میں بہت سی غلط باتیں داخل کر دی ہیں جن کے ازالہ کی اشد ضرورت ہے۔ ہاں صاحبِ شریعت نبی یا مستقل نبی کے آنے کی اب ضرورت باقی نہیں ہے۔

مدد کے لئے نبی کی ضرورت

قولہ۔ ’’اب رہ جاتی ہے چوتھی ضرورت۔ تو اگر اس کے لئے کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضورؐ کے زمانے میں آپؐ کے ساتھ مقرر کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ وجہ بھی ساقط ہوگئی‘‘ (ص ۳۶)

اقول۔ یہ واضح بات ہے کہ نبی کے مشن کے چلانے اور اس کی شریعت پر لوگوں کو عمل پیرا کرنے کے لئے اصل ضرورت نبی کے بعد پیدا ہوتی ہے اس لئے آئندہ ظاہر ہونے والے نبی کو آنحضرت ﷺ کے ’’ساتھ‘‘ کس طرح مقرر کیا جا سکتا تھا؟ البتہ آنے والے کے لئے قرآنی آیات میں ذکر ہو چکا ہے۔ لسانِ نبوی ﷺ پر عمومی ذکر بھی آیا ہے۔ مثلاً فرمایا:۔’’ابوبکر افضل ھذہ الامۃ الا ان یکون نبیّ‘‘ (دیلمی بحوالہ کنوز الحقائق مرتبہ امام مناوی طبع مصر ص ۷) اور ’’ابوبکر خیر الناس الا ان یکون نبیّ‘‘ (طبرانی کبیر و کامل بن عدی بحوالہ جامع الصغیر مرتبہ امام سیوطی طبع مصر ص ۵) کہ حضرت ابوبکرؓ اس امت کے افضل اور بہترین انسان ہیں سوائے اس کے کہ بعد میں کوئی نبی پیدا ہو جائے‘‘ اور خصوصی ذکر یوں ہوا۔ کہ مسیح موعود کے لئے چار مرتبہ ’’نبی اللہ‘‘ صحیح مسلم میں وارد ہوا ہے۔

کیا محض اصلاح کے لئے نبی نہیں آسکتے؟

قولہ۔ ’’اب ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ وہ پانچویں وجہ کون سی ہے جس کے لئے آپ کے بعد ایک نبی کی ضرورت ہو؟ اگر کوئی کہے کہ قوم بگڑ گئی ہے اس لئے اصلاح کی خاطر ایک نبی کی ضرورت ہے تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ محض اصلاح کے لئے نبی دنیا میں کب آیا ہے کہ آج صرف اس کام کے لئے وہ آئے؟‘‘

(ختم نبوت ص ۳۶)

اقول۔ آپ کو قوم کا بگاڑ اور اس کی اصلاح کی ~~ضرورت تو مسلم ہے مگر آپ کا سوال یہ ہے کہ محض اصلاح کے لئے~~ نبی دنیا میں کب آیا ہے؟‘‘ گویا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ پہلے کبھی نبی محض اصلاح کے لئے بھی آیا ہے، نیا پیغام دینا اس کا مقصد نہ تھا، پچھلے پیغام کی تکمیل بھی اس کا نصب العین نہ تھا اور نہ ہی وہ پہلی شریعت کو تحریفات سے پاک کرنے آیا تھا بلکہ وہ صرف اصلاح کے لئے آیا تھا اور سابقہ شریعت کا نفاذ اس کا نصب العین تھا۔ اگر ایسا ثابت ہو جائے تو آپ کے نزدیک جائز ہوگا کہ اب بھی محض اصلاح کے لئے نبی آجائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّـا اَنْـزَلْنَا التَّوْرَاةَفِيْهَا هُدىً وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهاَ النَّبِيُّوْنَ الَّذِينَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِينْ هَادُوْا (المائدہ:۴۴) کہ ہم نے تورات کو نازل کیا اس میں ہدایت اور نور موجود تھا۔ تورات کے تابع انبیاء یہود کے لئے تورات کے مطابق فیصلہ کرتے تھے‘ بخاری شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ’’بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی مر جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا‘‘

(کتابچہ ختم نبوت ص ۱۲)

حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی تحریر فرماتے ہیں:۔

’’حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ تک جتنے نبی ہوئے سب تورات پر ہی عمل کرتے رہے‘‘ (ہدیۃ الشیعہ ص ۳۷ نعمانی کتب خانہ لاہور)

بنی اسرائیل کے یہ پے در پے نبی ایک ہی قوم میں آتے رہے۔ وہ کوئی نئی شریعت نہ لائے اور نہ ہی تحریفات دور کرنے کے لئے آئے کیونکہ تورات میں

اس وقت ہدایت ونور موجود تھا اور وہ اسی کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ حضرت مسیحؑ جن کے بارے میں اختلاف ہے ان کا بھی انجیل میں یہی قول ہے کہ:۔

”فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں“ (متی ۲۳\۲)

پس معلوم ہوا کہ یہ انبیاء محض اصلاح کے لئے آئے تھے اور ان کا نصب العین موسوی شریعت کا نفاذ تھا۔

ہماری تائید میں ایک تازہ حوالہ

اس سلسلہ میں ”جماعت اہلحدیث کے ترجمان“ ہفت روزہ الاعتصام لاہور کا ایک تازہ ترین حوالہ بھی قابل توجہ ہے۔ احادیث کے قلمبند نہ کئے جانے کے سلسلہ میں مولانا محمد حنیف ندوی لکھتے ہیں:۔

”ان ہزاروں انبیاء کے بارہ میں کیا کہا جائے گا جنہیں سرے سے کسی کتاب سے بہرہ مندہی نہیں کیا گیا بلکہ جن کی نبوت کا دارومدار صرف ان کے اونچے کردار اور مصلحانہ عمل ہی پر استوار ہے اور جو صرف منذرین اور مبشرین[1] کے زمرہ میں شمار ہونے کے لائق ہیں کیا ان کو نبی تسلیم نہیں کیا جائے گا؟“ (الاعتصام ۳۰ مارچ ۱۹۶۲ء)

اب تو مودودی صاحب کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ بہت سے بلکہ ہزاروں انبیاء محض قوم کی اصلاح کے لئے آئے تھے اور ان کی ”نبوت کا دارومدار صرف ان کے اونچے کردار اور مصلحانہ عمل ہی پر استوار“ تھا

قوم کا بگاڑ آپ کو مسلّم ہے اور بہت سے انبیاء کا محض اصلاح کے لئے مبعوث ہونا ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اب فرمائیے کہ آپ ضرورت نبوت سے کیونکر انکار کرسکیں گے؟

نبوت مسلمانوں کے دل کی آواز ہے

امت میں یہ عقیدہ مسلسل چلا آیا ہے کہ آخری زمانہ میں آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ کے طور پر امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ آنے والے موعود کو مفسرین نے آیت وَهُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ کا مصداق قرار دیا ہے۔ مسیح موعود کی آمد کا عقیدہ بھی امت میں جاری وساری رہا ہے۔ مودودی صاحب ایسے چند شاذ افراد کو مستثنیٰ کر کے مسلمانوں کا عمومی عقیدہ یہی چلا آیا ہے کہ آنے والا مسیح نبی ہے۔ خود نبی پاک ﷺ نے امت کے موعود کو چار مرتبہ نبی اللہ قرار دیا ہے۔ بیشک اب تکمیل دین کے لئے نبی کی ضرورت نہیں مگر تکمیل اشاعت دین کا کام بھی نبی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ مودودی صاحب نے ”اقامت دین کی تحریک“ جاری کر کے جو تجربہ کیا اور جسے مسلمانوں کے دل کی آواز کہنا چاہئے، اسے خود مولوی صاحب کے الفاظ میں پڑھئے۔ لکھتے ہیں:۔

”اکثر اوقات اقامت دین کی تحریک کے لئے کسی ایسے مرد کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو ان میں سے ایک ایک شخص کے تصور کمال کا مجسمہ ہو اور جس کے سارے پہلو قوی ہی قوی ہوں۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں۔ اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجرائے نبوت کا نام بھی لے دے تو اس کی زبان گدی سے کھینچنے کے لئے تیار ہوجائیں گے مگر اندر سے ان کے دل ایک نبی مانگتے ہیں اور نبی سے کم کسی پر راضی نہیں“ (ترجمان القرآن دسمبر وجنوری ۴۲-۴۳ء ص ۴۰۶)

گویا ضرورت نبوت کو سب مانتے ہیں۔ منہ سے ہزار انکار کریں مگر دل ہمارے ساتھ ہیں۔ مودودی صاحب تو انبیاء کی بعثت سے بیزار نظر آتے ہیں تا کہ انہیں ان پر ایمان نہ لانا پڑے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کتنے پیارے الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

”کاش کہ خداوند کے سارے بندے نبی ہوتے“ (گنتی ۱۱\۲۹)

---

[1] :۔ اس سے حدیث لم یبق من النبوة الا المبشرات کی مزید وضاحت ہوجاتی ہے۔ (ابوالعطاء)

فصل دہم

جناب مودودی صاحب کے ’’امور متفرقہ‘‘ پر ایک نظر

(۱) کفر و ایمان کی کشمکش

قولہ۔ ’’یہ تفریق (نبی کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کی) اس حالت میں تو ناگزیر ہے جبکہ نبی کے بھیجے جانے کی فی الواقع ضرورت ہو مگر جب اس کے آنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے تو خدا کی حکمت اور اس کی رحمت سے یہ بات قطعی بعید ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کرے اور انہیں کبھی ایک امت نہ بننے دے‘‘ (کتابچہ ختم نبوت ص ۳۸)

اقول۔ نبی کے بھیجے جانے کی ضرورت پر گذشتہ فصل میں بحث ہو چکی ہے۔ بقول مودودی صاحب ایک لاکھ چوبیس ہزار مرتبہ تو کفر و ایمان کی کشمکش پیدا کرنا روا ہے مگر اب مودودی صاحب کے زمانہ میں یہ کشمکش کیوں پیدا کی جائے؟ جناب! جب ضرورت حقہ ثابت ہے تو یہ ’’کشمکش‘‘ بھی بقول آنجناب ناگزیر ہے۔ آخر بنی اسرائیل کا کیا قصور تھا کہ ان میں نبی کے بعد نبی آتے رہے اور بقول مودودی صاحب انہیں خواہ مخواہ کفر و ایمان کی کش مکش میں مبتلا کیا گیا اور انہیں کبھی ایک امت نہ بننے دیا گیا؟ آج جن لوگوں کو نبی کے آنے پر ’’کشمکش‘‘ سے بچانے کے لئے مودودی صاحب کوشاں ہیں ان کے متعلق لکھتے ہیں:۔

’’یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے اس لئے یہ مسلمان ہیں‘‘

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص ۱۳۰ مکتبۂ جماعت اسلامی دارالاسلام جمال پور پٹھانکوٹ)

فرمائیے کیا ان حالات میں دشمنان اسلام کے حملوں کے دفاع کرنے اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ نام کے مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانے کے لئے امتی نبی کی ضرورت نہیں؟

(۲) ’’مشترک معاشرہ‘‘ اور نبوت غیر تشریعی

قولہ۔ ’’ایک گروہ اپنے تسلیم کردہ نبی کی پیش کی ہوئی وحی اور اس کی سنت سے قانون لے گا اور دوسرا گروہ اس کے ماخذ قانون ہونے کا سرے سے منکر ہوگا۔ اس بناء پر ان کا ایک مشترک معاشرہ بن جانا کسی طرح بھی ممکن نہ ہوگا‘‘ (ختم نبوت ص ۳۷)

اقول۔ قوموں کے جذبات کو ابھارنے کا یہ پرانا طریقہ ہے جو انبیاء کے ہوشیار مخالف ہمیشہ اختیار کرتے آئے ہیں مگر غیر تشریعی اور امتی نبوت کے تعلق میں یہ حربہ بالکل غیر مؤثر ہے۔ کیونکہ امتی نبی کی وحی ماخذِ قانون یا تشریعی وحی نہیں ہوتی۔ اس لئے غیر تشریعی نبی کے آنے سے مشترک معاشرہ کے عقلاً ناممکن ہو جانے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ دیکھئے حضرت مسیح ناصریؑ نے اپنے حواریوں سے صاف فرما دیا تھا کہ:۔

’’فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں‘‘ (متی ۲۳\۲)

گویا فرمایا کہ جہاں تک ماخذِ قانون کا تعلق ہے ہمارا اور یہودی علماء کا اختلاف نہیں۔ ہم ایک ہی ’’برادری‘‘ کے افراد ہیں مگر عمل اور بے عملی کا ضرور اختلاف ہے۔

یہ تو انبیاء کرام کا موقف ہوتا ہے، وہ از خود قوم سے الگ نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر روٹھ کر اگر بیماروں سے دور جا بیٹھے تو وہ علاج کس طرح کر سکتا ہے؟ مگر واقعہ یہ ہوتا ہے کہ نبی (خواہ وہ غیر تشریعی ہی کیوں نہ ہو) کے آنے پر اس وقت کے علماء آیتِ قرآنی **فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ** (المومن:۸۴) کے مطابق سخت

متکبرانہ انداز اختیار کر کے نبی اور اس کے غریب ساتھیوں کو دھتکار دیتے ہیں، ان پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں، انہیں سنگسار کرتے اور جلا وطن کرتے ہیں گویا وہ خود ’’مشترک معاشرہ‘‘ کو ناممکن بنا دیتے ہیں۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نبی اور اس کے ماننے والوں کو کچھ استحکام عطا کرتا ہے تو یہی علماء بھیڑوں کے لباس میں آ کر شور مچاتے ہیں کہ اس نبی نے آ کر تو ہمارے معاشرے میں فساد پیدا کر دیا ہے حالانکہ فساد پیدا کرنے والے وہ علماء خود ہوتے ہیں۔ راستبازوں کے خلاف سدا ہی ایسا ہوتا رہا ہے۔

مودودی صاحب نے جماعت احمدیہ کے خلاف ’’معاشرہ‘‘ کے سوال کو بے حد ابھارنے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ سوال محض بے بنیاد ہے۔ امتی نبی کوئی نیا قانون نہیں لاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قانون اور آپؑ کی شریعت قرآن مجید ہے۔ جب ماخذِ قانون ایک ہے تو مشترک معاشرہ کیونکر ناممکن ہے۔ باقی جہاں بدنیتی ہوتی ہے جیسا کہ آج کل کے فتویٰ باز علماء کا شیوہ ہے تو وہاں تو کسی طرح بھی مشترک معاشرہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ مودودی صاحب خود لکھتے ہیں:۔

’’عام طور پر مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے درمیان بحثوں اور مناظروں اور نزاعوں نے یہ کیفیت پیدا کر دی ہے ہر گروہ دوسرے کو گمراہ ٹھہرانے اور اس سے دور بھاگنے کے لئے دلیلیں ڈھونڈتا ہے اور بات بات پر فرقے بنتے ہیں۔ مسجدیں الگ ہوتی ہیں اور شادی بیاہ کے تعلقات منقطع ہوتے ہیں‘‘

(رسائل و مسائل ص ۱۵۸، ۱۵۹ جلد اول اسلامک پبلیکیشنز)

ہاں ایک اور قیمتی بات ’’مشترک معاشرہ‘‘ کے سلسلہ میں مودودی صاحب خود فرما چکے ہیں کہ:۔

’’فاجرین اور صالحین کے ساتھ بیک وقت تعلق نہیں رکھا جا سکتا‘‘

(رسائل و مسائل ص ۲۰۵)

(۳) اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ریکارڈ پیش کر دینے کی بات

قولہ۔ ’’اگر بالفرض محال نبوت کا دروازہ واقعی کھلا بھی ہو اور کوئی نبی آ بھی جائے تو ہم بے خوف و خطر اس کا انکار کر دیں گے خطرہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی باز پرس ہی کا تو ہو سکتا ہے۔ وہ قیامت کے روز ہم سے پوچھے گا تو ہم یہ سارا ریکارڈ خود برسرِ عدالت لا کر رکھ دیں گے‘‘ (ص ۳۳)

اقول۔ کیا یہی ’’جرأت مندانہ اقدام‘‘ یہودی نہیں اٹھا سکتے؟ ان کے علماء بھی کہتے پھرتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن ہم سے باز پرس ہوئی تو ہم خدا کی کتاب (۲ سلاطین ۲\۱۱ اور ملاکی ۴\۵) برسرِ عدالت لا کر رکھ دیں گے اور کہیں گے کہ خدایا! تو نے خود فرما دیا تھا کہ سچے مسیح کے آنے سے پہلے ایلیاء دوبارہ آئے گا اور وہ آسمان پر ہے۔ پس ایلیاء کے آسمان سے اترنے کے بغیر ہم مسیح بن مریم کو کس طرح سچا مان لیتے؟ اگر ہم گمراہ ہوئے ہیں تو ذمہ داری آپ پر ہے۔

جناب مودودی صاحب! قیامت کا دن بڑا ہولناک ہے۔ وہاں ان چالاکیوں سے کام نہیں چل سکتا۔ خدا کی پاک کتاب قرآن مجید کی نصوص کے مقابلہ میں روایات و احادیث کو خیالی معنے دے کر پکڑے رکھنا اور انہیں قرآن کے تابع نہ کرنا کسی طرح تقویٰ شعاری پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ آپ بھول رہے ہیں خدارا تواضع اور فروتنی سے کام لے کر دعائیں کریں تا اللہ تعالیٰ حق کا راستہ کھول دے۔ اللھم اٰمین۔

خاتمہ

مسئلہ فلسطین کے بارے میں مودودی صاحب کی پالیسی

دجالی فتنہ کے استیصال اور غلبۂ اسلام کی ایمان پرور بشارت

مسئلہ فلسطین کے بارے میں مودودی صاحب کی پالیسی

ایک لمبے عرصہ سے مغربی طاقتیں یہودی سلطنت (اسرائیل) کے لئے منصوبے بنا رہی تھیں اور یہود بھی رات دن اس تگ و دو میں لگے ہوئے تھے کہ ہمیں فلسطین اور اس کے ماحول میں ایک وسیع اسرائیلی سلطنت قائم کرنے کا موقع مل جائے۔ انہوں نے اس مجوّزہ سلطنت کا وہ نقشہ بھی شائع کر دیا تھا جسے اب

گذشتہ ماہ مودودی صاحب نے ایک خاص مقصد کے لئے اپنے کتابچہ ’’ختم نبوت‘‘ کے ص۶۰ پر شائع کیا ہے۔

یہود کے ان عزائم اور برطانیہ اور امریکہ کی یہودی سلطنت کے قیام کے لئے ان سازشوں سے عالم اسلام عرصۂ دراز سے مضطرب و بے چین تھا۔ اس کے خلاف تمام مسلمانوں نے احتجاج کیا مگر جناب مودودی صاحب اور ان کی ’’اسلامی جماعت‘‘ اس بارے میں بالکل خاموش رہی۔ آخر ۱۹۴۶ء میں مودودی صاحب نے ’’قضیۂ فلسطین میں جماعت کا رویہ‘‘ کے عنوان سے لکھا کہ:۔

’’بعض اصحاب پوچھتے ہیں کہ فلسطین کی سیاست میں امریکہ اور برطانیہ کی خودغرضی اور اسلام دشمنی کے نتائج آشکارا ہیں جماعت اسلامی نے اس معاملہ میں کبھی اپنی پالیسی کا اظہار کیوں نہیں کیا‘‘؟

اس سوال کے جواب میں مودودی صاحب نے فرمایا کہ:

’’ہم وقتی مسائل کو اتنی اہمیت نہیں دیتے کہ اپنے اصل کام کو چھوڑ کر ان کے پیچھے پڑ جائیں‘‘

پھر دنیا بھر کے مسلمانوں کی اس معاملہ کے سلسلہ میں تائید کرنے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

’’ہمارے نزدیک اصل مسئلہ فلسطین یا ہندوستان یا ایران یا ٹرکی کا نہیں بلکہ اصل مسئلہ کفر و اسلام کی کش مکش کا ہے اور ہم اپنا سارا وقت، ساری قوت اور ساری توجہ اسی مسئلے پر صرف کرنا ضروری سمجھتے ہیں جب تک یہ مسئلہ حل نہ ہوگا دوسرے مسائل کے حل ہو جانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا‘‘ (ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۴۶ء۔ جلد ۲۹ عدد ۳،۴ ص ۲۵۲)

مودودی صاحب آج تک اپنی اسی پالیسی پر عمل پیرا رہے ہیں کہ فلسطین کا مسئلہ کوئی اصل مسئلہ نہیں۔ محض اس کے حل ہو جانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا، حالانکہ اسرائیل کے بننے پر بھی پندرہ برس گزر چکے تھے۔ مگر اب رسالہ ’’ختم نبوت‘‘ لکھتے وقت (مارچ ۱۹۶۲ء میں) یکا یک ان کی توجہ اسرائیل کی طرف ہوگئی ہے اور ان پر عجیب و غریب انکشافات ہوئے ہیں۔ پہلے جو اصل کام نہ تھا وہ اب اصل کام نظر آنے لگ گیا ہے۔ اور پہلے جس کے حل ہو جانے سے کوئی فائدہ متصور نہ تھا اب اسی میں سارا فائدہ دکھائی دے رہا ہے بلکہ بقول مودودی صاحب اب دو ہزار سال سے آسمانوں پر بیٹھنے والے مسیح اسرائیلی کا اصل مقصد یہی ہے کہ وہ اتر کر یہود سے سلطنت چھین کر مسلمانوں کے حوالے کر جائیں۔

اپنے مسیح موعود کے متعلق یہود کے سہانے خواب

مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ یہود کی تباہ حالی کے وقت انبیاء بنی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی طرف سے ایک مسیح آنے والا ہے جو ان کو اس ذلت سے نجات دلائے گا۔ ان پیشگوئیوں کی بناء پر یہودی ایک ایسے مسیح کی آمد کے متوقع تھے جو بادشاہ ہو۔ لڑ کر ملک فتح کرے۔ لیکن جب حضرت مسیح ابن مریم ان کی توقعات کے خلاف آئے تو یہود نے انکار کر دیا۔ اس ذکر کے بعد مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

’’اس وقت سے آج تک دنیا بھر کے یہودی اس مسیح موعود (Promised Messiah) کے منتظر ہیں۔ ان کا لٹریچر اس آنے والے دور کے سہانے خوابوں سے بھرا پڑا ہے۔ تلمود اور ربیّوں کے ادبیات میں اس کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس کی خیالی لذت کے سہارے صدیوں سے یہودی جی رہے ہیں اور یہ امید لئے بیٹھے ہیں کہ یہ مسیح موعود ایک زبردست جنگی و سیاسی لیڈر ہوگا جو دریائے نیل سے دریائے فرات تک کا علاقہ جسے یہودی اپنی میراث کا ملک سمجھتے ہیں انہیں واپس دلائے گا اور دنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کو لا کر اس ملک میں پھر سے جمع کر دیگا‘‘ (ختم نبوت ص ۵۸)

یہودی سلطنت خطرۂ عظیم بن گئی ہے

ان سہانے خوابوں کو حقیقت بنانے کئے لئے یہودی کیا کچھ کر چکے ہیں؟ مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

’’فلسطین کے بڑے حصے سے مسلمان بیدخل کئے جا چکے ہیں اور وہاں اسرائیل کے نام سے ایک یہودی ریاست قائم کر دی گئی ہے۔ اس ریاست میں دنیا بھر کے یہودی کھینچ کھینچ کر چلے آرہے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے اس کو ایک زبردست جنگی طاقت بنا دیا ہے۔ یہودی سرمائے کی بے پایاں امداد سے یہودی سائنسدان اور ماہرین فنون اس کو روز افزوں ترقی دیتے چلے جاتے ہیں اور اس کی یہ طاقت گرد و پیش کی مسلمان قوموں کے لئے ایک خطرۂ عظیم بن گئی ہے‘‘

(ختم نبوت ص ۵۹)

گویا فلسطین کے جس مسئلہ کو کل تک مودودی صاحب ایسا ''دور نظر ماہر الٰہیات'' اہمیت دینے کے لئے تیار نہ تھا وہ آج عالم اسلام کے لئے خطرۂ عظیم بن چکا ہے اور آج اس پر مودودی صاحب آنسو بہا رہے ہیں۔

مودودی صاحب کی مرعوبیت اور سراسر وہمی اندازے

اب مودودی صاحب کے سیاسی ذہن کو اس خطرۂ عظیم کے بارے میں کیا محسوس ہو رہا ہے لکھتے ہیں:۔

(۱) ''حالات کو دیکھتے ہوئے صاف محسوس ہوتا ہے کہ آئندہ کسی عالمگیر جنگ کی ہڑ بونگ سے فائدہ اٹھا کر وہ (یہودی) ان علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے اور ٹھیک اسی موقع پر وہ دجال اکبر ان کا مسیح موعود بن کر اٹھے گا'' (ص ۵۹)

(۲) ''آخری بات جو ان احادیث سے اور بکثرت دوسری احادیث سے بھی معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دجال جس کے فتنۂ عظیم کا استیصال کرنے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجا جائے گا یہودیوں میں سے ہوگا اور اپنے آپ کو مسیح کی حیثیت سے پیش کرے گا'' (ختم نبوت ص ۵۷)

(۳) ''اس مسیح دجال کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کسی مثیل مسیح کو نہیں بلکہ اس اصلی مسیح کو نازل فرمائے گا جسے دو ہزار برس پہلے یہودیوں نے ماننے سے انکار کر دیا تھا اور جسے وہ اپنی دانست میں صلیب پر چڑھا کر ٹھکانے لگا چکے تھے۔ اس حقیقی مسیح کے نزول کی جگہ ہندوستان یا افریقہ یا امریکہ میں نہیں بلکہ دمشق میں ہوگی کیونکہ یہی مقام اس وقت عین محاذِ جنگ پر ہوگا'' (ص ۶۱)

(۴) ''حضرت عیسیٰ ابن مریم صبحدم نازل ہوں گے اور نماز فجر کے بعد مسلمانوں کو اس (دجال) کے مقابلہ پر لے کر نکلیں گے۔ ان کے حملے سے دجال پسپا ہو کر افیق کی گھاٹی سے اسرائیل کی طرف پلٹے گا اور وہ اس کا تعاقب کریں گے۔ آخر کار لد کے ہوائی اڈے پر پہنچ کر وہ ان کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ اس کے بعد یہودی چن چن کر قتل کئے جائیں گے اور ملت یہود کا خاتمہ ہو جائے گا۔ عیسائیت بھی حضرت عیسیٰ کی طرف سے اظہار حقیقت ہو جانے کے بعد ختم ہو جائے گی'' (ختم نبوت ص ۶۱)

مودودی صاحب کا تصور حکمت خداوندی کے خلاف ہے

قارئین کرام! یہودی سلطنت کا خطرۂ عظیم ہونا بلا شبہ حقیقت ہے مگر اس خطرہ کے مقابلہ اور ملت یہود و نصاریٰ کے خاتمہ کی جو آسان صورت جناب مودودی صاحب نے تجویز فرمائی ہے وہ یہود کے مندرجہ بالا ''سہانے خوابوں'' کی ہی ایک شکل ہے ''اسرائیل'' کی ظالمانہ سکیم کو ناکام بنانے کے لئے مسلمانوں کو زندہ عمل اور مؤثر ایمان کی ضرورت ہے۔ ایسا ضرور ہوگا۔ مگر اس کے لئے قربانی اور ایثار لازمی ہے محض خیالی پلاؤ سے ایسے کام نہیں ہوا کرتے۔

ان عبارتوں میں مودودی صاحب نے دجال اکبر کے بارے میں جو تصور دیا ہے اس پر مودودی صاحب کا اپنا مندرجہ ذیل اعتراض وارد ہوتا ہے کہ:۔

''حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دینا جس سے عقلی آزمائش و امتحان کا کوئی موقع باقی نہ رہے۔ حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے''

(رسائل و مسائل جلد اول ص ۱۵۱ اسلامک پبلیکیشنز)

اگر وہ صورت پیدا ہو جائے جس کا مودودی صاحب نے ذکر کیا ہے تو عقلی آزمائش اور امتحان کا کونسا موقع ہے؟

دجال یہود میں سے نہیں ہوگا

پھر یہ صورتِ حال قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔ یہود میں سے دجال اکبر کا ہونا احادیث سے ہرگز ثابت نہیں۔ مودودی صاحب خود یہودی بچے کے دجال ہونے کی تردید کر چکے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

''ابن صیاد پر آپ کو شبہ ہوا تھا کہ شاید وہی دجال ہو۔ اور حضرت عمرؓ نے تو قسم بھی کھالی تھی کہ یہی دجال ہے مگر بعد میں وہ مسلمان ہوا۔ حرمین میں رہا۔ حالتِ اسلام میں مرا اور اس کی نماز جنازہ مسلمانون نے پڑھی۔ اب اس کی کیا گنجائش باقی رہ گئی کہ آج تک ابن صیاد پر دجال ہونے کا شبہ کیا جاتا رہا''

(رسائل و مسائل ص ۳۹ جلد اول اسلامک پبلیکیشنز)

اگر بایں ہمہ مودودی صاحب یہود میں سے ابن صیاد کے کسی مثیل کو دجال اکبر قرار دینے پر مصر ہوں تو انہیں ابن مریم کے کسی مثیل کو مسیح موعود بھی ماننا پڑے گا۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا ہے **من حفظ عشر اٰیات من اوّل سورۃ الکھف عصم من فتنۃ الدجال** (صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب فضل سورۃ الکھف) کہ جو شخص سورہ کہف کی شروع کی دس آیات بغور یاد کر لیگا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ دوسری روایت میں سورہ کہف کی آخری دس آیات کا بھی ذکر ہے۔ سورہ کہف کے شروع میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور اس کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں عیب اور کجی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آخری آیات میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو ساری زندگی دنیا کے لئے خرچ کر رہے ہیں اور انہیں اپنی عجیب عادات پر ناز ہے۔ یہ ساری باتیں عیسائی پادریوں اور ان کے سائنسدانوں پر منطبق ہیں۔ نیز سورہ مریم آیت ۹۱۔۹۲ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا **تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا** کہ عیسائیوں کے خدائے رحمان کا بیٹا ٹھہرانے سے آسمان پھٹ جانے، زمین شق ہو جانے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جانے کے قریب ہیں۔ گویا یہ سب فتنوں سے بڑا فتنہ ہے اور مسیح موعود کے کاموں میں **یکسر الصلیب** کا امتیازی ذکر بھی بتا رہا ہے کہ اس زمانہ میں زمین پر صلیبی مذہب کثرت سے پھیل چکا ہوگا۔

الغرض آیات و احادیث کی روشنی میں دجال یہود میں سے نہیں بلکہ نصاریٰ میں سے ہے اور دجال فرد واحد نہیں بلکہ ابنیت اور تثلیث کا پروپیگنڈا کرنے والا گروہ دجال ہے۔ پیشگوئیوں میں استعارات ہوتے ہیں آئندہ کے واقعات میں رؤیا میں کبھی ایک چیز یا ایک فرد دکھایا جاتا ہے مگر مراد کثرت یا گروہ ہوتا ہے۔ فرعونِ مصر کے خواب میں سات سات گائیں اور سات سات بالیں دکھائی گئیں مگر مراد سات سات سال کی سب گائیں اور سب بالیں تھیں۔

دجال کا خروج مشرق سے مقدر تھا

دجال کے خروج کے لئے ممالک مشرقیہ مقدر تھے۔ آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا تھا:۔

”میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا“

(رسائل و مسائل جلد اول ص ۱۳۸ اسلامک پبلیکیشنز)

فلسطین تو مدینہ سے شمال میں ہے وہاں کے کسی یہودی کو دجال قرار دینے میں کوئی تک نہیں ہے۔ پس دجال عیسائیت کے فتنہ کے علمبردار لوگ یعنی پادری ہیں جنہوں نے ممالک شرقیہ کو اپنا شکار سمجھ کر وہاں سے ہی خروج کیا تھا۔ جب یہ طے ہو گیا کہ دجال یہود میں سے نہیں بلکہ نصاریٰ میں سے ہے تو مودودی صاحب کی ساری سکیم غلط قرار پا گئی۔ یوں بھی یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو مسیح کے سانس سے حدِ بصر تک انسان مر رہے ہوں مگر دوسری طرف مسیح کے تعاقب کے باوجود ایک یہودی بچہ دمشق سے دوڑتا ہوا مودودی صاحب کے نقشہ کے مطابق قریباً دو سو میل کے فاصلہ تک یعنی لد کے ”ہوائی اڈے“ تک مسیح کے قابو میں نہ آئے۔ یہ بڑی متضاد سی بات ہے حالانکہ وہ یہودی بچہ پانی میں نمک کے پگھلنے کی طرح پگھل بھی رہا ہے۔ **یا للعجب!**

حقیقت یہی ہے کہ قرآن و حدیث نے آخری زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ عیسائیت کا فتنہ قرار دیا ہے۔ یاجوج و ماجوج بھی انہی مغربی قوموں کا حصہ ہیں، مذہبی نقطۂ نگاہ سے وہ دجال ہیں اور آگ اور بھاپ سے کام لے کر دنیا پر غالب آ جانے کے لحاظ سے وہ یاجوج ماجوج ہیں۔ یہ قومیں آخری زمانہ میں اسلام پر خاص یورش کرنے والی تھیں۔ یہی وہ فتنہ تھا جس سے ہر نبی ڈراتا آیا ہے اور اسی سے نبی ﷺ پناہ مانگتے تھے اور امت کو پناہ مانگنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اس فتنہ کا علاج صرف قرآنی دلائل اور آسمانی نشانات میں ہے۔ اسی لئے صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اس مقابلہ کے وقت اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو وحی فرمائے گا کہ اپنی جماعت کو طور کی پناہ میں لے جاؤ یعنی آسمانی تجلیات کے ذریعہ یقین محکم پیدا کر کے دشمن کا مقابلہ کرو۔ دوسری حدیث میں آیا ہے:۔

”**والقوۃ علیه یومئذٍ بالقرآن فان شانه بلاء شدید** .

کہ اس دجال کے مقابلہ کے لئے طاقت قرآن مجید سے حاصل ہوگی کیونکہ دجال کا فتنہ بہت سخت فتنہ ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۴ حدیث ۳۹۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان)

تین صدیوں کے اندر اندر غلبہ اسلام کی خوشخبری

مودودی صاحب کے کتابچہ کی آخری سطر یہ ہے کہ ’’مسیح موعود کے نام سے جو کاروبار ہمارے ملک میں پھیلایا گیا ہے وہ ایک جعلسازی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے‘‘ (ص ۶۳) اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نہایت ایمان پرور اعلان درج کر کے ہم اپنے مقالہ کو ختم کرتے ہیں وہ اعلان یہ ہے:۔

’’مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جواب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے ~~اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے~~ گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰؑ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نا امید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے‘‘

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ ص ۶۷ مطبوعہ ۱۹۰۳ء)

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار

ابوالعطاء جالندھری

۲۲ اپریل ۱۹۶۲ء

تتمہ

مودودی صاحب کی آخری ’’توضیحات پر تبصرہ

ا۔ مودودی صاحب کی شکست فاش

کتابچہ ’’ختم نبوت‘‘ (اپریل ۶۲ء) کے صفحہ ۲۴۔ ۲۵ پر مودودی صاحب نے حضرت امام غزالی کی کتاب الاقتصاد ص ۱۱۳ کے حوالہ سے جو عبارت پیش کی تھی وہ خطرناک مغالطہ بلکہ صریح خیانت پر مشتمل تھی۔ ہم نے الفرقان کے جوابی نمبر ’’القول المبین‘‘ میں تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:۔

’’ہم مودودی صاحب کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ حضرت امام غزالیؒ کی کتاب الاقتصاد کے حوالہ میں سے وہ الفاظ پیش کریں جن کا ترجمہ انہوں نے ’’وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے‘‘ کیا ہے؟ ہم پوری تحدی سے کہتے ہیں کہ مودودی صاحب ایسا فقرہ حضرت امام غزالیؒ کی عبارت سے پیش نہیں کر سکتے‘‘[۱]

جناب مودودی صاحب نے آخری ایڈیشن میں لکھا ہے کہ:۔

’’منکرین ختم نبوت نے اس حوالے کی صحت کو بڑے زور شور سے چیلنج کیا ہے‘‘

(ختم نبوت حاشیہ ص ۲۶)

مگر اس چیلنج کا جواب کیا دیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ ہم امام غزالی کی ’’اصل عربی عبارت‘‘ نقل کر دیتے ہیں۔ جناب! آپ نے عربی عبارت تو نقل کر دی مگر وہ فقرہ کہاں ہے جس کا ترجمہ آپ نے پہلے ایڈیشن میں ’’وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے‘‘ کیا تھا؟ اصل

لہ:۔ اس حوالہ کے لئے کتاب ہٰذا کا صفحہ۱۱۴۔۱۱۵ ملاحظہ فرمائیں۔ تفصیلی بحث صفحہ۱۱۲تا۱۱۶ پر درج ہے (مصنف)

عبارت میں تو اب آپ نے ’’**ولم یکن ذٰلک مبطلاً للنصوص**‘‘ نقل کیا ہے اور ترجمہ کیا ہے کہ ’’ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ نصوص کا انکار کر رہا ہے‘‘ (آخری ایڈیشن ص۲۸) کیا یہ صریح تناقض نہیں؟ مودودی صاحب! اگر آپ کی بجائے کوئی خداترس عالم ہوتا تو صاف اعترافِ خطا کر کے اپنے ضمیر کو آرام پہنچاتا مگر آپ کا تو عقیدہ ہی یہی ہے کہ ’’خصوصی حالات کے تحت جھوٹ بولنا فرض ہو جاتا ہے‘‘ (ترجمان القرآن مئی ۱۹۵۸ء) **فالی اللہ المشتکیٰ**

۲۔ خاتم النبیین کے معنوں پر چیلنج کا جواب

القول المبین کی فصل ہفتم میں مرکب اضافی کے معنوں پر مفصل بحث موجود ہے۔ اس میں ہمارا چیلنج بھی درج ہے کہ عربی زبان میں خاتم الشعراء، خاتم المحدثین، اور خاتم النبیین ایسے مرکب اضافی بطور مدح ہمیشہ ہی عدیم المثال، افضل اور اعلیٰ فرد کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ ہم نے اس ضمن میں ۴۳ مثالیں بھی ذکر کی ہیں۔ جناب مودودی صاحب آخری ایڈیشن میں لکھتے ہیں کہ:۔

’’اللہ عالم الغیب ہے اور انسان عالم الغیب نہیں ہیں۔ اللہ کا کسی کو خاتم النبیین کہنا اور انسانوں کا کسی کو خاتم الشعراء اور خاتم الفقہاء وغیرہ کہہ دینا آخر ایک درجہ میں کیسے ہوسکتا ہے‘‘ (حاشیہ ص۱۲)

جواباً عرض ہے کہ ایک درجہ میں کس نے کہا ہے سوال تو عربی زبان اور عربی محاورہ کے معنوں کا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب معنے عدیم المثال اور افضل ہوں گے تو یہ فرق رہے گا کہ جسے خدا نے عدیم المثال اور افضل قرار دیا ہے وہ بہرحال ہمیشہ ہی عدیم المثال اور افضل ہوگا مگر انسان کا اندازہ اور تخمینہ غلط بھی ہوسکتا ہے لیکن لغوی معنوں میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ کیا اتنی سی واضح حقیقت بھی مودودی صاحب نہیں سمجھ سکتے؟

۳۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت

مودودی صاحب ناراض ہیں کہ احمدی حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول مندرجہ تفسیر الدر المنثور اور تکملہ مجمع البحار کو آنحضرتؐ کے ارشاد کے ’’مقابلہ‘‘ پر پیش کرتے ہیں (ص۲۲ حاشیہ) مگر یہ مودودی صاحب کی غلطی ہے۔ ہم ’’مقابلہ‘‘ میں نہیں بلکہ تفسیر و تشریح کے لئے حضرت صدیقہؓ کا قول پیش کرتے ہیں۔ یہ قول مشہور ہے اور اسے روایت مشہورہ کا درجہ حاصل ہے۔ آج تک اسے رد کرنے کی کسی قابلِ ذکر محدث نے جرأت نہیں کی بلکہ صلحاء اور بزرگان امت نے اسی قول کے مطابق تشریح کو قبول کیا ہے صرف مودودی صاحب ہی عاجز آ کر تردید کر رہے ہیں۔

۴۔ امام طحاوی کا قول

نئے ایڈیشن میں مودودی صاحب نے دوسرے اقوال کے ساتھ بے ضرورت امام طحاوی کا قول بھی پیش کیا ہے حالانکہ اس جگہ بھی اسی نبوت کی تردید ہے جو آنحضرت ﷺ کے سید المرسلین ہونے کے منافی ہے یعنی شریعت والی اور مستقل نبوت۔ ورنہ مسیح موعود کی نبوت کے متعلق امام طحاوی کا عقیدہ واضح ہے۔

۵۔ مودودی صاحب کی انتہائی سادگی

مودودی صاحب نے لکھا تھا کہ ’’بالفرض وہ (مسیح) وفات ہی پا چکے ہوں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اٹھالانے پر قادر ہے‘‘۔ ہم نے آیات و احادیث کی رو سے فصل ہشتم میں ثابت کیا ہے کہ حقیقی مردے دوبارہ واپس نہیں آسکتے۔ مودودی صاحب نے نئے ایڈیشن میں ہمارے دلائل سے پوری طرح پہلوتہی کرتے ہوئے آیت **فاماته الله مائة عام** کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ اس آیت میں اماتة یعنی تفریق بین الروح والجسد سے حقیقی معنے مراد نہیں ہوسکتے ورنہ اس کا ظرف **مائة عام** نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ تو ایک منام اور کشف کا واقعہ ہے اسے حضرت مسیح کی توفی پر قیاس کرنا درست نہیں۔

۶۔ مسیح موعود کا نبی ہونا

نئے ایڈیشن میں مودودی صاحب نے علامہ تفتازانی، علامہ آلوسی اور امام رازی کی تفسیری حوالہ جات کا اضافہ اس لئے کیا ہے کہ ان میں درج ہے کہ آنے والا مسیح موعود امت کا فرد ہوگا ہاں نبی ضرور ہوگا مگر شریعت محمدیہؐ کا پابند ہوگا۔ الخ۔ ہم صرف اتنا ہی عرض کرتے ہیں کہ حیات و وفات مسیح ناصری علیہ السلام کے مسئلہ سے قطع نظر، ختم نبوت کی حقیقت کی حد تک یہ تمام حوالہ جات مودودی صاحب کے خلاف ہیں اور ہمارے حق میں ہیں۔ کیا مودودی صاحب غور فرمائیں گے؟

۷۔ مودودی صاحب کا آخری ’’جھوٹا بہروپ‘‘

پہلے ایڈیشن کا خاتمہ مودودی صاحب نے ’’جعل سازی‘‘ پر فرمایا تھا۔ آخری ایڈیشن کے آخری الفاظ یہ ہیں:۔

’’یہ جھوٹے بہروپ (False impersanation) کا صریح ارتکاب ہے جو علی الاعلان کیا گیا ہے‘‘ (ص ۷۰)

اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کو ہر زمانہ میں تاریکی کے فرزند اسی طرح کہتے رہے ہیں فرمایا **يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ**۔ اگر مودودی صاحب **الراسخون فی العلم** میں ہوتے تو انہیں وفات یافتہ مسیحؑ کی آمد ثانی کی تاویل یعنی افراد امت کا مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہونا، نیز دمشق سے اس کی مجازی صفت والا شہر مراد ہونا اور منارہ کے معنے مقامِ نور ہونا وغیرہ امور فوراً کھل جاتے اور پیشگوئیوں کے استعارات کو وہ بخوبی سمجھ سکتے تھے۔ مگر کیا کیا جائے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بھی کوئی آسمانی مامور آیا تو ہمیشہ ظاہر پرست علماء نے تکبر اور غرور سے کام لیا **فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ** (المومن: ۸۴) اس لئے اب اللہ تعالیٰ سے ہی دعا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی خود رہنمائی فرمائے آمین **یا رب العالمین**

ربوہ خاکسار

۲۳ دسمبر ۱۹۶۳ء ابوالعطاء جالندھری

تتمّہ

مودودی صاحب کی آخری ’’توضیحات‘‘ پر تبصرہ

(۱) مودودی صاحب کی شکست فاش

کتابچہ ’’ختم نبوت‘‘ (اپریل ۶۲ء) کے صفحہ ۲۴۔ ۲۵ پر مودودی صاحب نے حضرت امام غزالی کی کتاب الاقتصاد صفحہ ۱۱۳ کے حوالہ سے جو عبارت پیش کی تھی وہ خطرناک مغالطہ بلکہ صریح کیانت پر مشتمل تھی۔ ہم نیا لفرقان کے جوابی نمبر ’’القول المبین‘‘ میں تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:۔

’’ہم مودودی صاحب کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ حضرت امام غزالی کی کتاب الاقتصاد کے حوالہ میں سے وہ الفاظ پیش کریں جن کا ترجمہ انہوں نے ’’وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے‘‘ کیا ہے؟ ہم پوری تحدی سے کہتے ہیں کہ مودودی صاحب ایسا فقرہ حضرت امام غزالیؒ کی عبارت سے پیش نہیں کر سکتے [1]‘‘

جناب مودودی صاحب نے آخری ایڈیشن میں لکھا ہے کہ:۔

’’منکرین ختم نبوت نے اس حوالے کی صحت کو بڑے زور شور سے چیلنج کیا ہے‘‘

(ختم نبوت حاشیہ ص ۲۶)

مگر اس چیلنج کا جواب کیا دیا ہے؟ فرماتے ہیں کہ ہم امام غزالی کی ’’اصل عربی عبارت‘‘ نقل کر دیتے ہیں۔ جناب! آپ نے عربی عبارت تو نقل کر دی مگر وہ فقرہ کہاں ہے جس کا ترجمہ آپ نے پہلے ایڈیشن میں ’’وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے‘‘ کیا تھا؟ اصل عبارت تو اب اپ نے ’’ولم یکن ذلک مبطلاً للنصوص‘‘ نقل کیا ہے اور ترجمہ کیا ہے کہ ’’ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ نصوص کا انکار کر رہا ہے‘‘ (آخری ایڈیشن صفحہ ۲۸) کیا یہ صریح تناقض نہیں؟ مودودی صاحب! اگر آپ کی بجائے کوئی خدا ترس عالم ہوتا تو صاف اعتراف خطا کر کے اپنے ضمیر کو آرام پہنچاتا مگر آپ کا تو عقیدہ ہی یہی ہے کہ ’’خصوصی حالات کے تحت جھوٹ بولنا فرض ہو جاتا ہے‘‘ (ترجمان القرآن مئی ۱۹۵۸ء) فالی اللہ المشتکیٰ

۲۔ خاتم النبیین کے معنوں پر چیلنج کا جواب

القول المبین کی فصل ہفتم میں مرکب اضافی کے معنوں پر مفصل بحث موجود ہے۔ اس میں ہمارا چیلنج بھی درج ہے کہ عربی زبان میں خاتم الشعراء، خاتم المحد ثین اور ایسے مرکب اضافی بطور مدح ہمیشہ ہی عدیم المثال، افضل اور اعلیٰ فرد کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ ہم نے اس ضمن میں ۴۳ مثالیں بھی ذکر کی ہیں۔ جناب مودودی صاحب آخری ایڈیشن میں لکھتے ہیں کہ:۔

’’اللہ عالم الغیب ہے اور انسان عالم الغیب نہیں ہیں۔ اللہ کا کسی کو خاتم النبیین کہنا اور انسانوں کا کسی کو خاتم الشعراء اور خاتم الفقہاء وغیرہ کہہ دینا آخر ایک درجہ میں کیسے ہو سکتا ہے‘‘ (صفحہ ۱۲ حاشیہ)

جواباً عرض ہے کہ ایک درجہ میں کس نے کہا ہے سوال تو عربی زبان اور عربی محاورہ کے معنوں کا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب معنے عدیم المثال اور افضل ہوں گے تو یہ فرق تو رہے گا کہ جسے خدا نے عدیم المثال اور افضل قرار دیا ہے وہ بہر حال ہمیشہ ہی عدیم المثال اور افضل ہوگا مگر انسان کا اندازہ اور تخمینہ غلط بھی ہو سکتا ہے لیکن لغوی معنوں میں تو کوئی فرق نہ ہوگا۔ کیا اتنی واضح حقیقت بھی مودودی صاحب نہیں سمجھتے؟

۳۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت

مودودی صاحب ناراض ہیں کہ احمدی حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول مندرجہ تفسیر الدر المنثور اور تکملہ مجمع البحار کو آنحضرتؐ کے ارشاد کے ’’مقابلہ‘‘ پر پیش کرتے ہیں (ص ۲۲ حاشیہ) مگر یہ مودودی صاحب کی غلطی ہے۔ ہم ’’مقابلہ‘‘ میں نہیں بلکہ تفسیر و تشریح کے لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول پیش کرتے ہیں۔ یہ قول مشہور ہے اور اسے روایت مشہورہ کا درجہ حاصل ہے۔ آج تک اسے رد کرنے کی کسی قابل ذکر محدث نے جرأت نہیں کی بلکہ صلحاء و بزرگان امت نے اسی قول کے مطابق تشریح کو قبول کیا ہے صرف مودودی صاحب ہی عاجز آ کر تردید کر رہے ہیں۔

۴۔ امام طحاوی کا قول

نئے ایڈیشن میں مودودی صاحب نے دوسرے اقوال کے ساتھ بے ضرورت امام طحاوی کا قول بھی پیش کیا ہے حالانکہ اس جگہ بھی اسی نبوت کی تردید ہے جو آنحضرت ﷺ کے سیدالمرسلین ہونے کے منافی ہے یعنی شریعت والی اور مستقل نبوت۔ ورنہ مسیح موعود کی نبوت کے متعلق امام طحاوی کا عقیدہ واضح ہے۔

۵۔ مودودی صاحب کی انتہائی سادگی

مودودی صاحب نے لکھا تھا کہ ’’بالفرض وہ (مسیح) وفات ہی پا چکے ہوں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اٹھالانے پر قادر ہے‘‘ ہم نے آیات واحادیث کی رو سے فصل ہشتم میں ثابت کیا ہے کہ حقیقی مردے دوبارہ واپس نہیں آسکتے۔ مودودی صاحب نے نئے ایڈیشن میں ہمارے دلائل سے پوری طرح پہلوتہی کرتے ہوئے آیت **فاماته الله مائة عام** کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ اس آیت میں **اماتة** یعنی تفریق بین الروح والجسد سے حقیقی معنے مراد نہیں ہوسکتے ورنہ اس کا ظرف **مائة عام** نہیں ہوسکتا۔ یہ تو ایک منام اور کشف کا واقعہ ہے اسے حضرت مسیح کی توفی پر قیاس کرنا درست نہیں۔

٦۔ مسیح موعود کا نبی ہونا

نئے ایڈیشن میں مودودی صاحب نے علامہ تفتازانی، علامہ آلوسی اور امام رازی کے تفسیری حوالہ جات کا اجافہ اس لئے کیا ہے کہ ان میں درج ہے کہ آنے والا مسیح موعود امت کا فرد ہوگا۔ ہاں نبی ضرور ہوگا مگر شریعت محمدیہؐ کا پابند ہوگا۔ الخ۔ ہم صرف اتنا ہی عرض کرتے ہیں کہ حیات ووفات مسیح ناصری علیہ السلام کے مسئلہ سے قطع نظر، ختم نبوت کی حقیقت کی حدتک یہ تمام حوالہ جات مودودی صاحب کے خلاف ہیں اور ہمارے حق میں ہیں۔ کیا مودودی صاحب غور فرمائیں گے؟

۷۔ مودودی صاحب کا آخری ’’جھوٹا بہروپ‘‘

پہلے ایڈیشن کا خاتمہ مودودی صاحب نے ’’جعل سازی‘‘ پر فرمایا تھا۔ آخری ایڈیشن کے آخری الفاظ یہ ہیں:۔

’’یہ جھوٹے بہروپ (false ampersanation) کا صریح ارتکاب ہے جو علی الاعلان کیا گیا ہے‘‘ (ص ۷۰)

اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کو ہر زمانہ میں تاریکی کے فرزند اسی طرح کہتے رہے ہیں فرمایا **یا حسرۃً علی العباد مایأتیھم من رسول الا کانوا بہٖ یستھزئون**۔ اگر مودودی صاحب **الراسخون فی العلم** میں ہوتے تو انہیں وفات یافتہ مسیحؑ کی آمد ثانی کی تاویل یعنی افراد امت کا مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہونا، نیز دمشق سے اس کی مجازی صفت والا شہر مراد ہونا اور منارہ کے معنے مقام نور ہونا وغیرہ امور کھل جاتے اور پیشگوئیوں کے استعارات کو وہ بخوبی سمجھ سکتے تھے۔ مگر کیا کیا جائے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بھی کوئی آسمانی مامور آیا تو ہمیشہ ظاہر پرست علماء نے تکبر اور غرور سے کام لیا **فرحوا بما عندھم من العلم وحاق بھم ما کانوا بہٖ یستھزئون** (المومن:۸۳) اس لئے اب اللہ تعالیٰ سے ہی دعا ہے کہ وہ اپنے بندوں کی خود راہنمائی فرمائے۔ امین یارب العالمین۔

ربوہ خاکسار

۲۳دسمبر۱۹۶۳ء ابولعطاء جالندھری